کشکولِ معرفت

جلد ۱

اہل اللہ سے محبّت کے انعامات اور ان کی صُحبت کے فیوض و برکات

• قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں •

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

ناشر: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشکولِ معرفت

اہل اللہ سے محبت کے انعامات اور ان کی صحبت کے فیوض و برکات

قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ

کی روشنی میں

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال نمبر ۲ ۔ ایس بی ۵ ۔ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی

قیمت = /۴۰ روپے

عرض مؤلف

احقر حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ مختلف ایام میں مختلف مضامین "محبت و معرفت" کے حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیقات سے جمع ہوتے رہے ہے۔ چونکہ معرفت کے لئے محبت لازم ہے اس لئے صرف لفظ معرفت پر اکتفاء کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام "**کشکول معرفت**" رکھا گیا اور لفظ کشکول میں مضامین متفرقہ کی رعایت رکھی گئی۔

آخر میں مولوی محمد اسماعیل سلمہٗ کے ترتیب دیتے ہوئے دو مضمون منسلک ہیں جن کو احقر نے من وعن دیکھ لیا ہے اور مناسب اصلاح بھی کر دی ہے۔ یہ مضمون بھی در اصل احقر کے ہی مضمون ہیں جن کو سُن کر موصوف نے قلمبند کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو شرف حُسنِ قبول فرما کر امت مسلمہ کے لئے نافع فرمادیں۔ اور احقر کے لئے اور اُس کے والدین کے لئے اور اس کے اساتذہ و مشایخ کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین

اے خداوندا این خم و کوزہ مرا
در پذیر از فضل اللہ اشترا (رومی)

العارض
محمد اختر عفا اللہ تعالےٰ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ ....
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کی کتب کے بارے میں

اکابر کی آراء

عکس تحریر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

دار العلوم
کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احقر اپنی طویل بیماری اور ضعف شدید کے سبب کسی کتاب کے دیکھنے اور
اس پر کچھ رائے لکھنے سے بالکل معذور ہے مگر عزیز محترم مولوی
حکیم محمد اختر صاحب نے جو معارف مثنوی اور اس کے مقدمہ کے
متعلق جستہ جستہ کچھ چیزیں مجھے سنائیں اس سے
اندازہ ہوا کہ انشاء اللہ یہ مثنوی مولانا رومی کی بڑی
مفید خدمت ہوگی لوگوں کیلئے استفادہ آسان ہو جائیگا
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائیں اور نفع مسلمین کا
ذریعہ بنائیں واللہ المستعان وعلیہ التکلان

بندہ محمد شفیع

۲۳ رمضان ۱۳۹۲ھ

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارفِ مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہو گئی جو پہلے معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی اردو میں قدرتِ شعر حسنِ ذوق پاکیزگیٔ عبارت درد دل کا بہترین نمونہ ہے۔ اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو سلطان العارفین رومی کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب اور پھر تشریح و ترجمانی کر کے اپنی حسنِ ذوق لطافتِ طبع سلامتِ فکر کا ایک اور شاہکار پیش کیا۔ ارباب ذوق و فکر ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی انتہائی قدر دانی سے دیکھیں گے اور عرفانی بادہ پیما خوب لطف اندوز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید ترقیات سے نوازے اور ارباب ذوق کو ان کی شگفتہ تالیفات و نگارشات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ
یوم دوشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

رائے عالی برائے تصانیف حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

از حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

باسمہٖ سبحانہٗ

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ آپ کی دو کتابیں معارف مثنوی اور دنیا کی حقیقت پہنچکر موجب منت ہوئیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً مولانا پھولپوری سے اور آخراً مولانا ابرار الحق صاحب سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہدیہ سنیہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سُن بھی لیں۔ مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں۔ دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ صدقہ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ معارف شمس تبریز کی طباعت کا بھی جلد از جلد انتظام فرمائے اور لوگوں کو ان معارف سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔

(حضرت شیخ الحدیث) محمد زکریا (دامت برکاتہم)

مدینہ طیبہ ۱۱/۵/۷۶ء

رائے عالی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

صدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی اردو میں قدرۃ شعر، حسن ذوق، پاکیزگی خیالات و درد دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف رومی کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھکر اپنے حسن ذوق، لطافت طبع سلامت فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ارباب ذوق کو انکے شگفتہ تالیفات و انتخابات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین

محمد یوسف بنوری

سہ شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

رہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دُنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

رائے عالی حضرت مولانا و مرشدنا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد۔ کتاب معارف مثنوی کو مختلف مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ مثنوی شریف کی خوب تشریح کی ہے گاہ بگاہ اس کو اپنے یہاں بعد عصر سناتا بھی ہوں، اس بات سے بہت ہی مسرت ہے کہ اکابر کرام نے بھی اس کو پسند فرمایا اور یہاں کے بعض اکابر ہندوستان میں اس کی طباعت و اشاعت کے خواہشمند ہیں اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماویں اور لوگوں کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق بخشیں۔

ابرار الحق
۲۲ صفر ۹۵ھ

از حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبد الحئی صاحب ؒ کاتہم (کراچی)
خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہمارے عزیز محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا کیف باطن عطا فرمایا ہے جو دوسروں کے لیے بھی کیف آفریں ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عزیز موصوف میں معارف وحقائق کا جو ذوق پایا جاتا ہے یہ سب ان کے بزرگوں کا فیضان ہے کچھ عرصے سے موصوف اسی موضوع کی تالیفات میں والہانہ انداز سے مصروف ومشغول ہیں چنانچہ اس سے قبل انھوں نے مولانا روم ؒ کی مثنوی کا اقتباس وشرح معارف مثنوی کے نام سے تالیف کیا ہے جس میں خود اپنے ہی ذوقیات سے معارف وحقائق کو منظوم شرح وبسط بھی کیا ہے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے اور اہل ذوق نے بہت پسند کیا ہے اللّٰھم زد فزد اسی ذیل میں یہ تالیف موسوم بہ معارف شمس تبریز آپ کے پیش نظر ہے اس میں عزیز موصوف کا ذوق وجدانی کارفرما ہے اور ماشاءاللہ بڑے بڑے حقائق اور معارف غامضہ وعمیق جس سے دیوان شمس تبریز ؒ لبریز ہے بہت شگفتہ اور سلیس زبان میں اس کی شرح فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی شرف قبولیت خواص وعوام مرحمت فرما آمین ثم آمین

دعاگو احقر محمد عبد الحئی عفی عنہ

۲۵ شوال ۹۲ھ - ۲۶ دسمبر ۷۲ء

کراچی

فہرستِ عنوانات

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

کشکولِ معرفت

اہل اللہ سے محبت کے انعامات اور انکی صحبت کے فیوض و برکات

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

پہلا انعام — حلاوت ایمانی اور جنت کی بشارت

حب درویشاں کلید جنت است
دشمنی ایشاں سزائے لعنت است (بابا فرید عطارؒ)

(ترجمہ) درویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے۔ اور ان سے عداوت لعنت کی سزا ہے۔

تحقیق لفظ درویش و لفظ خانقاہ

درویش کے دال پر پیش ہے اور درویش کے معنی مثل ہے۔ جیسے پری وش، پری کی طرح۔ اسی طرح ولیش دراصل وش تھا۔ دُروش، موتی کی طرح، اللہ والے موتی کی طرح ہیں اس لئے ان کو درویش کہا جاتا ہے۔ اور اگر دال پر زبر دَرویش تو یہ لفظ دراصل درویز تھا اور ویز آویز تھا۔ درو آویز کا مفہوم دروازوں پہ لٹکنے والے۔ پس یہ لفظ زبر کے ساتھ گداگردں

اور بھک منگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اللہ والوں کیلئے نامناسب ہے جیساکہ خواجہ صاحب کا شعر ہے۔

؎ شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو

تو نے دیکھی نہیں وہ صورت شاہانہ ابھی

اللہ والوں کے لئے درویش ہیئت کے ساتھ کی تائید اس شعر مثنوی سے بھی ہوتی ہے

گر تو سنگِ خارا و مرمر بوی　　　　چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

مولانا رومی فرماتے ہیں۔ اے شخص اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہے یعنی سینے میں غفلت زدہ دل رکھتا ہے تو کسی اللہ والے اہلِ دل کے پاس بیٹھا کہ تاکہ گوہر (موتی) ہو جائے۔ اللہ والوں کا دل واقعی موتی بلکہ اس سے بھی قیمتی ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا دل اپنے درد محبت کے فیض سے دوسروں کے دلوں کو بھی درد بھرا دل بنا دیتا ہے۔ ؎

جو دل کہ تیری خاطر فریاد کر رہا ہے　　　　اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

خانقاہ کے معنی کیا ہیں؟

مکان بودن درویشاں و مشائخ۔

صاحب غیاث اللغات لکھتے ہیں۔ کہ جس جگہ چند اللہ والے رہتے ہوں اسی جگہ کو خانقاہ کہتے ہیں۔ خواہ صحرا ہو یا چمن ہو۔ ؎

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لئے ہوئے

صحرا و چمن دونوں کو مضطر کئے ہوئے۔

اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہونے پہ ایک حدیث سے استدلال احقر پیش کرتا ہے۔

درویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے حدیث پاک سے اس کی دلیل

ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ (مشکوٰۃ صلا)
ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تین باتیں جس کے اندر ہوں گی، وہ ان کے سبب ایمان کی حلاوت پائے گا، ان تین میں سے ایک سبب یہ ہے
مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ۔
ترجمہ:۔ جو شخص کسی بندہ سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے،
حضرت ملا علی قاریؒ شرح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
وقد ورد ان حلاوۃ الایمان اذا دخلت قلباً لا تخرج منه ابدًا
ترجمہ:۔ تحقیق کہ وارد ہے بے شک حلاوۃ ایمان کی جب کسی دل میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی نہیں اس سے نکلتی۔ ففیه اشادۃ الی البشارۃ حسن الخاتمۃ اور اس کے اندر حسنِ خاتمہ کی بشارت کا اشارہ ہے۔ (مرقاۃ ص ج ۱)
پس اہل اللہ سے محبت کا جنت کی کنجی ہونا معلوم ہوگیا، جب حُسنِ خاتمہ ملیگا تو جنت بھی ملیگی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد

فرمایا کہ حسن خاتمہ کے لئے تین عمل مجرب ہیں

(۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ موجودہ ایمان پر شکر ادا کرتا رہے تاکہ بقاعدہ:۔
لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ الآیۃ، اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اس نعمت کو زیادہ کریں گے۔ پس ایمان میں ترقی کا نسخہ بھی یہی ہے۔ یہ شکر ایمان کے صرف بقاء کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ ترقی کا بھی ذریعہ ہے۔

(۲)۔ دوسرا طریقہ حسن خاتمہ کا — یہ دعا ہر نماز فرض کے بعد الحاح سے مانگ لیا کرے۔

دعائے استقامت قرآن سے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو حق سے نہ ہٹائیے بعد اس کے کہ آپ نے حق کی طرف راہ دکھایا۔ اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرمائیے (یعنی راہ مستقیم پر جما کر رکھئے) اور آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

علامہ آلوسی سید محمود بغدادیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ عدم ازاغتہ کے مقابلہ میں جس رحمت کو طلب کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد رحمت عام کے ساتھ یہاں رحمت خاص بھی ہے۔

المراد بالرحمة الانعام الخاص وهو التوفيق للثبات على الحق وفي سوال ذالك بلفظ الهبة اشارة الى ان ذالك منه تعالىٰ تفضل محض من غير شائبة وجوب عليه عزشانه

(روح المعانی ص ۹۰ پ ۳)

ترجمہ:۔ اس رحمت سے مراد رحمت خاصہ ہے اور وہ حق پر رہنے کی توفیق ہے لفظ ہبہ سے سوال سکھانے میں تعلیم ہے کہ جس طرح ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور صرف عنایات واہب سے ہوتا ہے اسی طرح استقامت کی نعمت محض عطائے حق ہے فضلِ محض ہے۔ ضابطہ سے نہیں ملیگا۔ صرف زاری اور الحاح سے دعا کرنے سے ملیگا۔ کما قال العارف الرومی رحؒ ؎

زور را بگذار و زاری را بگیر — رحم سوئے زاری آید اے فقیر

ترجمہ:۔ طاقت سے یہ دولت نہیں ملتی رونے سے کام بنتا ہے۔ اے فقیر! رحمت حق سوئے گریہ وزاری متوجہ ہوتی ہے۔

اور اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ سوال کی تعلیل ہے۔ یعنی لانک انت الوھاب ہم آپ سے اس رحمت خاصہ کو بطور ہبہ اس لئے مانگتے ہیں کہ آپ بہت بخشش کرنے والے اور بہت عطا کرنے والے ہیں۔ واہ رے میرے کریم مالک مانگنے والوں کے لئے اپنی کیسی صفت بیان فرمادی کہ ہر گنہگار یہ دولت مانگ لے۔ حجاب نہو۔

یہ نعمت ہدایت اور توفیق حق تعالیٰ کی ولایت کی تفسیر ہے۔ حضرت آلوسیؒ فرماتے ہیں اس آیت اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ کی تفسیر میں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظلمات سے اخراج بذریعہ ہدایت و توفیق یہ ولایت کی تفسیر ہے۔ یخرجھم بھدایته وتوفیقه وھو تفسیر للولایة۔ اور ولی کی تفسیر میں فرمایا۔ ای معینھم ومحبھم ومتولی امورھم وافرد النور لوحدۃ الحق وجمع الظلمات لتعدد فنون الضلال - (روح المعانی پ۳ ص۱۴)

یعنی :۔ اللہ تعالیٰ ان کا معین ہے اور ان کا محب ہے اور ان کے امور کا متولی ہے۔ اور نور کو مفرد بیان فرمایا بوجہ اس کے کہ حق ایک ہوتا ہے اور ظلمات کو جمع کے صیغہ سے بیان فرمایا بوجہ اس کے کہ گمراہی کے انواع متعدد ہوتے ہیں

استقامت کی دعا حدیث سے

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرًا ما یدعو۔

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ (جواہر البخاری ص۵۷۱)

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے " اے دلوں کے بدلنے والے ہمارے دل کو اپنے دین پر قائم رکھئے میں نے عرض کیا کہ آپ اکثر یہ دعا کیوں مانگا کرتے ہیں ؟ ارشاد فرمایا کہ :۔ لَیْسَ مِنْ قَلْبٍ اِلَّا وَهُوَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ

اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ اِنْ شَاءَ اَنْ یُّقِیْمَهٗ اَقَامَهٗ وَاِنْ شَاءَ اَنْ یُّزِیْغَهٗ اَزَاغَهٗ۔ (روح المعانی ص۱۹۰ پ۳)

ترجمہ۔ نہیں کوئی قلب مگر وہ اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اگر چاہے قائم رکھے حق پر اگر چاہے ٹیڑھا کرنا تو ٹیڑھا کر دے۔ (روح المعانی ص۱۹۰ پ۳)

۳۔ تیسرا طریقہ حسن خاتمہ نصیب ہونے کا۔

حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ گاہ گاہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے پاس جاتے رہو اور ان کی صحبت میں رہو۔ یہ ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہ ای خالطوھم لتکون مثلھم (کذا فی الروح) جس ولی کے پاس طالب رہتا ہے اس کی صحبت کی برکت سے ویسا ہی ولی بن جاتا ہے۔ حسن خاتمہ جس طرح اللہ والوں کی محبت اور صحبت سے نصیب ہوتا ہے اسی طرح ان کی عداوت سے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

محبت کی عظیم الشان کرامت

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔
متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۴۲۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ جو آدمی کسی قوم سے محبت رکھے (یعنی علماء و صلحاء سے محبت رکھتا ہے۔ مرقاۃ) ولم یلحق بھم اور ان کے اعمال نافلہ اور ریاضات شاقہ میں ان کا ساتھ نہ دے سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

ای یحشر مع محبوبه ویکون رفیقا لمطلوبه قال تعالیٰ:۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ ۔(مرقاۃ)

ترجمہ:۔ محبت کی برکت سے اس محب کا حشر اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اسی کا رفیق ہوگا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ اور رسولؐ کا مطیع ہوگا وہ انہیں منعم علیہم انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

محبت کی کرامت سے محبوب کی معیت کی تائید میں ملا علی قاریؒ نے جو آیت پیش کی ہے اس میں تو اطاعت کی قید ہے محبت کا لفظ ہی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اطاعت محبت کاملہ صادقہ کے لئے لازم ہے۔ پس اس آیت میں ملزوم کی تعبیر لازم سے کی گئی ہے۔ جو فن بلاغت میں علاقہ مجاز مرسل کہلاتا ہے۔ اور اصطلاح میں اسکو تسمیۃ الملزوم باسم اللازم کہتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ومن علامۃ المحبۃ الصادقۃ ان یختار امر المحبوب ونہیہ علی مراد غیرہٖ ولذا قالت رابعۃ العدویۃ

تعصی الالٰہ وانت تظھر حُبَّہٗ

ھذا لعمری فی القیاس بدیع

لو کان حبک صادقًا لاطعتہ

ان المحب لمن یحب مطیع (مرقاۃ ج ۹ ص ۲۵۰)

ترجمہ:۔ محبت صادقہ کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے حکم کو بجا لائے اور نہی سے رُک جاوے۔ اور غیر محبوب کو کبھی ترجیح نہ دے جیسا کہ رابعہ عدویہ فرماتی ہیں:۔

کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور محبت بھی ظاہر کرتا ہے - یہ عجیب بات ہے اگر تیری محبت صادق ہوتی تو اطاعت محبوب کی ضرور کرتا کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے -

محبت و اطاعت پر معیتِ موعودہ کی تفصیلی تحقیق
تفاسیر اور احادیث کی روشنی میں

کیا محبت پر معیت سے یہ مراد ہے کہ جنت میں سب ایک ہی درجہ میں جمع ہوں گے اور فاضل اور مفضول میں فرق نہ رہے گا؟

ملا علی قاریؒ کی تحقیق جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کس طرح بعض کو بعض دیکھیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ من یطع اللہ والرسول الخ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الْاَعْلَیْنَ یَنْحَدِرُوْنَ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلَ مِنْھُمْ فَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ رِیَاضِھَا - الخ - اعلیٰ جنت کے لوگ اسفل والوں کے پاس نزول فرمائیں گے اور جنت کے باغوں میں جمع ہوا کریں گے۔ الخ وان ھذہ المعیۃ و المواجھۃ تختلف باختلاف حسن المعاملۃ واللہ اعلم۔ اور ہر شخص کی معیت اپنے بزرگوں کے ساتھ حسب اختلاف حسن معاملہ مختلف ہوگی

(مرقاۃ ص ۲۵۱ ج ۹)

حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ کی تحقیق حضرت تھانوی رح بیان القرآن میں اس معیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اشخاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جاویں گے کیونکہ یہ اس نص قطعی کے خلاف ہے ھم درجات عند اللہ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے درجہ

سافلہ سے ان کے درجہ عالیہ میں پہنچ کر ان کی زیارت سے اور اس درجہ کے برکات سے مشرف ہوا کریں گے

(بیان القرآن پ۵ سورۃ نساء صـ۱۳۴)

فائدہ علمیہ تفسیریہ

ایک استثناء والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم الخ - سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومنین کی وہ اولاد جو ایمان لائی ہوگی اور اعمال میں اپنے آباء واجداد سے کم ہوگی ان کو ان کے درجے میں شامل فرمادیں گے جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے۔

کانوا دونہ فی العمل ولم یبلغوا درجتك وعملك وكانت منازل اٰبائھم ادنع ——— رواھا فی الدر المنثور-

تو گو مقتضاء ان کے انحطاطِ عمل کا انحطاطِ درجہ تھا لیکن ان آباء مومنین کے اکرام و سرور کے لئے ہم ان کی اولاد کو بھی درجہ میں ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور اس شامل کرنے میں ہم ان اہل جنت متبوعین کے عمل میں سے کچھ کم نہیں کریں گے۔ (بیان القرآن ۲۷ سورۃ طور صـ۶۰)

تمام مضامین بالا روح المعانی میں موجود ہیں۔ حضرت آلوسیؒ کی تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمائیے۔

وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (فی الدرجۃ)

عن البیھقی عن ابن عباس رضؓ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْفَعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهٗ فِیْ دَرَجَتِهٖ فِی الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانُوْا دُوْنَهٗ فِی الْعَمَلِ لِتَقَرَّبِهِمْ عَيْنُهٗ - ثم قراء الاٰیۃ وظاھر الاخبارات المراد بالحاقھم بھم اسکانھم معھم لا مجرد رفعھم الیھم واتصالھم بھم

احیانًا ولو للزیارۃ ولا یبعد من فضل اللہ عزوجل۔
(روح المعانی پ ۲۷ ص ۳۲)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی ذریات کو (بشرط ایمان) ان کے درجات میں جنت میں جمع فرمادیں گے اگرچہ وہ اعمال میں کم ہوں گے تاکہ وہ اپنی آنکھیں اپنی ذریات سے ٹھنڈی کریں۔ اور الحاق سے مراد مستقل سکونت ہے نہ کہ محض ان سے ملاقات اور زیارت کی اجازت۔ (روح پ ۲۷ ص ۲۲)

محبت پر ثمرۂ معیت کے متعلق علامہ آلوسیؒ کی تحقیق

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:۔ لیس المراد بالمعیۃ اتحاد الدرجۃ ولا مطلق الاشتراک فی دخول الجنۃ بل کونہم فیہا بحیث یتمکن کل واحد منہم من رؤیۃ الاٰخر وزیارتہ متی اراد وان بعدت المسافۃ بینہما و ذکر غیر واحد انہ لا مانع من ان یرفع الادنٰی الی منزلۃ الاعلیٰ متی شاء تکرمۃ لہ ثم یعود ولا یریٰ انہ ارغد منہ عیشًا ولا اکمل لذۃ لئلا یکون ذالک حسرۃ فی قلبہ وکذا لا مانع من ان ینحدر الاعلیٰ الیٰ منزلۃ الادنٰی ثم یعود من غیر ان یریٰ ذالک نقصًا فی ملکہ او حطا من قدرہ۔ (روح المعانی پ ۵ ص ۷۸)

خلاصہ ترجمہ معیت سے یہ مراد نہیں کہ سب ایک درجہ میں ہوں گے بلکہ اعلیٰ منزل والے اسفل میں آسکیں گے اور اسفل والے اعلیٰ منزل میں جاسکیں گے اور ایک دوسرے کو یہ احساس نہ ہوسکیگا کہ ہم

سے اعلیٰ والے زیادہ عیش میں ہیں تاکہ ان کے دل میں حسرت کا صدمہ نہ ہو اور اعلیٰ والے احساس نہ کرسکیں گے کہ ادنیٰ والے ہم سے کم اور بے قدر ہیں۔ تاکہ اپنے متعلقین کے کم عیش میں ہونے سے صدمہ نہ ہو۔

شان نزول معیت پر جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس کے بارے میں ایک روایت علامہ آلوسیؒ نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اِنَّکَ لَاَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ۔ آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہیں اور اولاد سے بھی زیادہ اور اِنِّیْ لَاَکُوْنُ فِی الْبَیْتِ فَاَذْکُرُکَ فَمَا اَصْبِرُ۔ اور میں گھر میں جب ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو صبر نہیں ہوتا حَتّٰی اٰتِیَ فَاَنْظُرَ اِلَیْکَ یہاں تک کہ حاضر ہو کر آپ کا دیدار کر لیتا ہوں لیکن آخرت میں آپ اعلیٰ درجہ میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے۔ تو ہم اپنی ادنیٰ جنت میں آپ کو کیسے پائیں گے اور کیسے دیکھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ الخ
(روح پ۵ ص۷۵)

امام فخر الدین رازیؒ کی تحقیق اس معیت کے متعلق امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

لیس المراد بکون من اطاع اللّٰہ واطاع الرسول مع النبیین والصدیقین کون الکل فی درجۃ واحدۃ لان ھذا یقتضی التسویۃ فی الدرجۃ بین الفاضل والمفضول وانہ لا یجوز، بل المراد کونہم فی الجنۃ بحیث یتمکن کل واحد منہم من رؤیۃ الاٰخر وان بعد المکان لان الحجاب۔

اذا زال شاهد بعضهم بعضًا واذا ارادوا الزيارة والتلاقی قدروا علیه فهذا هو المراد من هذه المعیة۔

تفسیر کبیر ج خامس جزء عاشر صہ ۱۷۶

خلاصہ ترجمہ | معیت سے مراد ایک درجہ میں جمع ہوجانا نہیں، کیونکہ اس سے فاضل اور مفضول میں مساوات اور برابری لازم آتی ہے جو جائز نہیں۔ پس معیت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے ایک دوسرے کی ملاقات اور دیدار ہر وقت ممکن ہوسکے گا!

علامہ ابن کثیر حافظ عماد الدین دمشقی کی تفسیر

علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی تفسیر ابن کثیر میں ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نعمت معیت محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔ ای من عند اللہ برحمتہ دھو الذی اھلھم لذالك لا باعمالھم یہ نعمت اعمال کے بدلے میں نہ ملے گی اور وہ علیم ہیں کہ کون اس ہدایت اور توفیق کا مستحق ہے۔

ای ھو علیم بمن یستحق الھدایۃ والتوفیق،

(مختصر تفسیر ابن کثیر پ نساء صہ ۵۲۴)۔

از علامہ محمود نسفی صاحب تفسیر خازن

اس معیت کے بارے میں صاحب تفسیر خازن نے روایت لکھی ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ قیامت کب آوے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا کہ کچھ تیاری نہیں کی اِلَّآ اَنِّیْٓ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ تم اسی کے ساتھ ہوگے

جس کے ساتھ محبت ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ فَمَا فَرِحْنَا بِشَیْءٍ اَشَدَّ فَرَحًا بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔
ایسی خوشی ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد سے ہوئی اس کے بعد حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور حضرت عمرؓ سے محبت کرتا ہوں ۔ اَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ مَعَھُمْ امید ہے کہ میں ان سب حضرات کے ساتھ ہوں گا بسبب ان کی محبت کے بِحُبِّیْ اِیَّاھُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِاَعْمَالِھِمْ ۔ اگرچہ ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۷۶)

وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ وفیہ معنی التعجب کانہ قال وما احسن اولٰئک رفیقا۔ کیا ہی اچھے یہ حضرات رفیق ہیں یعنی جنت میں۔
سمی رفیقا لارتفاقک بہ ولصحبتہ۔

حل لغت رفیق اگرچہ واحد ہے مگر اسم جمع ہے یعنی لفظاً واحد معناً جمع ہے ۔ جیسے صدیق۔ (مختار الصحاح)

رفاقۃ :۔ نرمی ۔ مہربانی ۔ حسنِ سلوک ، (منجد)

ایک تفسیری غلط فہمی کا ازالہ بعض لوگ توسل بالصالحین کو اس آیت سے ثابت کرتے ہیں - وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ۔ لیکن اس آیت کو اس مقصد کے ثبوت میں کوئی دخل نہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں - وَسَلَ بمعنی تَقَرَّبَ جس کا ذریعہ طاعات کا کرنا اور معاصی کا چھوڑنا ہے

آیت میں دو جملے ہیں ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے ڈرو

اور طاعات کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔ (ابتغاء وسیلہ کی صورت طاعات کا اہتمام ہے) (تفسیر بیان القرآن ص۲۷ پ۶ سورۃ مائدہ)

تفسیر خازن میں بھی یہی تفسیر ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ ای خافوا اللہ بترک المنہیات وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ یعنی اطلبوا الیہ القرب بطاعتہ والعمل بما یرضیٰ۔

خلاصہ ترجمہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو (ترک معاصی میں اہتمام کرو) اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یعنی طاعت اور عمل رضائے حق کے اہتمام سے قرب تلاش کرو۔ (وسل الیہ ای تقرب الیہ) (تفسیر خازن ج ۱ ص۴۶۰)

تفسیر روح المعانی واستدل بعض الناس بھذہ الآیۃ علیٰ مشروعیۃ الاستغاثۃ بالصالحین .....

وکل ذالک بعید عن الحق بمراحل — وقال الجملۃ الاولیٰ اتقوا اللہ امر بترک المعاصی۔ والثانیۃ وابتغوا الیہ الوسیلۃ امر بفعل الطاعات۔ وسیلۃ فعیلۃ بمعنی ما یتوسل بہ و یتقرب الی اللہ عزوجل من فعل الطاعات وترک المعاصی

خلاصہ ترجمہ اس آیت سے استدلال کرنا توسل بالصالحین کا حق سے بہت دور ہے۔ ابتغاء وسیلہ سے مراد اس آیت میں اعمال صالحہ کا اہتمام ہے۔ (روح المعانی ج ۶ ص۱۲۴)

توسل بالصالحین کا ثبوت تفصیل سے اہل حق کی کتابوں میں موجود ہے اور روح المعانی میں اسی آیت کے ذیل میں موجود ہے۔ من شاء فلیراجع البتہ ایک عجیب استدلال جو احقر نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ سے سنا ہے وہ تحریر کرتا ہوں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق و استدلال عجیب جواز توسل بالصالحین کے متعلق

حضرت مولانا بنوریؒ نے فرمایا۔ اس وقت مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف رکھتے تھے فرمایا کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ تین آدمی پہلی امت کے کہیں سفر کر رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے غار میں آرام کرنے لگے اچانک ایک بڑا پتھر گر گیا جس سے وہ تینوں اشخاص بند ہو گئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل صالح کے وسیلہ سے دعا کرے۔

فَقَالُوْا اِنَّهٗ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۰۲)

ایک نے کہا کہ اے اللہ میں اپنے بوڑھے ماں باپ کو رات میں دودھ پلا کر سلاتا تھا پھر اپنے اہل وعیال کو۔ لیکن ایک دن مجھے دیر ہو گئی پس میں نے ان کو سوتا ہوا پایا اور میں دودھ کا پیالہ لے کر رات بھر کھڑا رہا۔ جب صبح کو بیدار ہوئے تو پلا دیا پھر اپنے اہل وعیال کو پلایا اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ عمل میں نے صرف آپ کی رضا کے لئے کیا ہے تو اس عمل کی برکت سے اس پتھر کی چٹان کو ہٹا دیجئے۔ پس وہ پتھر اس قدر ہٹ گیا کہ نکلنا ممکن نہ تھا۔ پھر دوسرے نے دعا کی کہ اے اللہ میری چچا زاد بہن تھی جو کَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیَّ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب تھی اس سے میں نے اپنا مطلب چاہا لیکن اس نے میری خواہش سے انکار کر دیا۔ پھر بعد مدت میرے پاس آئی میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ میری خواہش

پوری کر دے بس وہ راضی ہو گئی۔ لیکن جب تنہائی میں اس پر پوری قدرت پائی تو اس نے کہا میں تیرے لئے حلال نہیں ہوں پس میں الگ ہو گیا اور وہ مجھے احب الناس تھی حالانکہ وہ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھی۔ اور میں نے وہ دینار بھی اس سے واپس نہیں لئے۔ اے اللہ اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میں نے صرف آپ کے لئے کیا ہے تو آپ اس چٹان کو الگ فرما دیجئے۔ اس عمل کی برکت سے پتھر اور ہٹ گیا لیکن پھر بھی خروج ممکن نہ تھا۔ پھر تیسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ میں نے مزدور رکھے تھے کسی کام کے لئے سب کو مزدوری دے دی تھی ایک مزدور کی مزدوری باقی رہ گئی تھی اور وہ بدون مزدوری لئے چلا گیا۔ میں نے اس کے اس مال کو بڑھایا یہاں تک کہ جب ایک عرصہ بعد وہ آیا اور اس نے مزدوری طلب کی تو میں نے کہا کہ یہ اونٹ اور بیل اور بکریاں اور غلام سب تیری ملک ہیں یعنی تیری مزدوری سے یہ سب ہیں۔ اس نے مذاق سمجھا لیکن جب میں نے یقین کر دیا تو وہ سب لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر یہ عمل میں نے صرف آپ کی رضا کے لئے کیا ہے تو اس کی برکت سے یہ پتھر ہٹا دیجئے پس وہ اس قدر ہٹ گیا کہ بآسانی یہ سب نکل گئے اور اس غم سے نجات پا گئے

پس اعمال صالحہ سے دعا میں توسل جب بخاری شریف سے ثابت ہے تو اسی حدیث سے میں استدلال کرتا ہوں کہ یہ اعمال صالحہ تو قالب کے اعمال ہیں اور اہل اللہ اور مقبولان بارگاہِ حق سے ہم کو جو محبت ہے یہ قلب کا عمل ہے اور قلب کا عمل قالب کے عمل سے افضل ہے کیونکہ قلب جوارح کا بادشاہ ہے لہٰذا بدرجہ اولیٰ اعمال قلب یعنی محبت مشائخ کا واسطہ اور وسیلہ دعا میں جائز ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا وسیلہ دراصل اس محبت کا وسیلہ ہے جو ہمارے قلوب کو ان کے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رح کے اس استدلال سے بہت مسرور ہوئے۔

ایک تفسیری اصولی غلطی کی اصلاح بعض نادان دوست لٹریچر نویس لکھتے ہیں۔ کہ ہر پروفیسر قرآن پاک کو لغت کی مدد سے سمجھ سکتا ہے متقدمین کے ذخیرہ تفاسیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ احقر ایسے لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ اچھا وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ کا ترجمہ کیجئے۔ تو کہتے ہیں کہ اور ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دیکھ لیا اپنی حماقت۔ اس کا ترجمہ صحیح یہ ہے کہ:۔

اور بغیر تنے کے پودے اور تنہ دار درخت سب حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ تفسیر روح المعانی پ ۲۷ ص ۱۰۱ پر اس آیت کی تفسیر یوں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ:۔

والمراد بالنجم النبات الذی لا ساق لہٗ و بالشجر النبات الذی لہٗ ساق والمراد بسجودهما انقيادهما لما يريد سبحانہٗ و تعالیٰ بهما طبعًا۔

یعنی نجم سے مراد وہ درخت جو تنے دار نہیں اور شجر سے مراد تنے دار درخت ہیں۔ اس تفسیر پر جمہور کا اجماع نقل فرمایا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رح نے بھی تفسیر بیان القرآن میں اسی تفسیر کو لیا ہے۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ "اور بے تنے کے درخت اور تنہ دار درخت دونوں مطیع ہیں"۔ شجر کو یہاں ستاروں سے مناسبت بھی نہیں ہے (بیان القرآن پ ۲۷ ص ۸)

تفسیر خازن جلد رابع صـ۲۰۸ پر ملاحظہ ہو۔

النجم ما لیس لہٗ ساق من النبات کالبقول والشجر مالہٗ ساق وھذا القول اظھر۔

پھر احقر نے سوال کیا اچھا اس آیت کا ترجمہ کیجیے۔

وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ، یں يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا ترجمہ کیجیے۔

کہا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دیں گے۔ احقر نے عرض کیا آپ نے دیکھا لغت کی اعانت کی حماقت۔ اب اس کی تفسیر علماء ربانیین کی تفسیر سے سمجھئے۔ یہاں اصلاح بمعنی قبول ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحؒ بیان القرآن پ۲۲ صـ۶۸ پر فرماتے ہیں۔

یصلح لکم اعمالکم۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول فرمائیں گے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تفسیر روح المعانی ۲۲ صـ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

بالقبول والاثابۃ علیھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی روایت سے صاحب تفسیر خازن ج ۳ صـ۸۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

یصلح لکم اعمالکم۔ قال ابن عباس یتقبل حسناتکم۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ روایت فرماتے ہیں کہ یصلح لکم اعمالکم سے مراد یہ ہے حق تعالیٰ تمہارے اعمال قبول فرما دیں گے۔

ان دو مثالوں سے یہ بات خوب سمجھ میں آگئی ہو گی کہ قرآن پاک کی تفسیر سمجھنے کے لئے ہم کو لغت کافی نہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ اور تابعین کی ان روایات سے جو در اصل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو پہنچی ہیں سمجھنا چاہیئے جن کو ہمارے متقدمین مفسرین نے جمع فرمایا ہے۔ اب اس حقیقت کے بعد روافض کا کیا حال ہو گا جو حضرات صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں کیا وہ قرآن پاک کی تفسیر کی حقیقت کو پا سکتے

ہیں؟ ہرگز نہیں - اس پر ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ ج ۹ صـ۱۳۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

فان الرافضة الخارجة فی زماننا فانهم یعتقدون کفر اکثر الصحابة فضلاً عن سائر اهل السنة و الجماعة فهم کفرة بالاجماع بلا نزاع

یعنی یہ روافض بالاجماع کافر ہیں جو اکثر حضرات صحابہ رضؓ اور اہل سنت والجماعت کو کافر سمجھتے ہیں۔

حضرت آلوسی رحؒ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

من غاظه الصحابة فهو کافر - جو شخص صحابہ سے غیظ رکھتا ہے۔ جلتا ہے۔ وہ کافر ہے - صحابہ کی شان میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لیغیظ بهم الکفار - (سورۃ فتح پ۲۶) وفی المواهب ان الامام مالکا قد استنبط من هذه الآیة تکفیر الروافض الذین یبغضون الصحابة رضی الله عنهم فانهم یغیظونهم ومن غاظه الصحابة فهو کافر ووافقه کثیر من العلماء

علامہ ابوحیان اندلسی کا تفسیر البحر المحیط میں قول ہے کہ امام مالکؒ کے پاس جو شخص صحابہ کی تنقیص کرتا تو آپ یہی آیت تلاوت فرماتے۔ لیغیظ بهم الکفار - وفی البحر ذکر عند مالك رجل ینتقص الصحابة فقرأ مالك هذه الآیة فقال من اصبح من الناس فی قلبه غیظ من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقد اصابته هذه الآیة -

(روح المعانی پ۲۶ صـ۱۲۸)

مسئلہ الحاق ناقصین مع الکاملین کی تحقیق۔

مومنین کاملین کی وہ ذریات جو ایمان پر انتقال کریں گی وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ لاحق کر دی جاویں گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَا

اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَیْءٍ۔ پ۲۷ طور

ترجمہ وتفسیر بیان القرآن

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیں گے۔ اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔

خلاصہ تفسیر بیان القرآن یہ ہے کہ کاملین کی اولاد کو اعمال میں کمی کے باوجود ان کے درجے میں شامل کردیں گے۔ یہ کاملین مومنین کا اکرام اور ان کے قلب کو مسرور کرنے کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے:۔

کانوا ادونہ فی العمل ولم یبلغوا درجتک وعملک وکانت منازل اباءھم ارفع۔ (رواھا فی الدر المنثور)

اور کاملین کے اعمال سے کوئی کمی نہ کریں گے۔

فائدہ ذریت کے بارے میں جس عنوان سے فرمایا گیا ہے بظاہر اس سے بالغ اولاد ایمان والی معلوم ہوتی ہے اور صغار کا حکم احادیث میں ہے جس میں کلام طویل ہے اور اس آیت میں ذریات کا بیان ہے اور حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آباء کا حکم بھی یہی آیا ہے (کذا فی الدر)

اور اس حدیث میں ذریت پر لفظ ولد معطوف ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذریت سے مراد مطلق توابع ہیں۔ پس بیویاں اور شاگرد اور مریدین اور احباب بھی مراد ہیں۔ اس طرح سے اس آیت کا مفہوم بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

بیان القرآن پ۲۷ ص۶۰

احقر عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، کی رحمت سے کیا بعید ہے۔ جب کہ وہ کریم ہیں، اور کریم کی شان ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں فرماتے ہیں:۔

الکریم ھو الذی یُعطی بدون استحقاق و منۃ۔

کریم وہ ذات ہے جو بدون استحقاق اور منت کے عطا فرماتا ہے۔"

(مرقاۃ ج ۳ ص۲۱۲)

اہل اللہ کی محبت اور صحبت میں جنّت کا لُطف ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

؎ میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں۔

احقر کا فارسی شعر:۔

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمین از آسماں آید۔

ترجمہ:۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت نصیب ہوجاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔

حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں:۔

بوستان عاشقاں سرسبز باد   آفتاب عاشقاں تابندہ باد

اے خدا آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ سرسبز، ہرا بھرا یعنی سدا بہار رہے۔ اور آپ کے عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ روشن اور چمکتا رہے۔

اہلِ دردو محبت اللہ والے جہاں ہوں زندگی وہاں پُر کیف و پُربہا گذرتی ہے

؎ دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے۔ (اختر)

اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کے نام میں ایسی مٹھاس ہے کہ جس کے قلب کو یہ نصیب ہوتی ہے۔ وہی سمجھ سکتا ہے۔ حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں

اے دل ایں شکّر خوشتر یا آنکہ شکّر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

ترجمہ:۔ اے دل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا خالق اور شکر کا بنانے

والا ؟ اے دل یہ چاند زیادہ روشن ہے یا چاند کا بنانے والا ؟

عقلی استدلال:۔ جنت مخلوق ہے تو جنت کے خالق کے نام میں جنت کا لطف آنا کیا بعید ہے۔ بلکہ جنت سے بڑھ کر لطف ان کے نام میں آتا ہے، حضرت عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔

؎ نام او چو بر زبانم میرود　　ہر بُنِ مو از عسل جوے شود

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے نام میں ایسی مٹھاس ہے کہ جب ان کا نام پاک زبان پر جاری ہوتا ہے تو میرے بدن کے بال بال سے شہد کے دریا جاری ہو جاتے ہیں۔

احقر کو ایک شعر یاد آیا

زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا۔

احقر کا دوسرا شعر۔

ہر تلخیٔ فراقِ حسینانِ کائنات ۔ اپنی مٹھاس ذکر سے شیریں بنا دیا۔

تیسرا شعر:۔

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے ۔ آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

پھر سوچئے کہ جب اللہ والوں کے دل میں جنت کے خالق کا نور خاص جلوہ آفریں ہے تو ان کا قلب سرچشمۂ لذات کائنات نہ ہوگا اور ان کے پاس بیٹھ کر جنت کی بہار نہ معلوم ہوگی۔ اور حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر نہ پڑھو گے۔

؎ چوں حافظ گشت بیخود کے شمارد ۔ بیک جو مملکت کاؤس کے را۔

ترجمہ:۔ جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست و شاد ہوتا ہے تو پھر تمام عالم اور کائنات کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ مملکتِ کاؤس و کے کو ایک جو کے برابر بھی نہیں شمار کر سکتا۔

مصاحب خورشید ستاروں کو نگاہ میں کب لا سکتا ہے۔؟

؎ یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

حضرت ملا علی قاریؒ شرح مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ایک جنت دنیا میں عطا فرماتے ہیں اور ایک جنت آخرت میں۔ دنیا میں جنت تعلق مع اللہ کی لذت ہے اور آخرت کی جنت لقائے مولیٰ اور دیدار حق کی لذت ہے۔ عربی عبارت کی نقل یہ ہے۔

ولمن خاف مقام ربه جنتٰن ۔ قال بعض الصوفية جنة معجلة فی الدنیا بالحضور مع المولیٰ وجنة مؤجلة فی الآخرة بلقاء المولیٰ والدرجات العلیٰ (مرقاۃ جلد ۵ ص۱۶۱)

اور ایک جنت دنیا میں توفیق ذکر، اور اعمال صالحہ کی حلاوت کی ہوتی ہے اور ایک جنت ترک معاصی کی حلاوت اور لذت کی ہوتی ہے۔ کیونکہ معاصی انسان کو دوزخ کی کلفت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

جنة لعمل الطاعة وجنة لترک السیئة وقیل جنة للثواب بطریق العدل وجنة للاقتراب بطریق الفضل، مرقاۃ ص۱۶۱ ج۵

دوستوں کی ملاقات کے لئے جنت الگ ہوگی۔

ایک زمانہ تک احقر سوچا کرتا تھا جنت میں جب کسی سے ملنا ہوگا اور وہ جنتی وہاں اپنی حوروں کے ساتھ مشغول ہوگا تو ملاقات میں تاخیر ہوگی لیکن تفسیر روح المعانی میں دیکھا کہ ہر جنتی کو دو جنت ملیگی۔ دوستوں کی ملاقات کی جنت الگ ہوگی اور حوروں کے ساتھ رہنے کی جنت الگ ہوگی۔ تفسیر روح المعانی ملاحظہ ہو۔

ولمن خاف مقام ربه جنتان ـ فقیل :ـ احد اھما منزلہ ومحل زیارۃ احبابہ لہ والاخریٰ منزل ازواجہ وخدمہ

ایک جنت اپنے رہنے کے لئے اور اپنے دوستوں کی ملاقات کے لئے ہو گی اور ایک جنت اس کی بیویوں اور خادموں کے لئے ہو گی۔

(روح المعانی ۲۷ صلا۱۱۶)

جنت کی ایک خاص بہار یعنی حق تعالیٰ شانہٗ اپنا کلام خود سنائیں گے!

ان اھل الجنۃ یدخلون علی الجبار کل یوم مرتین فیقرأ علیھم القرآن ـ اہل جنت ہر روز دو مرتبہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ جلالت شان میں حاضر ہوں گے ـ اور حق تعالیٰ شانہٗ اپنا کلام خود تلاوت فرمائیں گے ـ اور اہل جنت موتی ـ یاقوت ـ زمرد کے منابر پر بیٹھے ہوں گے اور جنت کی کسی نعمت میں ایسا لطف محسوس نہ کریں گے ـ جیسا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی تلاوت سے محسوس کرینگے گویا زبان کہہ اٹھیں گے ؎

جی اٹھے مردے تری آواز سے ـ

ملیک مقتدر کے پاس بیٹھے ہوں گے ـ (روح المعانی ۲۷ ص۹۶)

مسائل السلوک از تفسیر بیان القرآن

لا تثریب علیکم الیوم سے حضرت تھانوی رحمہ نے سالکین کے لئے اصلاح اخلاق کا یہ مسئلہ تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے

من نظر الی الخلق بعین الحق لم یعبأ بمخالفتھم ومن نظر الیھم بعینہ افنیٰ ایامہ بمخاصمتھم الا تریٰ یوسف علیہ السلام لما علم مجاری القضاء کیف عذر اخوتہ ـ

ترجمہ :ـ جو شخص مخلوق کو نظر حق سے دیکھے گا وہ ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کرے گا۔

اور جو شخص ان کو اپنی نظر سے دیکھے گا اپنی عمر ان کی بحث و تکرار میں ختم کر دے گا دیکھئے یوسف علیہ السلام کو چونکہ مجاری قضاء کا علم تھا انہوں نے اپنے بھائیوں کا عذر کس طرح قبول کیا۔ سورۃ یوسف پ ۱۳ صفحہ ۹۵ بیان القرآن مطبوعہ تاج پبلشرز دہلی)

مسئلہ سلوک ۲ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو دعا مانگی فاطر السمٰوٰت والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلمًا والحقنی بالصالحین ۰۔

اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس سے دو مسئلے ثابت ہوا

(۱) المسئلۃ الاولیٰ خوف الانبیاء مع عصمتهم وامتناع الکفر علیھم فکیف یصح لغیرھم ان یغتر لصلاحہ

پیغمبروں کا خوف باوجود اپنی عصمت اور کفر کے محال ہونے اور حسنِ خاتمہ کے یقینی ہونے کے۔ پھر کیسے صحیح ہو سکتا ہے غیر نبی کے لئے کہ وہ اپنی وقتی صلاحیت سے دھوکہ کھا کر اپنے خاتمہ سے بے خوف ہو جاوے۔

(۲) والمسئلۃ الثانیۃ جواز تمنی الموت اشتیاقًا الیٰ لقاء اللہ تعالیٰ علیٰ تفسیر بعضھم۔ موت کی تمنا کا جائز ہونا بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں ہو۔ (سورۃ یوسف تفسیر بیان القرآن م

سالکین کے لئے ایک تنبیہ بعض سالکین اللہ تعالیٰ کے انعامات ظاہرہ و باطنہ کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے مجاہدے کئے ہیں تب یہ نعمت ملی ہے لیکن حضرت تھانوی بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

فان بعض المغترین المعجبین ینسبون کمالاتھم الی مجاھداتھم وھو عین الکفران۔

ترجمہ۔ پس بعض بے عقل صوفی لوگ عجب اور خود بینی میں مبتلا ہو کر حق تعالےٰ شانہٗ کی عطایا کو اپنے مجاہدات اور اعمال کی طرف منسوب کرتے ہیں جو سخت ناشکری اور کفران ہے۔ (رکوع ۲ پ ۱۳ سورۃ ابراہیم)

ایک اشکال اور اس کا جواب

کوئی کہے کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ نے تو اپنے اشعار میں اس طرح فرمایا ہے ؎

مے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب وجگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں۔

تو اس شعر کے اندر یہ بتایا گیا ہے کہ نسبت اور دولت باطنی تعلق مع اللہ کے اہتمام تقویٰ اور مجاہدات سے ملتی ہے۔ اور اہل اللہ کے ناز اٹھانے سے ملتی ہے جو اہل محبت ہی برداشت کر سکتے ہیں۔

؎ لاکھ جھڑکو اب کہاں پھرتا ہے دل
ہو گئی اب تو محبت ہو گئی
میں ہوں نازک طبع اور وہ تند خو
خیر یہ گذری محبت ہو گئی۔
قید کر صیاد یا اب ذبح کر
جان بلبل گل کی نکہت ہو گئی

مجاہدات تو ضروری ہیں لیکن عطائے حق کے لئے صرف بھیک کے پیالے ہیں۔ کوئی کریم اگر عطا کے لئے بھیک کا پیالہ لانے کی شرط لگا دے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بھیک کا پیالہ سبب عطا ہے۔

سبب عطا محض ان کا کرم ہے - یہی وجہ ہے کہ کبھی بدون پیالہ بھی عطا فرما دیتے ہیں - اور پیالہ بھی دیدیتے ہیں -

پیاسے کو پانی ملے اور بے پیاسے کو پیاس
اختؔر ان کے در سے ہے کوئی نہیں بے آس

بس سالک کو یہی کہنا چاہیئے کہ جو کچھ عطا ہوا وہ سب حق تعالیٰ کے کرم سے عطا ہوا ہمارے اعمال ہرگز اس عطا کے لئے عوض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کالی، چیچک رو، پائریا والی، بوڑھی اور بے دانت کی کھوسٹ عورت کو اگر اس کا چاند جیسا شوہر پیار کرلے تو یہ شاہزادے کا کرم اور حوصلہ اور بلندی اخلاق ہے - نہ کہ وہ مکروہ شکل بے کشش اس کا سبب ہے -

ایک عجیب حکایت عبرت آموز ایک لڑکی کی شادی ہوگئی - رخصت سے قبل محلہ کی لڑکیوں نے اس کو خوب سجایا، زیور پہنایا - اور کہا بہن تم کو مبارک ہو کہ تم بہت ہی اچھی معلوم ہو رہی ہو - وہ رونے لگی اور کہا کہ تمہاری تعریف سے کیا خوشی ہو جب شوہر اپنی نظر سے دیکھ کر خوش ہوجاویگا پھر خوشی ہوگی - فیصلہ تو اس کی نظر پہ ہے نہ کہ تمہاری نظر پہ - اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت مرشدی شاہ عبدالغنی صاحبؒ رونے لگے اور فرمایا کہ جب میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوجاویں گے اُس وقت کی ہماری خوشی اصلی ہوگی - اِس وقت مخلوق کی تعریف سے کیا ہوتا ہے فیصلہ تو حق تعالیٰ کی نظر سے ہوگا - غلام کی کوئی قیمت نہیں اگر مالک ناراض ہو -

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے
حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

سید سلیمان ندوی رحمہ

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا۔
نظر ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا۔
(خواجہ مجذوبؒ)

ضرورتِ مرشد پر فائدہ علمیہ برائے اہل علم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ پ۳

علامہ آلوسی رحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کی تفسیر یخرجہم سے ہے۔ یعنی حق تعالیٰ شانہٗ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔ مضارع کے صیغے سے یہ انعام عطا فرمایا ہے جس میں خاصیت تجدد استمراری کی ہے۔ ایسے حالات کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اٹھے اٹھ کر چلے۔

یعنی حق تعالیٰ شانہٗ اپنے دوستوں کو توفیق توبہ سے پاک فرماتے رہتے ہیں۔ اور دوسری آیت میں ارشاد ہے۔
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (پ۱۳۔ سورۃ ابراہیم)
اے موسیٰؑ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ۔
حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مقام پر حق تعالیٰ شانہٗ نے تاریکیوں سے نکالنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمائی۔

اسنادالاخراج الی النبی مع کون المخرج الحقیقی ھو اللہ تعالیٰ اقویٰ دلیل علی ان للشیخ مدخلاً عظیماً فی تکمیل المرید! پ۱۳

مسائل السلوک سورۃ ابراھیم بیان القرآن

باوجود اس کے کہ مخرج حقیقی اللہ تعالیٰ ہے پھر اخراج کی نسبت نبی کی طرف کرنا قوی دلیل ہے۔ اس بات کی کہ تکمیل مرید میں شیخ کو عظیم دخل ہے

سخت سنگین مقدمہ اور سخت پریشانی کا مجرب وظیفہ

حضرت مجدد الملت تھانویؒ نے برائے سنگین مقدمہ مجرب کی سرخی سے اس طرح لکھا ہے کہ سخت سے سخت مقدمہ کے لئے ان اسماء کا پڑھنا مفید ہے کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے - یہ وظیفہ ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ بطور ختم پڑھے - انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو- یہ عمل برائے افادۂ عام درج ہے - انشاء اللہ تعالیٰ بعد تجربہ کے بہت مفید ثابت ہوگا مکان اور کپڑے پاک ہونا چاہئے - خوشبو لگاویں - وہ اسماء یہ ہیں -

یا حلیمُ یا علیمُ یا علیُّ یا عظیمُ

(الطرائف والظرائف حصہ دوم ص۲۶)

جنت میں ڈاڑھی مونچھ نہ ہوگی۔ نوعمر نوخیز امرد کی طرح کمال عالم شباب ہوگا

ترمذی شریف سے حضرت معاذ رضؓ کی مرفوعاً روایت ہے کہ:-

یدخل اھل الجنۃ الجنۃ جرداً مرداً مکحلین ابناء ثلثین او ثلث و ثلثین - (روح المعانی پ۲۷ ص۱۴۳)

ترجمہ جنت میں اہل جنت اس طرح داخل ہوں گے کہ وہ مجرد ہوں گے۔ یعنی بال نہ ہوں گے - امرد ہوں گے یعنی بالغ ہونے پر ڈاڑھی مونچھ نکلنے سے

پہلے جو پرکشش پری رو شکل ہوتی ہے۔ اور آنکھیں کجلائی ہوں گی۔
یعنی کاجل لگی ہوئی معلوم ہوں گی اور عمریں تیس سال یا تینتیس سال کی ہوں گی

جنتی مرد کی طاقت | اور روایت میں ہے کہ ایک مرد جنتی کو سو مردوں کے برابر قوۃ مردانہ عطا کی جائے گی۔ (مظاہر حق ۴/۴۳۹، ترمذی۔ مشکوٰۃ۔

ایک اشکال اور اس کا جواب | بعض اہل محبت اور حسن کے عاشقین نے اشکال کیا ۔ کہ یہاں تو ہم ۱۸ سال سے ۲۰ سال تک کا شباب زیادہ پسند کرتے ہیں جو بقول جگر

ہائے وہ وقت کہ جب حسن پہ آتا ہے شباب
اُف وہ ہنگام کہ جب عشق جواں ہوتا ہے۔

اور وہاں جنت میں تیس اور تینتیس سال کی عمر میں تو عالم شباب علی المعرض زوال ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر وہاں کی نعمت کو قیاس نہ کیا جاوے وہاں اس عمر سے زیادتی عمر کا جو شبہ ہو سکتا تھا اس کا جواب علامہ آلوسی رحؒ نے تفسیر روح المعانی میں اس طرح دیا ہے۔ مذکورہ روایت کے آگے تحریر فرماتے ہیں۔ المراد بذالك كمال الشباب۔ یعنی اس سے مراد کمال شباب ہے (نہ کہ زیادتی عمر) (روح المعانی ص۱۴۳ پ۲۷)

ہماری مسلمان بیویاں جنّت کی حُوروں سے زیادہ حسین ہونگی

حضرت ام سلمہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ :۔

أ لنساء الدنیا افضل ام الحور العین ؟ قال نساء الدنیا افضل من الحور العین کفضل الظھارۃ علی البطانۃ ۔ قلت یا رسول اللہ و بم ذالک ؟ قال بصلاتھن وصیامھن وعبادتھن البس اللہ وجوھھن النور واجسادھن الحریر بیض الوجوہ خضر الثیاب ۔ الخ (روح المعانی پ ۲۷ ص ۱۲۶)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ مسلمان عورتیں جنت میں حوروں سے افضل ہوں گی ۔ جیساکہ اوپر کا کپڑا نیچے کے استر سے افضل ہوتا ہے ۔ عرض کیا ام سلمہ رضؓ نے کہ کس سبب سے ایسا ہوگا ؟ ارشاد فرمایا کہ ان مسلمان عورتوں کے نماز اور روزے اور عبادات کے سبب ان کے چہروں پر حق تعالیٰ خاص نور کا لباس ڈال دیں گے ۔ اور ان کے جسم کو ریشم کا لباس جو سبز رنگ کا ہوگا پہنا دیا جاوے گا اور روشن چہرے ہوں گے اور ان کا یہ ترانہ ہوگا ۔

الا نحن الخالدات فلا نموت ابداً الا ونحن الناعمات فلا نبأس ابداً ۔ طوبیٰ لمن کنا لہ وکان لنا (حوالہ بالا)

ترجمہ :۔ خبردار ہم ہمیشہ مع اپنے کمال حسن کے جنت میں رہیں گی ۔ اور کبھی ہم کو موت نہ آوے گی ۔ اور ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گی کبھی تنگدستی نہ آوے گی ۔ اور مبارک ہے وہ جنتی جس کے لیے ہم منتخب ہیں اور وہ ہمارے لئے ہے ۔

حوروں کی صفات

جنت میں بیویاں ہمیشہ بعد جماع باکرہ ہوجایا کریں گی!

انا انشأناهن انشاءً ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے

فجعلناهن ابکاراً - اور ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ:۔

ان المنشآت اللاتی کن فی الدنیا عجائز عمشاً رمصاً

جو عورتیں دنیا میں بوڑھی اور کم نظر کیچڑ بہانے والی آنکھوں والی ہونگی ان کو حق تعالیٰ جنت میں خاص عالم شباب عطا فرماویں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ۔ ان اهل الجنة اذاجامعوا النساء عدن ابکاراً۔

اہل جنت جب اپنی بیویوں سے جماع کریں گے تو بعد صحبت پھر وہ باکرہ ہوجاویں گی۔ (روح المعانی پ۲۷ ص ۱۴۲)

حل لغت رمص، کیچڑ بہانا۔ عمش۔ چوندھیانا۔

علامہ ابوحیان اندلسیؒ نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھا ہے کہ ان سے مراد حوریں ہیں۔ (کما فی الروح)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اسی آیت کی تفسیر میں ہر دو روایات کے پیش نظر تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ خصوصیات حوروں کے لئے اور دنیا کی عورتوں کے لئے دونوں کے لئے عام ہیں۔ (پ۲۷ بیان القرآن)

عُرُباً متحببات الیٰ ازواجهن (روح) یہ عورتیں اپنے شوہروں کو اپنے حرکات وشمائل اور نازو انداز حسن وجمال کے اعتبار سے نہایت دلکش معلوم ہوں گی۔ (بیان القرآن)

علامہ آلوسیؒ نے متحببات الیٰ ازواجھن سے تفسیر کی ہے۔
جس کا ترجمہ بھی نہایت ہی حسین کرتا ہوں۔ اپنے شوہروں سے اظہار محبت
کرنے والی ہونگی۔

تحبب :- اظہار محبت کرنا۔ (منجد)

اترابًا - مستویات فی سن واحد (روح) یعنی ہم عمر ہوں گی

حور عین - گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی - کامثال
اللؤلؤ المکنون - جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی چمکدار ہوتا ہے -

العین - جمع عیناءُ وھی عظیمۃ العینین

حور کے لغوی معنیٰ حور (سَمِعَ سے) آنکھ کی سفیدی کا بہت سفید
ہونا - اور سیاہی کا بہت سیاہ ہونا - حُوْر جمع
حوراء - عین جمع عیناء وھی البیضاء (روح پ۲۵ ص۳۵)

حور (نَصَرَ) سے - حیرت میں ڈالدینا - (منجد) یعنی ان کا حسن ناظرین کو
حیرت میں ڈالدیگا۔

چونکہ حوروں کا حسن حیرت زدہ کردے گا اس لئے ان کا نام حور ہے
اور آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی کمال درجہ کی ہوگی - یہ بھی وجہ تسمیہ ہے

سورۃ یٰسین کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد:۔

(۱) قلب القرآن (۲) عظیمہ (۳) المعمہ (۴) المدافعہ (۵) القاضیہ۔
تفسیر روح المعانی ص۲۰۸ پ۲۲ سے حسب ذیل فوائد درج کئے جا رہے ہیں۔ (۱) ان لکل شئ قلبا و قلب القرآن یٰسین۔
(مشکوٰۃ ص۱۸۷)

اور یٰسین قلب القرآن، بحوالہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، اور مسند امام احمد و طبرانی میں حضرت معقل بن یسار کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے اور سورۃ یٰسین قرآن پاک کا دل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۸۷)

(۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ یٰسین کا نام عالم غیب میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیمہ ہے۔ اور اس کی تلاوت کرنے والوں کا نام وہاں شریف ہے، اور شفاعت کرے گا اس کی تلاوت کرنے والا قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور مضر سے زیادہ۔ اور اس سورۃ کا نام المعمہ، اور المدافعہ اور القاضیہ بھی ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)

(۳) المعمہ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ یٰسین کا نام توراۃ میں المعمہ ہے کیونکہ یہ سورۃ تعم صاحبھا خیر الدنیا والآخرۃ۔ یہ سورۃ اپنے تلاوت کرنے والوں پر دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عام کر دیتی ہے وتکابد عنہ بلوی الدنیا والآخرۃ اور یہ سورۃ اپنے تلاوت کرنے والے کی طرف سے تمام بلائیں دنیا و آخرت کی اپنے اوپر اٹھا لیتی ہے۔ وتدفع عنہ اھاویل الدنیا والآخرۃ اور دنیا اور آخرت کی ہولناکیوں کو دفع کرتی ہے۔

(۴) **المدافعہ** اس سورۃ کا نام مدافعہ بھی ہے یعنی تدفع عن صاحبہا کل سوء۔ ہر برائی اپنے تلاوت کرنے والے سے دفع کرتی ہے۔

(۵) **القاضیہ** ای تقضی لہٗ کل حاجۃ۔ اس سورۃ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ حاجتیں بھی پوری فرما دیتے ہیں۔

(۶) وصح من حدیث معقل بن یسار لا یقرأھا عبد یرید اللہ تعالیٰ والدار الآخرۃ الا غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہٖ
اور روایت میں ہے کہ جو بندہ رضائے حق اور آخرت کے لئے اس کی تلاوت کرتا ہے اس کے تمام ماتقدم (اگلے) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۷) بروایت ترمذی و دارمی حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ من قرأ یٰسین کتب اللہ تعالیٰ بقراءتہا قراءۃ القرآن عشر مرات ولا یلزم من ھذ التفضیل الشیٔ علیٰ نفسہٖ اذالمراد بقراءۃ القرآن قراٰتہ دون یٰسین) جو شخص ایک بار سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے گا اس کو دس قرآن شریف کا ثواب ملیگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۸۷)

(بحوالہ روح المعانی)

طریقۂ دعا بعد تلاوت سورۃ یٰسین

جب تلاوت کر لے تو درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصال کر دے، پھر یوں دعا کرے کہ اے اللہ ہم نے آپ کے قرآن پاک کے قلب کی تلاوت کی ہے اس کی برکت سے ہمارے دل کو اللہ والا بنا دیجئے۔ اور ہمارا نام عالم غیب میں شریفوں کے ساتھ درج فرما دیجئے۔ اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہم پر عام فرما دیجئے کہ اس سورۃ کا نام معمہ ہے اور ہماری تمام بلائیں اور پریشانیاں دور فرما دیجئے کہ اس کا نام مدافعہ ہے اور اس کی برکت سے ہماری تمام حاجتیں پوری فرما

دیکھئے کہ اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضیہ بھی فرمایا ہے۔

تلاوت سورۃ ملک کے فوائد ــ سورہ ملک کے اور نام

روح المعانی پ۲۹ ص۲

(۱) المانعہ (۲) المنجیہ (۳) المجادلہ (۴) الواقیہ (۵) المنّاعہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سورۃ کو ہم مانعہ کہا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک قبر پر نادانستہ طور پر مکان بنا لیا گیا تھا کہ ایک دن قبر سے سورۃ ملک کی آواز آئی اور پوری سورۃ کی تلاوت صاحب قبر سے سنی گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا کہ یہ سورۃ مانعہ اور یہ سورۃ منجیہ ہے۔ جو اس کی تلاوت کرتا ہے اس کو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔

طبرانی اور حاکم سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے ایک شخص سے فرمایا کہ کیا ہم تجھ کو ایک تحفہ کی بشارت نہ دیں کہ تو اس سے خوش ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ سورۃ ملک کی تلاوت کیا کر۔ وعلمها اهلك و جميع ولدك وصبيان بيتك وجيرانك، اور تو اپنے اہل اور جمیع اولاد اور گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو بھی سکھا دے۔ فانها المنجية والمجادلة يوم القيامة عند ربها لقارئها وتطلب له ان تنجيه من عذاب النار وينجوا بها صاحبها من عذاب القبر۔ (الخبر)

پس تحقیق یہ سورۃ اپنے قاری کے لئے نجات دلانے والی ہے اور قیامت کے دن حق تعالیٰ سے جھگڑا کر کے بخشوانے والی ہے اور جہنم سے نجات کا اس کے لئے مطالبہ کرنے والی ہے اور اس کی تلاوت کی برکت سے تلاوت کرنے والا

عذاب قبر سے نجات پا جاوے گا۔

اور اس سورۃ کا نام واقیہ اور مناعہ ہے۔ (کذا فی الروح)

بحوالہ ترمذی۔ امام احمد۔ ابو داؤد، ابن ماجہ اور نسائیؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کتاب اللہ میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں۔ اور وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ اپنے پڑھنے والے کے لئے شفاعت کرے گی یہاں تک کہ وہ بخش دیا جاوے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر رات میں سورۃ الٓمٓ تنزیل سجدہ اور سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے اس کی تلاوت نہ سفر میں نہ وطن میں۔ اور اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ ان دونوں سورتوں کی تلاوت مستحب ہے۔

معمول حضرت علامہ آلوسیؒ | فرماتے ہیں کہ ہمارا معمول بھی ہے کہ یہ سورتیں پڑھا کرتا ہوں۔

والحمد لله الذی وفقنا لقراءتها كذالك منذ بلغت سن التميز الى اليوم واسئل الله تعالىٰ التوفيق لمايعد والقبول

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے بعض شروح بخاری میں دیکھا ہے کہ اگر اس سورۃ تبارک کو کوئی چاند دیکھتے وقت پڑھ لے تو پورے مہینہ کی تمام بلاؤں سے محفوظ رہیگا۔

قال آلوسیؒ ورأيت فى بعض شروح البخارى ندب قرأتها عند رؤية الهلال رجاء الحفظ من المكاره فى ذالك الشهر ببركة آيتها الثلاثين۔ (كذا فى الروح ص ۳ پ ۲۹)

اہل اللہ کی صحبت اور محبت کا ایک انعام مردودیت سے تحفظ بھی ہے

حضرت مجدد الملۃ حکیم الامت رح کا عجیب ارشاد!

حسن العزیز۔ ملفوظات اشرفیہ ص ۱۵-۱۶ مطبوعہ ملتان

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اس شعر کا کیا مفہوم ہے؟

؎ یک زمانے صحبتے با اولیاء + بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ترجمہ ایک ساعت اولیاء اللہ کی صحبت سو برس کی بے ریاء عبادت سے افضل ہے۔

فرمایا کہ صحبت اولیاء میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام (دائرہ اسلام و ایمان سے نکل جانا) کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ گناہ اور فسق و فجور سب کچھ اس سے واقع ہو جاوے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے، مردودیت تک نوبت کبھی نہیں پہنچتی۔ برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی نبذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔

یہی معنی ہیں اس شعر کے ؎

یک زمانے صحبتے با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز (یعنی اولیاء اللہ کی صحبت) جو مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردے (یعنی سوء خاتمہ سے نجات دلائے اور حسن خاتمہ کی دولت بخشے) ہزاروں سال کی ایسی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہو۔

اور فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں۔ یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے۔ مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے (یعنی ظاہر اور باطن کو سنت اور شریعت کے مطابق رکھنے کا اہتمام) اور فرمایا کہ پہلے میرا یہ خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں۔ ذکر وشغل کرتا رہے تو گو شیخ دور ہو کافی ہے۔ لیکن تجربہ سے اب یہ معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر وشغل کا شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔

تاثیر صحبت اہل اللہ محتاج دلیل نہیں

حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا تھانوی حسن العزیز ص۱۶۱ پر فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کا اثر ہے کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جا سکتی (بس یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مقناطیس میں کشش کا یہ اثر رکھا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر رکھا ہے کہ ان کی صحبت اثر کر ہی جاتی ہے۔ واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اور فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر ذکر وشغل کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب کے پاس رہ کر علاج کرائے اور دوسرا دور رہ کر صرف خط وکتابت سے علاج کرائے نفع میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا۔ صحبت شیخ میں انسان بدون ارادہ

غیر شعوری طور پر اس کے اخلاق کو جذب کرتا رہتا ہے۔ اور ایک مثال اور ہے وہ یہ کہ شوہر اور بی بی دور دور رہ کر خط و کتابت سے محبت کرتے رہیں تو کیا اولاد ہو سکتی ہے؟۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ صرف خط و کتابت رکھنے سے کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ البتہ ایک مرتبہ ایک عرصہ تک پاس رہ لے پھر خط و کتابت سے کام چل سکتا ہے۔ پھر ثمرات خاصہ کے لئے گاہے گاہے صحبتِ شیخ ضروری ہے۔

صحبت اولیاء اللہ مثل کیمیا بوٹی ہے

حضرت تھانوی رح اپنی ملفوظات کے آگے فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں کیمیا کا اثر ہے۔ جس طرح تانبہ پگھلا کر کیمیا کی بوٹی اس میں ڈالدیتے ہیں۔ تو سب سونا بن جاتا ہے اسی طرح ان حضرات کی صحبت میں اسی بوٹی کی طرح اثر ہے پتھر جیسے دل موتی بن جاتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ :

؎ گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی ... چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ:۔ اگر تم پتھر کی طرح بے حس ہو لیکن کسی اہل دل کے پاس جب ہو گے تو موتی ہو جاؤ گے۔

اللہ والوں کی صحبت اور عاشقانِ حق کی معیت سے

ایمان کی حلاوت کے علاوہ اعمال میں بھی حلاوت اور ذکرِ عاشقانہ کی توفیق ہوتی ہے

مسلم شریف کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
سبق المفردون قالوا: وما المفردون یا رسول اللہ۔ قال الذاکرون اللہ کثیرًا والذاکرات۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبقت لے گئے مفردون لوگ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر اللہ کرنے والی عورتیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اس کا ترجمہ فضائل ذکر میں یہ کیا ہے "اور جو عاشقانہ ذکر کرنے والے ہیں وہ لوگ بازی لے گئے"

مولانا جلال الدین رومیؒ بھی فرماتے ہیں۔

عام میخوانند ہر دم نام پاک　　　　این اثر نہ کند چوں نبود عشقناک

عام لوگ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک رٹتے ہیں مگر حلق کے اوپر سے

؎ مر او اری ولے بر لب نہ در دل۔ بہ لب ایماں بہ دل ایماں نداری

یہ ذکر جو صرف حلق کے اوپر سے نکلتا ہے اور درد بھرے دل سے نہیں نکلتا۔ نفع تو یہ بھی دیتا ہے مگر نفع کامل نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہ ذکر عشق سے بھرا نکلتا ہے تو پورا اثر کرتا ہے۔

عشقناک مولانا رومیؒ کی خاص لغت ہے۔ آپ نے خوفناک۔ غمناک، تشویشناک، دردناک، اندوہناک۔ تابناک، افسوسناک،

شرمناک، غرض بہت سے ناک سنے ہوں گے۔

لیکن واہ رے مولانا رومیؒ کیا لغت بیان فرمائی، عشقناک، بے شک مولانا اس کے مصداق تھے۔ سراپا عاشقِ حق تھے۔

مُفَرِّدُوْنَ ۔ کا ترجمہ عاشقانہ ذکر کرنے والے نہایت عمدہ ترجمہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عاشقانِ خُدا بازی لے گئے

؎ لوٹ آتے جتنے فرزانے گئے۔

تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

مستند رستے وہی مانے گئے

جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے

آہ نکلی اور پہچانے گئے

مفردون کا ترجمہ عاشقانہ ذکر کرنے والے کا ثبوت

علامہ محی الدین ابو زکریا نوویؒ نے شرح مسلم میں اس روایت کو دوسری روایت سے حل فرمایا۔ سبحان اللہ! الفاظ نبوت کو الفاظ نبوت سے حل فرمایا ہے۔

وجاء فی روایۃ ھم الذین اھتزوا فی ذکر اللہ ای لھجوا بہ۔ مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جھوم جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔

(نوویؒ شرح مسلم ج ۹ صـ۴)

حل لغت | اھتزاز۔ حرکت میں آجانا۔ لھج یلھج (س) فریفتہ ہونا۔ عاشق ہونا۔

(اخترؔ)

ہر وادیٔ ویراں میں گلستاں نظر آیا + قرباں میں تیرے نام کی لذت پہ خدایا

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے
وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے صبح سے ہی انتظارِ شام ہے
(سید سلیمان ندویؒ)

؎ نامِ حق چوں بر زبانم میرود + ہر بنِ موازِ عسل جوۓ شود
(مثنوی رومی)

جب حق تعالیٰ کا نامِ پاک زبان پر جاری ہوتا ہے تو ہر بنِ مو ہمارا شہد کا دریا بن جاتا ہے۔

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر (اختر)

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد
(دیوان شمس تبریزؒ)

اے دل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا جو شکر کا خالق ہے۔؟
اے دل یہ قمر زیادہ حسین ہے یا قمر کا بنانے والا۔؟

؎ لذت دو جہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے
دونوں جہاں لٹا کے بھی تیرا نہ حق ادا ہوا۔ (اختر)

ایسے عاشقانہ ذکر کرنے والوں کی صحبت میں جو رہتے ہیں ان کو بھی عاشقانہ ذکر نصیب ہو جاتا ہے اور عاشقانہ عبادت کی مٹھاس مل جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح بے نمازی نمازیوں میں رہنے سے نمازی بن جاتا ہے۔ اسی طرح غیرِ عاشقِ حق جب عاشقانِ خدا کی صحبت میں رہتا ہے تو ان کی صحبت کے فیضان سے عاشقِ حق ہو جاتا ہے۔ مناجات کی لذت، سجدوں کی لذت، تلاوت کی

لذت ان حضرات سے ملتی ہے - ان حضرات سے پوچھئے -
کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ -
اے اسیرانِ قفس میں نوگرفتاروں میں ہوں

ان حضرات سے پوچھئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کیسے محبوب ہیں؟
الرحمٰن فسئل بہٖ خبیرًا - حق تعالیٰ فرماتے ہیں ہماری شان کو ہمارے عاشقین عارفین سے دریافت کرو - کافر مشرک بے خبر کیا جانیں -
(بیان القرآن)

حضرت علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:-
ای فاسئل برحمتہٖ و تفاصیلھا عارفًا یخبرک -
اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی تفاصیل کسی عارف سے معلوم کرو جو تمہیں آگاہ کرے گا - (روح المعانی ج ۱۹ ص ۳۹)
حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار کر لیا اور ہم کو جو تلاوت میں لطف آتا ہے اگر تم لوگوں کو ملنے لگے تو گریبان پھاڑ کر جنگل بھاگ جاؤ -
اور فرماتے تھے کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا 'بی! اگر قرآن سننا ہو تو سنو ورنہ اپنا راستہ لو -'
چو حافظ گشت بیخود کے شمارد   بیک جو مملکت کاؤس و کے را
جب حافظ شیرازیؒ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی لذت سے مست و سرشار ہوتا ہے تو سلطنتِ کاؤس و کے کو ایک جو کے بدلے بھی شمار نہیں کرتا -
؎ دلے دارم جواہر پارہ عشق است تحویلش
که دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم -
حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ دہلوی سینے میں ایک ایسا دل

رکھتا ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کے موتی رکھتا ہے۔ مجھ سے بڑھ کر آسمان کے نیچے کوئی امیر سامان ہے؟ جو میں رکھتا ہوں۔

ہائے لیکن یہ دولت متکبروں کو نہیں ملتی اور دنیا پرستوں کو بھی نہیں ملتی

سرمد غمِ عشق بوالہوس را ندہند　　سوزِ غمِ پروانہ مگس را ندہند

اے سرمد عشقِ حق کا غم لالچی دنیا پرست کو نہیں عطا فرماتے۔ جس طرح پروانہ کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں ملتا۔

ایک عجیب لطیفہ مکھی کے پر ہیں مگر اس کا نام پروانہ اہلِ لغت نے نہیں رکھا۔ کیونکہ اس کے پر گندگی پر فدا ہوتے ہیں۔ اور پروانہ کو پروانہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پروں کی پرواز روشنی پر ہے۔ اس کے پر اس قابل ہیں کہ اس کو پروانہ کہا جائے۔

اسی طرح جو دنیا دار ہوتا ہے اس کو اہل دل نہیں کہتے اور جو اپنا دل اللہ تعالیٰ پر فدا کرتے ہیں ان کو اہل دل کہتے ہیں کہ دل کا حق ادا کیا گیا۔

احقر کا شعر ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پہ دیا جس نے جوانی کو

(اختر)

یہ سب کچھ علوم کی باتیں تو ہیں، مگر کام جبھی بنتا ہے جب کسی اللہ والے سے تعلق ہوگا۔

جب کسی سے لو لگالی جائے گی
تب یہ آشفتہ خیالی جائے گی۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے + کیوں آپ اہلِ عشق کی محفل میں آئیے

طالب کو فنائے رائے کیوں ضروری ہے؟

اہل اللہ اور مشائخ اور مرشدین کی صحبت کی نافعیت کے لئے چار شرائط ہیں۔	اولی الامر منکم سے مسئلہ تصوف۔ از علامہ آلوسیؒ

(۱) اطلاع حالات (۲) اتباع تجویزات (۳) انقیاد
(۴) اعتماد۔

؎ چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لئے
اطلاع و اتباع و انقیاد و اعتماد

نوٹ یہ فنائے رائے تربیت اور اذکار و نوافل میں مطلوب ہے نہ کہ فرائض اور سنت مؤکدہ اور واجبات میں۔ جیسا کہ بعض حقیقت سے بے خبر اس فنائے رائے کو شریعت میں دخل سے تعبیر کرتے ہیں

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں باب الاشارات کے ذیل میں لکھتے ہیں :-

(واولی الامر منکم) هم المشائخ المرشدون بامتثال امرهم فیما یرونہٗ صلاحًا لکم و تھذیبًا لاخلاقکم۔

اولی الامر کی اطاعت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اپنے مشائخ اور مرشدوں کے ان احکام کی اطاعت کی جاوے جو طالبین کی اصلاح اور تہذیب اخلاق کے لئے وہ کرتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی ۵ صنہ۸۳)

فوائد علمیہ متفرقہ

چھوٹے گناہ نیکیوں سے مٹ جاتے ہیں

فائدہ علمیہ (۱) ان الحسنات یذھبن السیئات (الآیۃ) المراد بالسیئات الصغائر بشرط اجتناب الکبائر۔ نیکیاں سیئات کو مٹا دیتی ہیں اس سے مراد صغیرہ ہیں بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کیا جاوے۔

فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات۔ سے تبدیل سیئات کے متعلق یہی جمہور اہل سنت کا اعتقاد لکھا ہے جو اوپر مذکور ہے۔
(روح المعانی پ۱۹ ص۱۶۹)

حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کا اعلان

فائدہ علمیہ (۲) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ای من کل مایقدح فیہ کالتحریف و الزیادۃ والنقصان وغیر ذالک حتی ان الشیخ المھیب لو غیر نقطۃ یرد علیہ الصبیان ویقول لہ من کان: الصواب کذا۔

وجوز غیر واحد ان یراد حفظہ بالاعجاز فی کل وقت کما یدل علیہ الجملۃ الاسمیۃ من کل زیادۃ ونقصان و تحریف وتبدیل، ولم یحفظ سبحانہ کتابا من الکتب کذالک بل استحفظھا جل وعلا الربانیین والاحبار فوقع فیھا ما وقع وتولیٰ حفظ القرآن بنفسہ سبحانہ فلم یزل محفوظاً

اولاً و آخراً۔

نحن نزلنا بصیغۃ الجمع تعظیماً لشانہ۔ وانا لہ لحافظون ای فی قلوب اولیائنا فھی خزائن اسرارنا۔

(روح المعانی پ۱۴ ص۱۶ ادہ ۵)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی ہر تحریف، زیادتی ونقصان وغیرہ سے حفاظت کریں گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ہیبت ناک شیخ بھی ایک نقطہ قرآن پاک میں تبدیل کردے تو ایک بچہ حافظ قرآن اس کی غلطی کو رد کردے گا اور بتادے گا کہ صحیح اسطرح ہے۔ چونکہ جملہ اسمیہ سے حفاظت کا وعدہ ہے اس لئے قیامت تک قرآن پاک کے الفاظ اور معانی میں تحریف نہ ہوسکیگی قرآن پاک سے قبل کسی آسمانی کتاب کا اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ نہ لیا تھا۔ بلکہ ان کی حفاظت وقت کے علماء اور احبار کیا کرتے تھے لیکن قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اس لئے ہمیشہ محفوظ رہیگا اول تا آخر۔ وانا لہ لحافظون۔ یعنی اس کی حفاظت ہم اپنے اولیاء کے قلوب میں کرینگے جو ہمارے اسرار کے خزانے ہیں۔

فائدہ علمیہ (۳) ہر تلوین مذموم نہیں بعض تلوین تمکین سے افضل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ شانہٗ۔ کل یوم ھو فی شان پ۲۷۔ کل یوم ای کل وقت من الاوقات ولحظۃ من اللحظات۔ واخرج البخاری فی تاریخہ وابن ماجہ وابن حبان وجماعۃ عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی ھذہ الآیۃ "من شانہ ان یغفر ذنباً ویفرج کرباً۔ ویرفع قوماً ویضع آخرین" زاد البزاز "ویجیب داعیاً"

وقیل ان اللہ تعالیٰ فی کل یوم ثلث عساکر، عسکر من الاصلاب الی الارحام وعسکر من الارحام الی الدنیا وعسکر من الدنیا الی القبور والظاهر ان المراد بیان کثرة شئونه تعالیٰ فی الدنیا فکل یوم علی معنی کل وقت من اوقات الدنیا۔

واستدل الشیخ الاکبر محی الدین قدس سرہٗ بقولہ سبحانہ وتعالیٰ وکل یوم هو فی شان، علیٰ شرف التلوین۔ روح المعانی پ ۲۷ ص ۱۱۰، ۱۲۸

ترجمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی اک نئی شان کا ظہور فرماتے ہیں۔ پس یوم بمعنیٰ دن نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر لحظہ تجلیات نو بہ نو کا ظہور مراد ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور کثیر جماعت نے حضرت ابوالدرداء رض سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی کی خطائیں معاف فرماتے ہیں۔ کسی کی تکلیف دور فرماتے ہیں۔ کسی قوم کو عزت و بلندی عطا فرماتے ہیں۔ اور کسی قوم کو ذلیل فرماتے ہیں اور بزار نے یہ زیادہ کیا ہے کہ اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے تین لشکر ہیں۔

- ★ ایک لشکر باپ کے اصلاب سے ماں کے ارحام میں آتا ہے۔
- ★ دوسرا لشکر ماں کے پیٹ سے دنیا میں وجود پاتا ہے۔
- ★ تیسرا لشکر دنیا سے قبروں میں جاتا ہے۔

مراد اس آیت سے یہ ہے کہ ہر وقت شئون مختلفہ کا ظہور بارگاہِ حق سے دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین اکبر نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے شرف تلوین پر۔

تشریح از احقر ہر تلوین مذموم نہیں جو تلوین حسن سے قبیح کی طرف ہوتی ہے وہ مذموم ہے اور جو تلوین حسن سے احسن کی طرف ہو تو وہ احسن ہے پس انتقال لونٍ من لونٍ اٰخر اذا کان من الحسن الی القبیح فھو مذموم واذا کان من الحسن الی الاحسن فھو محمود

شیخ اکبرؒ نے صوفیاء کرام کے اس قول کی اصلاح فرمائی ہے کہ ہر تلوین تمکین سے افضل نہیں۔ اگر نئی نئی شان ماضی کی شان سے احسن ہو تو وہ افضل اور اشرف ہے۔

فائدہ علمیہ (۴) اذا سلم المتلاقیان دفعۃ واحدۃ یجب علٰی کل واحد ان یرد علٰی صاحبہ

(مرقاۃ جلد ۹ صـ۵۵)

ترجمہ جب دو آدمی بوقت ملاقات ایک ہی وقت میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کہیں تو ہر ایک پر جواب وعلیکم السلام واجب ہو جائیگا۔

فائدہ علمیہ (۵) جب کوئی نماز بیٹھ کر پڑھے تو رکوع میں کتنا جھکنا چاہیئے؟ ۔ اس مسئلہ کو نہ جاننے کے سبب اکثر لوگ بالخصوص صاحب توند بلاوجہ مشقت اٹھاتے ہیں اور بہت زیادہ جھکتے ہیں کہ پیٹ دبنے لگتا ہے اور بعضے تو سرین بھی اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ مسئلہ صرف یوں ہے کہ اتنا جھکے کہ سر گھٹنوں کے مقابلے میں آجاوے جو بہت آسان ہے۔ علم صحیح سے آرام اٹھائیے۔

فان رکع جالسا ینبغی ان یحاذی جبھتہ رکبتیہ لیحصل الرکوع ولعل مرادہ انحناء الظھر عملاً بالحقیقۃ لا انہ یبالغ فیہ حتٰی یکون قریبا من السجود۔

(احسن الفتاوی ج ۳ صـ۳۱ طحطاوی علی المراقی صـ۱۲۵)

فائدہ علمیہ (۶) سجدہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کمر کو بالکل سیدھا رکھے۔ گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے کمر میں خم نہ آنے پاوے۔ اگر تھوڑا سا بھی جھکا تو تکرار رکوع لازم آویگا ضعفاء بوڑھے مستثنیٰ ہیں۔

قال فی الشامیة ویخر للسجود قائمًا مستویًا لا منحنیًا لئلا یزید رکوعًا اخری (رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۵) (احسن الفتاوی ج ۳ ص ۳۳)

فائدہ علمیہ (۷) جہری نماز میں سرًّا پڑھنا۔ اور سری نماز میں جہرًا پڑھنا تیس حروف کے برابر یا تیس سے زائد پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ پس انتیس حروف تک سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اور ۲۹ حروف الحمد للہ سے الرحمٰن تک ہوتے ہیں اگر اس کے آگے ایک حرف بھی پڑھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(احسن الفتاوی ج ۴ ص ۳۱)

فائدہ علمیہ (۸) علم پر عمل نہ کرنیوالا بالاجماع جاہل ہے

قال قتادۃ رض اجمع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل من عصی اللہ فھو جاھل (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۳۲)

ترجمہ: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔

فائدہ علمیہ (۹) بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد غفرانک یعنی مغفرت طلب کرنے کی ملا علی قاری رح نے دو حکمتیں بیان کی ہیں

۱۔ اتنی دیر تک ذکر سے محروم رہنے پر استغفار کیا گیا۔

۲۔ غذا کا معدہ میں داخل ہونے کے بعد راحت سے ہضم ہو کر

گندی چیزوں کے خارج ہونے تک جسم کے اندر جو عجیب انتظام رکھا گیا ہے اور ہم کو اس میں کچھ دخل بھی نہیں۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے استغفار کیا گیا۔

تیسری وجہ احقر عرض کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ستر کے کھلنے پر وساوس شہوات وغیرہ آگئے ہوں اور نفس نے ناجائز استلذاذ کر لیا ہو تو اس پر بھی استغفار کیا جاوے۔

فائدہ علمیہ (۱۰) رب اشعث ... مدفوع بالابواب الخ (حدیث مشکوٰۃ)

بہت سے مقبول بندے جو پراگندہ بال پراگندہ حال گرد وغبار والے ہر دروازہ سے دفع کیے ہوئے اگر قسم کھالیں کسی بات پر تو حق تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں۔

اشکال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو دروازہ دروازہ دھکے کھلاتے ہیں؟

جواب:- ہرگز یہ مطلب اس حدیث کا نہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ:-

لیس المراد منه ان یاتی ابواب ارباب الدنیا فیدفعونه فان الاولیاء محفوظون عن هذه المذلة۔ والمعنی انه لایدخله احد فی بیته لوفرض وقوفه علی بابه من غایة حقارته فی نظر الناس وذالك لما اراد الله ستر حاله عن الخلق۔

(مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۲)

ترجمہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ تعالیٰ اولیاء اللہ دروازہ دروازہ پھرتے اور دھکے کھاتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ ایسی ذلتوں

سے محفوظ ہیں ۔ بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگر فرض کیا جاوے کہ وہ کسی امیر کے دروازے پر کھڑے ہوں تو وہ حقارت کے سبب ان کو اپنے گھر میں اور محافل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اور یہ معاملہ ان اولیاء کے ساتھ ہے جن کو اللہ تعالیٰ شانہٗ مخلوق سے چھپا کر رکھنے کا فیصلہ فرماتے ہیں ۔

فائدہ علمیہ (۱) اللھم احینی مسکینا (الحدیث) اس دعا پر کہ اے خدا ہم کو مسکین زندہ رکھئے کیا کوئی آمین کہہ سکتا ہے ؟ بالخصوص مالدار تو یہہ دعا سن کر کانپ اٹھے گا ۔ تو بات یہ ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے ناواقفیت اس کا سبب ہے ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آدمی مفلس اور تنگدست ہو جاوے ۔

ملا علی قاریؒ اس حدیث کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ :-

اللھم احینی مسکینًا - ای اجعلنی متواضعًا لا جبارًا متکبرًا

حل لغت المسکین من المسکنۃ وھو التواضع علی وجہ المبالغۃ - (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۱)

ترجمہ اے اللہ ہم کو مسکین بنائیے یعنی ہم کو متواضع بنا دیجئے، جبار اور متکبر نہ بنائیے ۔ مسکین مسکنت سے ہے اور اس کا مفہوم غایت تواضع اور کمال فنائیت اور عبدیت ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

فائدہ علمیہ (۱۲) اسبالِ ازار چار وجوہ سے حرام ہے۔
(۱) من جهة الاسراف (۲) من جهة التشبه بالنساء (۳) من جهة التلوث بالنجاسة (۴) من جهة التشبه بوضع المتكبرين ۔ اسراف[۱] ۔ عورتوں سے[۲] مشابہت ۔ تلوث[۳] نجاست ، مشابہت[۴] متکبرین (فتح الباری کتاب اللباس ج ۱۰ ص ۲۶۴)

فیصلہ حافظ ابن حجر عسقلانی واما الاسبال لغير الخيلاء فظاهر الاحاديث تحريمه ايضاً
بدون تکبر کے بھی اگر ٹخنہ چھپائے تو بھی حرام ہے ۔ (بحوالۂ بالا)

فائدہ علمیہ (۱۳) بدون شملہ عمامہ باندھنا بھی مسنون ہے اور شملہ کے ساتھ باندھنا بھی مسنون ہے ۔ عمامہ (بکسر العین)

(مرقاۃ جلد ۸ ص ۲۵)

فائدہ علمیہ (۱۴) جس عورت کے متعدد شوہر ہوں گے وہ قیامت کے دن اچھے اخلاق والے کا انتخاب کرے گی ۔

(مرقاۃ جلد ۹ ص ۱۷۳)

فائدہ علمیہ (۱۵) امرد حسین کو دیکھنا ہر صورت میں حرام ہے خواہ فتنہ سے امن اور اطمینان ہی کیوں نہ ہو ۔ هذا هو المذهب المختار
يحرم النظر الى الامرد الحسن أمن الفتنة ام لا ۔ هذا هو المذهب المختار ۔ (مرقاۃ ج ۶ ص ۱۹۶)

فائدہ علمیہ (۱۶) الامام لا يسلم القوم اذا صعد المنبر ۔
امام جب منبر پر بیٹھ جائے تو سلام قوم کو نہ کرے ۔

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۷۰)

فائدہ علمیہ (۱۷) ما راٰه المسلمون حسناً فهو حسن ۔
یہ قول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا ہے - المراد بالمسلمین العلماء الاتقیاء۔ سب مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے اور مراد مسلموں سے علماء متقین ہیں۔
(مرقاۃ ج۲ ص۲۵۴)

فائدہ علمیہ (۱۸) جمہوریت اور سواد اعظم کیا ہے؟
حضرت حکیم الامت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ جس طرف حق ہو وہی سواد اعظم ہے خواہ ایک شخص ہو۔ جس طرح حضرت صدیق اکبر رض کا تنہا جہاد کا فیصلہ فرمالینا سواد اعظم تھا۔ پس سواد اعظم سے مراد بیاض اعظم ہے۔

فائدہ علمیہ (۱۹) ایک نصرانی کا اسلام لانا۔ ایک قاری نے تلاوت کی وایدھم بروح منه نصرانی نے کہا کہ یہی تو ہمارا مذہب ہے۔ منه سے مراد حق تعالیٰ کے جزء ہیں۔ قاری نے فوراً تلاوت کیا وسخر لکم ما فی السمٰوٰت والارض جمیعا منه، بس ایمان لایا۔

فائدہ علمیہ (۲۰) چند اسمائے الٰہیہ کے مفاہیم اور معانی

اَلْکَرِیْم : ھوالذی یُعطی بدون استحقاق ومنة
اَلْحَلِیْم : ھوالذی لا یعجل بالعقوبة (مرقاۃ)

کریم وہ ہے جو بدون صلاحیت اور استحقاق عطا فرمائے اور حلیم وہ ہے جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے۔

واحد اور احد کا فرق۔ واحد کا اطلاق کثیر پر بھی ہوتا ہے جیسے واحد مائةٍ - ایک سو- واحد الف :- ایک ہزار- اور احد کا اطلاق صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ (روح المعانی پ۳۰ سورۃ اخلاص)

الرحمٰن اور الرحیم کا فرق الرحمٰن حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور الرحیم کا مخلوق پر بھی استعمال جائز ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤف اور رحیم فرمایا گیا الرحمٰن کی رحمت کبھی الم اور تکلیف کے ساتھ بھی شامل ہو جاتی ہے جیسے دوائے تلخ پینا۔

رحمة الرحمٰن ایضاً قد تمزج بالالم کشرب الدواء الکرہ الطعم والرائحة فانه وان کان رحمة بالمریض لکن فیه مالا یلائم طبعه ورحمة الرحیم لا یمازجها شوب فهی محض النعمة ولا توجد الا عند اهل السعادات الکاملة۔

اللهم اجعلنا سعداء الدارین بحرمة سید الثقلین صلی الله علیه وسلم (روح المعانی پ ۱ ص ۸۲)

ترجمہ رحمٰن کی رحمت کبھی تکلیف مفیدہ کو شامل ہوتی ہے جیسے دوائے تلخ پینا مریض کے لئے رحمت ہے۔ لیکن کلفت بھی ہے برعکس رحیم کی رحمت کے کہ وہ خاص راحت ونعمت ہے اور یہ اہلِ سعادت حضرات کو عطا ہوتی ہے۔

اے اللہ ہم کو بھی دونوں جہاں کے سعیدوں میں شامل فرما۔ صدقے میں حرمت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

ملیک اور ملک کا فرق ملک۔ صاحبِ ملک، اور ملیک صاحب مملکت عظیمہ۔

قادر اور مقتدر کا فرق قادر۔ صاحب قدرت۔ اور مقتدر۔ صاحب قدرتِ عظیمہ۔

الصمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نام مبارک کے

معنی بتلاتے ہیں، المستغنی عن کل احد والمحتاج الیہ کل احد
صمد وہ ذات ہے جو سب سے مستغنی ہو اور سب اس کے محتاج
ہوں۔ (روح المعانی پ ۳۰)

القدوس۔ السلام القدوس جو ماضی میں عیب سے پاک ہو
السلام۔ جو مستقبل میں عیب سے
منزہ ہو۔ (بیان القرآن سورۃ حشر ماخوذ من تفسیر خازن)

السلام الذی یسلم اولیائہ من کل آفۃ فیسلمون من کل مخوف، وہ ذات جو اپنے اولیاء کو ہر آفت سے
محفوظ رکھے جس سے وہ ہر مخوف ڈرانے والے سے محفوظ رہیں۔
(روح المعانی)

الجبار اَلّذی یصلح احوال خلقہ بقدرتہ القاھرۃ
وہ ذات جو اپنی مخلوق کی ہر بگڑی اور خرابی کو درست کر دے
اپنی قدرت کاملہ سے۔ (روح المعانی و بیان القرآن)

المتکبر عظمت والا۔ (روح المعانی و بیان القرآن)

....

رؤف و رحیم کا فرق رأفۃ کی رحمت مضرت سے حفاظت کرنے
والی رحمت کا نام ہے، اور رحیم کی رحمت مفید
امور کو مہیا کرنے والی رحمت کا نام ہے۔

رأفۃ۔ شفقۃ و شدۃ الرحمۃ ومن آثارھا دفع المضار و
تاخیر الرحمۃ باعتبار ان آثارھا جلب المنافع والاول اھم
من الثانی (روح المعانی پ ۱۱ صہ ۵۲)

فائدہ علمیہ ۲۱، حضرت خضر علیہ السلام کی دُعا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا۔ ایک آدمی کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کر رہا تھا۔

يَا مَنْ لَا يُشْغِلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَّيَا مَنْ لَّا تُغْلِطُهُ الْمَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَّا يَتَبَرَّمُ بِإِلْحَاحِ الْمُلِحِّيْنَ اَذِقْنِيْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ۔ روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۲

میں نے کہا اے اللہ کے بندے دوبارہ یہ دُعا مجھے سناؤ۔ انہوں نے کہا کیا آپ نے سن لیا؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خضر کی جان ہے (اور یہ خضر ہی تھے) جو بندہ اس دعا کو ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں اور بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔

دعا کا ترجمہ اے وہ ذات کہ نہیں مشغول کرتا ہے اس کو کسی کی بات کا سننا کسی دوسرے کی بات سننے سے۔ اور اے وہ ذات کہ نہ غلطی میں ڈالے اس کو مسائل، اور اے وہ ذات کہ نہ پریشان ہو گڑگڑا کر مانگنے والوں کی الحاح سے۔ اپنی معافی کی ٹھنڈک مجھ کو عطا فرمائیے۔ اور اپنی رحمت کی حلاوت (مٹھاس) عطا فرمائیے۔

(روح المعانی جلد ۱۵ ص ۳۲۲)

تشریح انسان بیک وقت بہت سے آدمیوں کی بات نہیں سن سکتا اور حق تعالیٰ بیک وقت بے شمار مخلوق کی بات سنتے ہیں اور انسان بار بار مانگنے والے سے زچ (تنگ) ہو جاتا ہے اور حق

تعالیٰ شانہٗ بار بار مانگنے والوں سے اور الحاح کرنے والوں سے زچ و تنگ نہیں ہوتے بلکہ محبت فرماتے ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ

ستر ہزار بار جو پڑھ لے یا جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو جاوے گی —— ایک حکایت

قال الشیخ محی الدین بن العربی انہٗ بلغنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفاً غفر لہٗ ومن قیل لہٗ غفر لہ ایضاً فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجہ الاجمالی فحضرت طعاماً مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء فسئلتہ عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک وقال انی اراھا الآن فی حسن المآب۔ قال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

(مرقاۃ ج ۳ ص ۹۸)

مختصر ترجمہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے یا کسی کے لئے پڑھ لیا جاوے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور میں

یہ کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن کچھ احباب کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا جس میں ایک جوان جو کشف میں مشہور تھا رونے لگا میں نے سبب معلوم کیا تو کہا میری ماں کو عذاب ہو رہا ہے۔ میں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے پڑھے ہوئے کلمہ تہلیل سے ستر ہزار کا ثواب اس کی ماں کو دیدیا۔ بس فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں اپنی ماں کو بہتر ٹھکانے میں (یعنی جنت میں) دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ پس صحت حدیث کو میں نے پہچانا اسکے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو صحت حدیث سے۔

فائدہ احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ہر روز پانچ سو بار کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا جاوے تو پانچ ماہ میں پچھتر ہزار جمع ہو جاویگا اور ہر پانچ ماہ پر اپنے باپ دادا، نانا جس کو چاہئے بخشتے رہیئے۔ اس کلمہ کی قیمت عظیم الشان ہے۔ نوے سال کا کافر اس کلمہ کو پڑھ کر جنتی ہو جاتا ہے۔ (یعنی محمد رسول اللہ کے ساتھ پڑھ کر)

شکور کی تعریف اور حکایت عجیب

اللہ تعالیٰ شکور ہیں اور شکور کی تعریف مرقاۃ میں یہ ہے کہ:۔

الذی یعطی الاجر الجزیل علی الامر القلیل۔ جو قلیل عمل پر عظیم جزاء عطا فرماوے اس کو شکور کہتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:۔

ان رجلاً رئی فی المنام فقیل لہٗ ما فعل اللہ بک فقال حاسبنی فخفت کفۃ حسناتی فوقعت فیھا صرۃ فثقلت فقلت ما ھذا قال کف تراب القیتہ فی قبر مسلم۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۸۵)

ترجمہ ایک شخص کو خواب میں دیکھا گیا۔ دریافت کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا میرا حساب ہوا پس میں ڈر گیا کہ نیکیوں کا

پلہ ہلکا تھا۔ اچانک اس میں مٹی کی تھیلی آگری اور وزن نیکیوں کا بڑھ گیا میں نے عرض کیا کہ یہ تھیلی کہاں سے آگئی؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مٹی ہے جو تو نے کسی مسلمان کی قبر میں ڈالی تھی۔

لا الٰہ الا اللہ کا ثواب اور وزن ساتوں آسمان اور زمین سے زیادہ ہونے کا سبب

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال موسیٰؑ یارب علمنی شیئاً اذکرک بہ او ادعوک بہ فقال یا موسیٰ قل لا الٰہ الا اللہ فقال یارب کل عبادک یقول ھذا انما ارید شیئاً تخصنی بہ قال یا موسیٰ لو ان السمٰوٰت السبع وعامرھن غیری والارضین السبع وضعن فی کفۃ ولا الٰہ الا اللہ فی کفۃ لمالت بھن لا الٰہ الا اللہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۱)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے کوئی چیز سکھا دیجئے کہ آپ کو اس کے ذریعہ یاد کروں یا پکارا کروں، ارشاد ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار یہ تو ساری دنیا کہتی ہے میں تو کوئی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کے رہنے والے ہمارے علاوہ اور ساتوں زمین ایک پلہ پر رکھے جاویں (کِفّۃ بکسر الکاف) اور دوسرے پلہ پر ہمارا یہ کلمہ رکھ دیا جاوے لا الٰہ الا اللہ تو یہ پلہ بھاری ہو جاویگا ——— ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ کلمہ

لا الٰہ الا اللہ کے وزنی ہونے کا سبب یہ ہے کہ لان جمیع ما سوی اللہ تعالیٰ بالنظر الی وجودہٖ تعالیٰ کالمعدوم اذ کل شیٔ ھالک الا وجھہ والمعدوم لا یوازن الثابت الموجود۔ (مرقاۃ ج ۵ ص۱۱۱)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام موجودات فانی اور معدوم ہیں اور معدوم کو موجود کے ساتھ وزن نہیں کیا جاتا۔

تسبیح کا ثبوت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے (نزول حجاب سے قبل، نیز لازم نہیں پاس آنا رویت کو) اور اس کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جس سے وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ:۔

وھذا اصل صحیح لتجویز السُّبحۃ بتقریرہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فانہٗ فی معناھا اذ لا فرق بین المنظومۃ والمنثورۃ فیما یعدّ بہ ولا یعتد بقول من عدّھا بدعۃً وقد قال المشائخ انھا سوط الشیطان۔ وروی انہ رُؤی مع الجنید سبحۃ فی یدہٖ حال انتھائہٖ فسئل عنہ فقال شیٔ وصلنا بہٖ الی اللہ کیف نترکہٗ

ترجمہ و تشریح

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اصل ہے بزرگوں کے تسبیح رکھنے کی۔ پس تحقیق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت بھی جواز کی دلیل ہے خواہ تسبیح کے دانے الگ الگ ہوں یا پرو دیئے گئے ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ قول ناقابل توجہ ہے جو تسبیح کو بدعت کہتے ہیں۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ تسبیح شیطان کے لئے کوڑا ہے۔ یعنی غفلت نہیں پیدا ہونے دیتی۔

روایت ہے کہ حضرت جنید کو دیکھا گیا کہ جب وہ کامل ہو گئے تو ان کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی گئی۔ کہا گیا اب کیا ضرورت ہے؟ فرمایا اسی کی برکت سے تو واصل ہوئے۔ اس محسنہ کو کیسے چھوڑ دوں؟ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۱۵)

ذکر میں دل نہ لگنے کی شکایت کا جواب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ سے ان کے مرید نے شکایت کی کہ دل ذکر میں حاضر نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس بات کا شکر کرو کہ ایک عضو (زبان) کو ذکر میں اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے۔ اور دل کی توجہ کی دعا کرتے رہو۔

احقر عرض کرتا ہے کہ شکر پر وعدہ ہے زیادہ عطا فرمانے کا پس ذکر لسانی پر شکر کی برکت سے قلب کی حضوری کی نعمت بھی زیادہ عطا فرمانے کے وعدہ کے ساتھ آجاوے گی۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

جو شخص یہ چاہے کہ اسکا ثواب بہت بڑی ترازو میں وزن کیا جاوے۔ اس کو چاہئے کہ مجلس کے ختم پر یہ پڑھ لیا کرے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔ (فضائل ذکر)

ولی کس کو کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ولی بھی ہے الولی ـ ای المحب لاولیائه الناصر لهم على اعدائهم۔ ولی وہ ہے جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہو اور مدد کرتا ہو ان کی دشمنوں پر۔

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس کو ظلمات سے انوار کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔ الله ولی الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات الى النور الآية۔ علامہ قشیریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ جس بندے کو ولی بناتے ہیں اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ

ان یدیم توفیقہ حتی لواراد سوءً او قصد محظوراً عصمہ عن ارتکابہ ولو جنح الی التقصیر فی طاعتہ ابی الا توفیقاً لہ وتائیداً وھذا من امارات السعادۃ وعکس ھذا من امارات الشقاوۃ ومن امارات ولایتہ ان یرزقہ مودۃ فی قلوب اولیائہ فان اللہ ینظر الی قلوب اولیائہ فی کل وقت فاذا رأی فی قلوبھم لعبد محلاً ینظر الیہ باللطف واذا رأی ھمۃ ولی من اولیائہ لشأن عبد او سمع دعاء ولی فی شأن شخص یأبی الا الفضل والاحسان الیہ اجری بہ اللہ سنتہ الکریمۃ۔ وسمعت الشیخ اباعلی الدقاق یقول لوان ولیا من اولیاء اللہ مر ببلدۃ لنال برکۃ مرورہ اھل تلک البلدۃ حتی یغفر اللہ لھم ومن خصوصیات الولایۃ ان اھلھا منزھون عن الذل۔ فاولیاء اللہ تعالیٰ دائماً مستغرقون فی عز مولاھم فی دنیاھم واخراھم رضی اللہ عنھم وجعلنا منھم بمنہ وکرمہ۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۹۲)

ترجمہ ولی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے خاص توفیق شامل حال رکھتے ہیں جس کا فیض یہ ہے کہ اگر وہ ارادہ بھی کرے کسی برائی کا یا غیر شرعی فعل کا تو اس کی حق تعالیٰ حفاظت رکھتے ہیں اسکے ارتکاب سے اور اگر عبادت و ذکر میں سستی کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسکو سستی سے روک دیں گے اپنی خاص توفیق اور تائید سے۔ یہ تو علامات سعادت ہیں اور اس کا عکس علامات شقاوت سے ہے۔

اور ولی کی علامت سے یہ بھی ہے کہ اپنے اولیاء کے قلوب میں اس

کی محبت ڈالدیتے ہیں۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب پر ہر وقت نظرِ عنایت رکھتے ہیں۔ پس جب کسی بندہ کے ساتھ تعلق اور محبت اس میں دیکھتے ہیں تو اس کو بھی نگاہ لطف سے نواز دیتے ہیں۔ اور جب کسی اپنے ولی کی توجہ کو کسی بندہ پر دیکھتے ہیں یا کسی بندہ کے لئے اپنے ولی کی دعاء کو سنتے ہیں تو اس پر اپنے فضل و احسان کو جاری فرما دیتے ہیں اور یہی ان کی سنت جاریہ ہے۔

اور میں نے شیخ ابو علی دقاقؒ سے سنا ہے کہ اگر کوئی ولی اللہ تعالیٰ کا کسی شہر سے گذر جاوے تو اس بستی کے لوگ اس کے فیض سے محروم نہ رہیں گے اور اس کے مرور (گذرنے) کی برکت سے بخشدیئے جاویں گے۔

اور حق تعالیٰ کی ولایت کی خصوصیات سے یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اولیاء کو ذلت سے بچاتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی عظمتوں میں وہ غرق رہتے ہیں۔ پھر ان کو ذلت کیسے چھو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان ہی کے زمرہ میں شامل فرمادیں اپنے احسان و کرم سے۔

ایک علمی فائدہ

احقر کو خطبہ نکاح کے بارے میں النکاح من سنتی ومن رغب عن سنتی فلیس منی پر اشکال تھا کہ اس روایت کو ایک جگہ نہ پایا۔ مشکوٰۃ میں باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل اول کی حدیث بروایت حضرت انس رضؓ کا نمبر تھا تو وہاں صرف اتنی عبارت ہے ومن رغب عن سنتی فلیس منی (متفق علیہ) اس لئے النکاح من سنتی کے بعد وفی روایۃ اخریٰ سے ومن رغب عن سنتی فلیس منی کو مناسب سمجھتا تھا۔ لیکن کنز العمال میں یہ روایت ایک ساتھ مل گئی۔

عن عائشۃ رضؓ النکاح سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی الخ -(ابن ماجہ، دکنز العمال ج ۱۶ ص ۲۷۱)

بعض اقوال کی تحقیق

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ ج ۱ ص ۱۵۰ پر اسکو حدیث فرمایا۔ لیکن اپنی موضوعات کبیر ص ۸۲ میں تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہؒ نے اس کو موضوع کہا ہے اور علامہ نوویؒ نے بھی انہ لیس بثابت فرمایا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے اور علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی پ ۳۰ ص ۱۷۵ پر یہ عبارت تحریر فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ والناس یزعمونہ حدیثاً ولیس کذالک کما قال النووی انہ لیس بثابت۔

حب الوطن من الایمان

حب الوطن من الایمان ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر ص ۳۵ پر اس عبارت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور لا اصل لہٗ فرمایا ہے

موتوا قبل ان تموتوا

(مرجاؤ مرنے سے پہلے) حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا ہے کہ:-

انہ غیر ثابت یہ ثابت نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول صوفیہ کا ہے۔

قلت ھو من کلام الصوفیۃ۔ موضوعات کبیر ملا علی قاریؒ ص ۸۵

بزرگوں کے اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ:- موتوا اختیاراً قبل

ان تموتوا اضطرارًا والمراد بالموت الاختیاری ترک الشهوات واللهوات وما یترتب علیها من الذلات والغفلات ۔

مرنے سے پہلے مرجانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشات غیر شرعیہ کو ترک کردو۔ مرنے کے بعد تو مجبورًا چھوڑنا ہی پڑے گا۔ جیتے جی زندگی میں چھوڑدو گے تو اجر عظیم پاؤ گے اور مر کے چھوڑا تو یہ مجبوری کا چھوڑنا ہوا جس پر زجر عظیم کی وعید ہے۔

چند فوائد علمیہ ارشاد فرمودہ حضرت حکیم الامت تھانوی رح

ترکِ تعلق اولادِ فاجر یا بیوی فاجرہ سے واجب نہیں

دعائے قنوت میں ہے کہ

وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ۔ اس عبارت سے عوام بعض علماء اور مشائخ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی فلاں اولاد بے نمازی اور فاجر ہے مگر پھر بھی ترکِ تعلق نہیں کرتے ۔ تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح فرماتے ہیں کہ یہاں فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے نہ کہ فجورِ عملی۔ پس صحیح العقیدہ اولاد سے ترک تعلق واجب نہیں اگرچہ فاسق فاجر ہو

(الطرائف والظرائف مصنفہ حکیم الامت تھانوی رح)

شامی ج ۵ ص ۳۰۳ پر لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ درج ہے یعنی نافرمان بیوی کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں ۔

حضرت حسن بصری رح کی حضرت علی رض سے ملاقات

حضرت علی رض سے حضرت حسن بصری رح کی ملاقات اور روایت ثابت ہے ۔ لیکن حجاج بن یوسف چونکہ حضرت علی کا دشمن تھا اس لئے اس کے خوف سے آپ کا اسم گرامی ظاہر نہیں کیا ۔ واللہ اعلم

(الطرائف والظرائف ص۱۴۲)

کفارۂ غیبت

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ غیبت کی خبر اگر مغتاب کو نہ پہنچے تو استغفار و توبہ کافی ہے۔ مغتاب سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ غیبت کے حق العباد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مغتاب کی اس سے بے آبروئی ہوئی تو یہ وجہ خبر پہنچنے سے قبل بھی متحقق ہو گئی پھر استغفار کیسے کافی ہوگا؟

جواب

جس کو اصول شرعیہ سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اصل وجہ حق العبد ہونے کی یہ ہے کہ مغتاب کو ایذا ہوئی اور وہ موقوف ہے ایذاء پہنچنے پر، باقی بے آبروئی ہونا یہ معصیت ضرور ہے لیکن اس کا تدارک معاف کرانے پر موقوف نہیں۔ بلکہ جن جن کے سامنے غیبت کی ہے ان کے روبرو اپنی تکذیب کرنا کافی ہے۔ اور یہ تکذیب بھی استغفار اور توبہ کا جزء ہے۔

لان التوبة بحسب المعصية السر بالسر والعلانية بالعلانية

اور جس صورت میں استحلال ضروری ہے اگر ممکن نہ ہو تو مغتاب کیلئے استغفار تدارک ہے۔ اور حدیث کفارہ کا محمل یہی تعذر ہے۔

(الطرائف والظرائف ص۲۴ ۳ رجب سنہ ۱۳۴۳ھ)

حدیث کفارۂ غیبت

ان من كفارة الغيبة ان تستغفر لمن اغتبته تقول اللهم اغفر لنا وله — رواه البيهقي (مشكوٰة ص۴۱۵)

عفیف کون رہتا ہے؟

گناہ سے بچنے میں پہلے مجاہدہ ہوتا ہے پھر اس کو ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہے من يستعف يعفه الله (از مکاتیب رشیدیہ ص۶۹) ترجمہ جو عفیف رہنے کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو

عفیف رکھتے ہیں۔

عافیت کاملہ عافیت کاملہ کا تعلق عفو سے ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یا عباس یا عم رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سل العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ ـــــ (رواہ الترمذی)

اے عباس اے چچا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کے حق تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگیے دنیا اور آخرت میں۔

بلائیں آتی ہیں گناہوں سے جب معافی ہوگئی تو بلا کیوں آویگی!

نیند سے جلد بیدار ہونے کا وظیفہ نیند سے نماز فجر قضا ہونا۔ جلد اٹھنے کے لیے سوتے وقت یہ وظیفہ پڑھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم، الخ۔ سورۃ کہف کی آخری آیتیں سب پڑھ لے اور سوجاوے۔ انشاء اللہ جلد آنکھ کھل جاوے گی۔

(الطرائف والظرائف صـ۸۵)

کیفیات روحانیہ اور مادیہ کا فرق کیفیات روحانیہ اور کیفیات مادّیہ میں فرق یہ ہے کہ اول کا تعلق مادّہ سے نہ ہوگا اور دوسرے کا تعلق مشروط ہے مادّہ کے ساتھ۔

(الطرائف والظرائف)

علمار کا لباس علماء اور فقہاء کو طویل عمامہ اور وسیع لباس (طویل وعریض) پہننا مستحسن ہے۔

یحسن للفقھاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ

لبس لام پر ضمہ۔ پہننا اور لام پر فتحہ۔ التباس (منجد)

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف بھاگ کر آجاؤ۔ جب ہوائی جہاز طوفان میں پھنستا ہے تو پائلٹ رفتار کو تیز کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کو خواہشات نفس اور گردو پیش کے جاذب اسباب غیر اللہ سے نجات کا راستہ اور اپنے قرب کا طریقہ ارشاد فرما دیا کہ معمولی رفتار سے آؤ گے تو غیر اللہ تمہیں پھنسا لیں گے۔ تیز رفتار سے ہمارے پاس دوڑ کر آجاؤ۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی اس آیت میں جو محبت کی شان بندوں کے ساتھ پوشیدہ ہے اس کا کچھ اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ ایک دن احقر اپنے پوتے کو جس کی عمر ۵ سال کی ہے بلا رہا تھا اور دل چاہتا تھا کہ وہ جلدی سے بھاگ کر میری گود میں آجاوے مگر وہ آہستہ رفتار سے ناز و نخرے کرتا ہوا آرہا تھا اور ہم کو اس کی رفتار سے کلفت ہو رہی تھی غلبۂ محبت سے دل چاہتا تھا کہ جلد آجاوے اور ہم اس کو آغوش شفقت آغوش رحمت اور آغوش محبت میں لے کر پیار کریں۔ اور بار بار ہم اس سے کہہ رہے تھے بھاگ کر آجا بھاگ کر آجا۔ دوڑ کر آجا۔ اسی وقت دل میں اس آیت کا خیال آیا "فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ" بھاگ کر میری طرف آجاؤ۔ کہاں غیر اللہ میں قرار پا رہے ہو۔ ارے ان سے فرار اختیار کرو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ سمت قبلہ درست کرو، پھر فرار میری طرف اختیار کرو اور میرے پاس جو قرار ہے۔ اس کو تو جانِ انبیاء اور جانِ اولیاء محسوس کرتی ہیں۔ اگر تم سمت قبلہ درست کر کے پہلا قدم جب میری طرف فرار کا اختیار کرو گے اسی وقت ایسی بہار محسوس کرو گے جیسے کہ دوزخ سے جنت میں آگئے۔

دہریت اور بددینی کی راہ سے راہِ حق کی طرف

گمراہ کن اور گمراہ زندگی کا علاج

غیر اللہ سے تعلق اور عشق مجازہ عذابِ الیم ہے۔ جس پر حضرت حکیم الامت تھانوی کا رسالہ " تمییز العشق من الفسق " ہے۔ فسق کا نام عشق اور فاسق کا نام عاشق ہے۔ یہ دھوکہ اس لئے لگا ہے:۔ افمن زین له سوء عمله فراٰه حسناً شیطان نے ان کے بُرے اعمال کو (مثلاً زنا۔ لواطت، سینما، ٹی وی، وی سی آر، وغیرہ) ان کی نگاہوں میں مزیّن کر دیا ہے۔ خوبصورت دکھا دیا ہے۔ پاخانے پر چاندی کا ورق لپیٹ کر کیوڑہ اور عطر لگا رکھا ہے۔ لیکن دراصل پیشاب پاخانے کے مراکز ہیں یہ وی سی آر، ٹی وی کے رنگین پروگرام۔ یہ سینما بینی، فلم ایکٹرس کی اداؤں کے نشے جس کو شہوت کے بھوت نے اس قدر اہمیت دے رکھی ہے کہ اپنے مالک اور خالق کو بھولے ہوئے ہیں۔ قبروں میں اترنے کے بعد وی سی آر اور سینما ہال اور رنگین ڈانس کا مآل نظر آجاوے گا۔

؎ جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ۔
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

اہل حق اور اہل باطل کا فرق عقل کی کسوٹی پر

ہر زمانے کے دہریئے، منکرینِ خدا، منکرین آخرت نے اپنی زندگی تباہ کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی اپنے نظریات سے تباہ کرنے کی کوشش کی، لیکن جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے غور کیا کہ عقیدۂ آخرت، عقیدۂ توحید و رسالت، عقیدۂ اسلام کے نظریات پیش کرنے والے پاکیزہ حیات

پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے حامل ہیں۔ اور ان کی صداقت و امانت پر دنیائے کفر نے بھی گواہی دے کر اپنی عداوت کا سبب صرف اپنی نفسانیت اور خوئے باطل پرستی کے تاریک پسند ذوق کو ثابت کرتے ہوئے ان کی پاکیزگی کا اقرار کیا ہے پس ان کی خبروں کو تسلیم کرنا عقل کے نزدیک قابل فلاح و کامیابی اور حق پسندی ہو گی۔ یا ان لوگوں کی خبروں کو تسلیم کرنا جو دہریت اور کمیونسٹیت اور سوشلزمیت پھیلانے والے ہیں جن کی پتلون میں کافی مقدار پیشاب جذب ہوتی ہے جو استنجا بھی کرنا نہیں جانتے۔ چوری، ڈاکہ۔ زنا۔ شراب ہیروئن۔ قتل اور جھوٹ سے باز نہیں آتے۔ سور، کتے بلکہ آدمی کا گوشت بھی کھانے سے دریغ نہیں کرتے۔ ان جیب کتروں اور اسمگلروں اور بدمعاشوں کی بات ماننے میں اپنی فلاح اور حقیقت رسی کی امید کرتے ہو، یا دوسری طرف بندوں کو اپنے مالک حقیقی سے رابطہ کرانے والی خبریں بیان کرنے والے انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والے اولیاء کرام کی پاکیزہ حیات و کردار و اخلاق عالیہ کے حاملین کی باتوں کے تسلیم کرنے میں حق تک رسائی کی امیدیں رکھتے ہو۔؟

دو متضاد خبریں دینے والوں کو ذرا آنکھ بند کر کے تصور کریں کہ ایک طرف ٹائی، کوٹ پتلون والے، شراب پینے والے اور سور کھانے والے کھڑے ہیں۔ دوسری طرف مقدس اور پاکیزہ حیات والے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی جماعت ہے۔ جن کی صورتوں سے اللہ تعالیٰ کے انوار برستے ہیں اور دوسری طرف کی صورتوں سے شیطانی ظلمت کے سائے گرتے ہیں عقل خود فیصلہ کر دے گی کہ کس کی بات ماننے میں فلاح و کامیابی ہے

ڈاروِن کی تھیوری کا انجام

دہریت کی بلند پروازی اور ان کی مضحکہ خیز تحقیق۔

ڈاروِن صاحب نے اپنا ایک نسب نامہ پیش کیا ہے اور جن کے پیش کردہ شجرہ پر بہت سے عقل وفہم کی سلامتی سے یتیم اور اپنے خالق ومالک کی عطا فرمودہ روشنی سے ناآشنا اور محروم اور بزعم خود دانشوران زمانہ کے امام بے وضو نے بہت داد تحسین پیش کی۔ لیکن ذرا ایک صاحب نسبت اور حامل نورِ حق قلب کی زبان کا جواب سنیئے

ارشاد حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رح

مع تشریح از احقر

سُنا ہے کہ ڈاروِن کی تحقیق ہے کہ انسان دراصل بندر تھا اور ہم لوگ بندر ہی کی اولاد ہیں۔ پہلے اس کی دُم اس طرح جھڑی کہ اس کے بواسیر ہوئی۔ اور بے پناہ خارش ہوئی۔ اس بندر نے ایک کھردرے پتھر پر خارش کی تسکین کے لئے دُم کی جڑ کو رگڑا۔ رگڑتے رگڑتے دم غائب ہوگئی۔ پھر اور ترقی ہوئی۔ جب خارش پھر بھی نہ اچھی ہوئی تو بے چینی سے اگلے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر شور خارش مچاتا ہوا بھاگنے لگا حتی کہ اس کی عادت انسان کی طرح چلنے کی ہوگئی۔ پھر اسی بدحواسی میں اس کی بندر والی کھر۔ کھر ارتقائی تبدیلی حاصل کرتے ہوئے انسانی آواز کے مثابہ ہوگئی اور پھر وہ انسان کی صورت میں ہو کر انسانی آواز سے باتیں کرنے لگا۔

اس قسم کے نزلیات کا جواب دینے کے لئے بعض نا پختہ علم وعقل نے

قلم اٹھائے اور جواب بھی لکھ مارا۔ اور ان کی ہوگا ہوگی سے بعض لوگ بڑے خوش ہوئے۔ ہر گری پڑی چیز کا کوئی تو اٹھانے والا ہوتا ہی ہے۔ مگر واہ رے ہمارے حکیم الامت کیا جواب تحریر فرمایا ہے۔ سنئے فرماتے ہیں کہ :-

ہر انسان کو اپنا خاندانی نسب نامہ اور شجرہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں بندر کی اولاد ہوں تو اس کا جواب دینے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی-؟ ہم خوشی سے تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بے شک بندر کی اولاد ہیں- بلکہ اس سے بڑھ کر آپ اگر دعوی کریں کہ میں سور کی اولاد ہوں- کتے کی اولاد ہوں تو ہم کو تسلیم کرنے میں صف اول میں پاؤ گے اور ہم کہیں گے کہ ہاں ہاں بالکل ٹھیک کہتے ہو تم واقعی بندر یا سور کی اولاد ہو۔ ہم آپ کا خاندانی شجرہ اور نسب نامہ قبول کرتے ہیں - اس کے لئے تردید کی کیا ضرورت پیش آئی - ہر شخص کو اپنا خاندانی شجرہ پیش کرنے کا معقول حق ملنا چاہیئے البتہ ہم اپنا شجرہ بھی پیش کرتے رہیں گے کہ ہم الحمدللہ- اللہ تعالی کے فضل وکرم سے پیغمبر زادے ہیں - ہم کو ہمارے خالق ومالک نے یا بنی آدم پکارا ہے - تو ہم پیغمبر زادوں اور شریف زادوں کو کیا پڑی ہے کہ بندر اور سور، یا کتوں کی اولاد والے شجرہ اور نسب نامہ پیش کرنے والوں سے جھک ماریں۔

ڈارون صاحب کی تحقیق پر جو لوگ اپنا شجرہ اور خاندان ان سے ملانے کے لئے پیش رفت کرنا چاہیں ہم ان کی پیش روی میں ذرا بھی حائل نہ ہوں گے۔ اور نہ ان کے خلاف کبھی قلم اٹھانے کی ضرورت پیش سمجھتے ہیں۔

ایک مجرب عمل برائے عافیت اہل وعیال

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال اور مال کے بارے میں خوفِ ضرر رہتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا صبح وشام یہ پڑھ لیا کرو۔

بسم اللہ علیٰ دینی وَ نفسی وولدی واھلی ومالی۔

چند دن کے بعد یہ شخص آئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا اب کیا حال ہے۔ عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا میرا سب خوف غائب ہوگیا۔

(کنز العمال جلد ۲ ص ۶۳۶)

ٹی وی کے نقصانات

ٹی وی کے بارے میں اس ناکارہ کا خیال معلوم کیا گیا ہے۔ احقر کے نزدیک ٹی وی روح کے لئے ٹی بی ہے۔ جس کو دیکھ کر چوری۔ ڈاکہ۔ مار دھاڑ۔ فضائی قزاقیت۔ حسن وعشق کی رنگ رلیاں۔ تقاضائے زنا کاری جیسے تمام معاشرتی جرائم کو ہمارے نوجوان طلباء اور طالبات گھر بیٹھے سیکھ لیتے ہیں۔ بعض نادان تعلیم یافتہ طبقہ جہل مرکب کا گرفتار اس کی تصاویر کو عکس کہہ کر ان ابلیسی کارناموں کی تائید بے جا سے معاشرہ کو صراط مستقیم کی مخالف سمت کی طرف دھکیلنے میں مصروف ہے حالانکہ نامحرم عورت کو خواہ تصویر ہو یا عکس ہو یا اخبار کی فلمی دنیا ہو یا پانی پر یا کسی آئینہ پر دیکھنا ہر حال میں حرام اور ناجائز ہے۔

نیز آنکھوں کی بینائی کو خراب کرنے اور کمزور کرنے میں ٹی وی کا ردعمل ہر عام وخاص مشاہدہ کر رہا ہے اور ڈاکٹر بھی آنکھوں کے مریضوں

کو منع کرتے ہیں۔ میرے متعدد دوستوں نے بتایا کہ جب ہم ٹی وی دیکھتے تھے تو خیالات شہوت اور زنا کے ہمکو سخت پریشان رکھتے تھے اور جب سے توبہ کرلی قلب کو نہایت سکون ملا۔

دو اشعار اس کی مذمت میں ابھی ابھی موزوں ہو گئے جو درج ذیل ہیں

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کے شکار
جُرم چوری۔ جرم ڈاکہ جرم عشق زلف یار
دوستو ٹی وی کو دیوٹ کر کے پھر دیکھو بہار
دل میں اپنے چین وراحت کی فضا تے سازگار

بے ساختہ چند سطور احقر نے عرض کردی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس لعنت سے امت مسلمہ کو جو بصورت بہار نشریات بباطن بربادی خشریات ہے نجات عطا فرمادیں۔ آمین۔

حبیب نجارؒ کی عاشقانہ جرأت

اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ الآیۃ:۔ میں ایمان لایا تمہارے رب پر۔ تمہارے رب کا عنوان مخاطبین کی دلجوئی کے لئے ہے۔ جیساکہ وعظ وہدایت اور دعوت کے لیے حکمت کا مقتضا رہے۔ ورنہ اٰمَنْتُ بِرَبِّیْ بھی کہہ سکتے تھے۔ مگر ظالموں نے حبیب نجار کو شہید کر دیا۔ اور اس دل جوئی کا عنوان بھی قلوب اشقیاء پر مؤثر نہ ہوا۔ اور فاسمعون میں عاشقانہ جرأت ہے۔ عاشق صادق ملامت سے بے خوف ہو جاتا ہے "لا یخافون لومۃ لائم" عاشقوں کی شان ہوتی ہے۔

نعم ما قال الرومی۔

من علم اکنوں بصحرا می زنم
یا سر اندازی دیا روئے صنم

مانمی خواہیم ننگ و نام را
گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں

عشق عاشق بادو صد طبل ونفیر عشق معشوقاں نہاں است وستیر

ترجمہ میں محبت کا جھنڈا میدان میں نصب کروں گا۔ یا تو سر فدا کردونگا یا محبوب کی ملاقات کروں گا۔ ہم ننگ اور نام نہیں چاہتے اگرچہ عقل پرست کے نزدیک میری عرفی بدنامی بھی ہو۔ عاشق کا عشق ہوا اور ڈھول ونفیر کی طرح علانیہ ہوتا ہے اور محبوب کی محبت پوشیدہ اور مستور ہوتی ہے۔

سید احمد شہیدؒ نے بالاکوٹ میں نجف خان کے اس مشورہ کا کہ سکھوں کی فوج زیادہ ہے۔ مجاہدین کی تعداد کم ہے۔ آپ کسی راہ سے اپنے ساتھیوں کو لے کر فرار ہوجائیے۔ تو کیا جواب لکھا تھا۔ سبحان اللہ۔ تحریر فرمایا کہ۔

"کفار کی اکثریت کے خوف سے فرار ہونا مسلمانوں کی غیرت کے خلاف ہے، آج جمعہ کا دن ہے۔ میدان بالاکوٹ ہے۔ یا تو ہم بے کسوں کی حق تعالیٰ مدد فرمائیں گے اور ہم لاہور دیکھیں گے یا پھر جنت الفردوس دیکھیں گے"

بالآخر اشراق پڑھ کر جنگی لباس زیب تن فرما کر لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

سید احمد صاحبؒ اور شاہ اسماعیل صاحبؒ ان دونوں بزرگوں نے دامن کہسار کے گھاس کے تنکوں پر اور پہاڑوں کی کنکریوں میں اپنے خون مبارک کو حق تعالیٰ کی راہ میں بکھیر دیا۔

خون خود را بر کہہ و کہسار ریخت

علماء کا ادب علوم وحی کا ادب ہے

علماء کا اکرام ان کے حامل علم نبوت ہونے کے سبب سے ہوتا ہے۔ اکرام ظرف اکرام مظروف کے سبب سے ہوتا ہے۔ عطر سو روپیہ تولہ جس شیشی میں رکھا جاتا ہے اس شیشی کی بھی عزت کیجاتی ہے۔ اسی طرح جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت ہوتی ہے وہ قلب جس قالب میں رہتا ہے اس قالب کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ اللہ والوں کا جسم بھی مورد رحمت ہوتا ہے۔

ملا علی قاری رح مرقاۃ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رح کے انتقال کے دو سو تیس سال کے بعد ان کی قبر کے پڑوس میں کسی کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر کھل گئی اس وقت دیکھا گیا تو کفن بھی تازہ تھا اور جسم بھی تازہ تھا جیسے ابھی دفن کئے گئے ہوں۔

فلما دفن بعض الاشراف بجنبہ بعد مائتین وثلثین سنۃ فکشف قبرہ فوجد کفنہ صحیحًا لم یبل وجبدہ لم تتغیر (مرقاۃ ج ۱ مقدمہ صـ۲۲)

خشوع کی تعریف

التذلل مع خوف وسکون للجوارح حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے فرمایا۔

خاشعون ای خائفون ساکنون وعن مجاھد انہ ھنا غض البصر وخفض الجناح وقال مسلم بن یسار وقتادۃ تنکیس الرأس وعن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ترک الالتفات۔

(روح المعانی سورۃ مومنون پ ۱۸ صـ۳)

ترجمہ خشوع کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعضا کا سکون ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے فرمایا کہ خاشعون کی تفسیر یہ

ہے کہ خائفون اور ساکنون ۔ خوف اور سکون جوارح کا نام ہے ۔

حضرت مجاہد تابعی مکی امام القرار و التفسیر فرماتے ہیں آنکھوں کو پست رکھنا اور کندھوں کو پست رکھنا ۔ اور مسلم بن لیسار اور حضرت قتادہ کے نزدیک کسی قدر سر کا جھکنا اور حضرت علی کے نزدیک نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھنا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ داڑھی سے کھیل رہا ہے آپ نے فرمایا لو خشع قلب هذا اخشعت جوارحه ۔ اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو اس کے جوارح یعنی اعضاء میں سکون ہوتا ۔ روح پ۱۸ ص۳

تفسیر کشاف میں خشوع کا مفہوم ان آداب کا اہتمام کرنا ہے یعنی حسب ذیل اعمال سے بچنا ہے ۔

(۱) توقی کف الثوب اپنے کپڑوں کو نہ ہٹائے نہ سمیٹے ۔ (۲) التمطی انگڑائی نہ لے (۳) التناؤب ۔ جمائی نہ لے (۴) تغطیۃ الفم بدون ضرورت جمائی روکنے کی قدرت رکھتے ہوئے نہ روکنا یعنی دانتوں سے ہونٹ دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر پھر بھی ہاتھ منہ پر رکھ کر روکا تو یہ مکروہ ہے ۔ ان امکنہ عند التثاؤب ان یأخذ شفته بسنه فلم یفعل وغطی فاہ بیدہ او بثوبہ یکرہ ۔ کذا روی عن ابی حنیفہ رح

(شامی جلد ۱ ص۴۷۷)

(۵) والسدل ۔ کپڑوں کو بدن پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے دونوں طرف لٹکے ہوں ۔ (۶) والفرقعۃ انگلیاں چٹخانا ۔ (۷) والتشبیک انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا (۸) تقلیب الحصی ۔ کنکریوں کو ہٹانا ۔

خشوع شرط قبول ہے مگر بدون خشوع نماز ہو جاتی ہے ۔ واجب الاعادہ

نہیں ہوتی - نعم الحق انہ شرط القبول لا الاجزاء
(روح المعانی پ۱۸ صـ۴)

خشوع کی حقیقت از حضرت حکیم الامت تھانوی رح

خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے - اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے - اور اس کی فرضیت میں کلام ہے - مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں - اور اس مرتبہ میں فرض نہیں اور قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔

قد روی الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی الدرداء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول شئ یرفع من ھذہ الامۃ الخشوع حتی لا تری فیھا خاشعاً. کذا فی المجمع الزوائد وقد روی الدیلمی فی مسند الفردوس مرفوعاً بسند ضعیف لا صلوٰۃ لمن لا یتخشع کذا فی الجامع الصغیر

بیان القرآن مطبوعہ دھلی پ۱۸ - المومنون

حضرت آدم علیہ السلام کے لائق فرزندوں کا عمل -

توبوا اور استغفروا کا حکم بتاتا ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی یعنی اگر تم گندگی کے گڑھے میں گر پڑو تو پڑے نہ رہنا - ہماری دوری پر صبر نہ کرنا - جلدی استغفار اور توبہ سے ہماری حضوری حاصل کر لینا -

ایک بزرگ کا شعر

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اٹھے اٹھ کر چلے

علامہ آلوسی رح فتلقی ادم من ربہ کلمات کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں ـــ اہل عرب تلقی وہاں بولتے تھے جب کوئی مہمان بہت دن کے بعد آتا تھا۔ من استقبال الناس بعض الاحبۃ اذا جاء بعد طول الغیبۃ وفیہ ایماء ان ادم علیہ السلام کان فی ذالک الوقت فی مقام البعد۔ وقال ابن عباس رض المراد بکلمات ربنا ظلمنا انفسنا الخ۔

(روح المعانی پ ۱ ص ۲۳۷)

پس ربنا ظلمنا انفسنا کی دعا دوری کی کلفت سے نجات اور حصول حضوری کے لیے نہایت مجرب ہے اور ہمارے بابا کے ذریعہ ہم سب کو ملی ہے۔ جس دعا سے کام بابا کا بنا ہے اسی سے ان کے بیٹوں کا بنے گا۔ کیا خوب مولانا رومی رح نے فرمایا ہے۔

آنکہ فرزندانِ خاص آدم اند ۔۔۔ نعرۂ انا ظلمنا می زنند

جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے لائق بیٹے ہیں جب ان سے کوتاہی اور خطا صادر ہوتی ہے تو وہ اپنے بابا کی طرح ربنا ظلمنا کی صدا لگاتے ہیں دوری کو حضوری سے اور بُعد کو قرب سے تبدیل کرنے میں اس سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں کیونکہ وحی الٰہی سے یہ سرکاری وظیفہ ملا ہوا ہے!

جنتُ الفردوس کیا ہے؟

ترمذی شریف کی روایت ہے الفردوس ربوۃ الجنۃ و اوسطہا وافضلہا۔ فردوس جنت کا اونچا حصہ اور درمیان کا اور افضل حصہ ہے۔ (روح المعانی پ ۱۸ ص ۱۲)

صالحین اعمال صالحہ کر کے بھی کیوں ڈرتے ہیں؟

اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ اعمال صالحہ کر کے ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں۔ امید و خوف کے درمیان رہتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

والذین یؤتون ما اتو وقلوبھم وجلۃ انھم الیٰ ربھم راجعون

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور باوجود دینے کے ان کے دل اس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ (دیکھئے وہاں جاکر ان صدقات کا کیا ثمرہ ملتا ہے ایسا نہو کہ موافق حکم کے نہ دیا گیا ہو مثلاً مال حلال نہو یا نیت خالص نہ ہو اور بوجہ غموض یا عدم التفات اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو تو الٹا مواخذہ ہونے لگے) (بیان القرآن پ ۱۸)

ترمذی شریف کی روایت

اس آیت کے متعلق حضرت عائشہ رضؓ نے سوال کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ء ھو الرجل یسرق ویزنی ویشرب الخمر وھو مع ذالک یخاف اللہ تعالیٰ قال لا ولکنہ الرجل یصوم ویتصدق و یصلی وھو مع ذالک یخاف اللہ تعالیٰ ان لا یتقبل منہ۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا قلوبھم وجلۃ سے مراد وہ ہے جو چوری کرتا ہے۔ زنا کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور باوجود ان معاصی کے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ لیکن یہ وہ شخص ہے جو روزہ رکھتا ہے، صدقہ کرتا ہے۔ اور نماز پڑھتا ہے اور اس کے باوجود ڈرتا رہتا ہے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں۔

إِنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ | یہ آیت ان کے خوف کی تعلیل ہے:
ای لانہم الی ربہم راجعون!
کیونکہ اپنے رب کے پاس جانا ہے نہ معلوم کیا فیصلہ ہو؟ (روح ص۱۴ پ۱۸)

واحد متکلم کی بجائے جمع متکلم سے تخاطب کی حکمت

ایاك نعبد اور ایاك نستعین میں جمع کا صیغہ ہے جبکہ ہر شخص تنہا بھی نماز پڑھتا ہے تو بھی نعبد کہتا ہے حالانکہ اس کو اس وقت اَعْبُدُ کہنا چاہیئے۔ اس کی حکمت عجیب تفسیر روح المعانی میں بیان فرمائی گئی ہے

قوله نعبد دون اعبد فقد قیل هوالاشارة الی حال العبد کانه یقول الهی ما بلغت عبادتی الی حیث اذکرها وحدها لانها ممزوجة بالتقصیر ولکن اخلطها بعبادة جمیع العابدین واذکر الکل بعبارة واحدة حتی لا یلزم تفریق الصفقة۔

(روح المعانی پ۱ ص۸۸)

ترجمہ | نَعْبُدُ بجائے اَعْبُدُ کی حکمت یہ ہے کہ گویا بندہ یہ اقرار کررہا ہے کہ اے خدا میری تنہا عبادت اس قابل نہیں کہ میں تنہا اس کو آپ کے حضور میں پیش کروں کیونکہ ہماری عبادت کوتاہیوں سے ملی ہوئی ہے لیکن ہم جمع کے صیغے سے پیش کررہے ہیں۔ یعنی ہم اپنی عبادت کو جملہ صالحین کی عبادت کے ساتھ مخلوط کرکے پیش کررہے ہیں تاکہ صفقہ میں تفریق نہو۔ ان صالحین کی برکت سے ہماری عبادت بھی قبول ہوجاوے (مطبوع بجا دۂ قبول ہوجاوے)

افضل کون؟ | سوال:۔ پیر افضل ہے یا باپ افضل ہے؟
جواب:۔ حقوق خدمت میں باپ افضل ہے اور اطاعتِ احکام میں پیر باشرع۔ (امداد الفتاوی ج۴ ص۳۴۲)

مصافحہ کے بارے میں

مصافحہ بوقت رخصت مختلف فیہ ہے دونوں طرف دلیل ہے۔ اسی طرح ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی جائز ہے توسع ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۹۲)

جواز تصور شیخ

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ واذکر بالھدایۃ ھدایۃ الطریق واذکر بالسداد تسدیدك السھم۔ انما امرہ بذالك لیکون اجمع لوساوس القلب فان الفکر فی المحسوسات اجری منہ فی المعقولات وفیہ اشارۃ الی جواز تصور الشیخ فان الشیخ لیس اقل مرتبۃ عند اللّٰہ من السھم والطریق۔ (بذل المجہود ج ۶ ص ۸۵)

نماز جنازہ کی امامت

امامت نماز جنازہ کے لئے غیر عالم بزرگ کو ترجیح دیا جا سکتا ہے (بشرط اذن ولی)

ان صفۃ العلم لا توجب التقدیم فی صلوٰۃ الجنازۃ لعدم احتیاجھا لہ۔ (شامی ج ۱ ص ۶۵)

جگہ بدل بدل کر نماز پڑھنے کی وجہ

نوافل اوابین یا تہجد کی نوافل میں ہر دو رکعت بعد جگہ قدرے تبدیل کرنے کا بعض مشائخ سے دیکھا تھا۔ اس کا ثبوت مجھی الحمدللہ تعالی مل گیا۔

ولا یشتغل بالتطوع فی مکان الفریضۃ للحدیث المروی أیعجز احدکم اذا صلی ان یتقدم او یتأخر بسبحتہ ای بنافلتہ ولانہ یفتتن بہ الداخل ای یظنہ فی الفریضۃ فیقتدی بہ ولکنہ یتحول الی مکان اٰخر للتطوع استکثارا من شھودہ فان مکان المصلی یشھد لہ یوم القیامۃ۔

(مبسوط سرخسی ج ۱ ص ۳۸)

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جگہ بدل بدل کر کے نوافل سے یہ فائدہ ہوگا کہ قیامت کے دن نیکیوں کے گواہ بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ نماز کی جگہ قیامت کے دن گواہی دے گی۔

ے آنسو گرا رہا ہوں جگہ چھوڑ چھوڑ کے
تا کہ ہر زمین اشکِ ندامت پر گواہی دے۔

چند روایات کی تحقیق از موضوعاتِ کبیر

حسب ذیل روایات کی ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حسب ذیل تحقیق تحریر فرمائی ہے۔

۱ ۔ من احب کریمتیہ فلا یکتبن بعد العصر، قول مشائخ ہے امام احمد اس کی اپنے احباب کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ بعد عصر لکھنا آنکھوں کو مضر ہے۔ (ص ۹۶)

۲ ۔ العلم علمان علم الادیان و علم الابدان۔ علم دو ہیں علم مذاہب اور علم اجسام۔ یہ قول موضوع ہے۔
(کما فی الخلاصۃ ص ۴۸)

۳ ۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ قال الدمیری و العسقلانی لا اصل لہٗ۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ صحیح ہے
(ص ۴۸)

۴ ۔ انا عند المنکسرۃ قلوبھم اور۔ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبد المومن۔ صحیح ہے
(ص ۷۹)

۵ ۔ مصادعتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بابی جہل ۔ لا اصل لہا ۔ (ص ۶۴)

۶ ۔ مداد العلماء افضل من دماء الشہداء فیہ کلام صحیح روایت یہ ہے ۔ یوزن یوم القیامۃ مداد العلماء بدم الشہداء ص ۱۳۵ ۔

دنیا متاع غرور بشرطیکہ ہے

دنیا مطلق بری نہیں ۔ بعض نادان صوفی ہر وقت دنیا کو لات مارو، دنیا کو لات مارو، کہتے رہتے ہیں ۔ چند دن کھانے کو نہ ملے تو یہ لات بھی مارنے کو نہیں اٹھ سکے گی ۔ دنیا دھوکہ کی پونجی جب ہے جب یہ آخرت سے غافل کر دے ۔ اور اگر دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنالیا جائے یعنی اللہ کے دین کی اشاعت میں، علماء و مشائخ کی خدمت میں صرف کرے تو یہی دنیا بہترین متاع ہے ۔

تفسیر و ما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور

لمن اطمأن بہا ولم یجعلہا ذریعۃ للأخرۃ ومطیۃ لنعیمہا روی عن سعید بن جبیرؒ الدنیا متاع الغرور، إن الہتک عن طلب الأخرۃ فاما اذا دعتک الی طلب رضوان اللہ تعالیٰ وطلب الأخرۃ فنعم المتاع ونعم الوسیلۃ ۔

(روح المعانی پ ۲۷ ص ۱۸۵)

ف ۔ خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ۔

ہماری تخلیق کا مقصد معرفت حق ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

قال مجاہد : ای لیعرفون ۔ ھو مجاز مرسل من اطلاق اسم

السبب على المسبب. ولعل السرّ فيه التنبيه على ان المعتبر هي المعرفة الحاصلة بعبادته تعالیٰ لا ما يحصل بغيرها كمعرفة الفلاسفة - قال مجاهد ان معنی ليعبدون ليعرفون

خلاصہ ترجمہ حضرت مجاہدؒ تابعیؒ مکی جو وقت کے امام قرأت اور تفسیر تھے - انہوں نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون

سے فرمائی ہے ۔ یہ مجاز مرسل ہے ۔ عبادت سبب معرفت ہے ۔ مسبب کو سبب کے نام سے تعبیر فرمایا گیا - اور اس میں حکمت یہ ہے کہ معتبر وہی معرفت ہے جو عبادت سے حاصل ہو، نہ کہ جیسا فلاسفہ وغیرہ کو زعم ہے کہ شریعت سے بے نیاز ہو کر اپنے طریقوں سے معرفت حاصل کرتے ہیں ۔ (روح المعانی ۲۷ صـ۲۱)

ایذاء خلق کو نین ہے جس سے دولتِ کونین عطا ہوتی ہے ۔

جب خلق میں بہت مقبولیت و شہرت ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے تعریفی کلمات کانوں میں پڑتے ہیں تو سالک کی طبیعت پر اس کے اثرات کچھ نہ کچھ ضرور مضر پڑتے ہیں ۔ جس کو وہ اپنے بزرگوں کی تربیت اور ان کے ارشادات کی روشنی میں بُرا سمجھتا ہے لیکن طبعاً مغلوبیت رہتی ہے ۔ اور آثار مضرت دفع نہیں کر پاتا ۔ حق تعالیٰ کی طرف سے گاہ گاہ تکوینی طور پر ایسے مقبولین کی حفاظت کے لئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں ۔ جیسا کہ وکذالک جعلنا لکل نبی عدوًا میں اشارہ ہے اور "یہ جعل" تکوینی ہے تشریعی نہیں یعنی حق تعالیٰ کی رضا اس کے ساتھ متعلق نہیں

(مسائل السلوک بیان القرآن)

پس اولیائے کرام کے لئے بعض دشمن پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور وہ

ایسی گستاخی اور ایذاء رسانی تحریراً یا تقریراً کرتے ہیں کہ سب نفس کا غبار جھڑ جاتا ہے۔

حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے خط میں گدھا لکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ تلخ دوا کونین کا کام کرتی ہے جو عجب اور کبر سے سالک کو پاک کر کے نسبت مع اللہ کی دولتِ کونین عطا کرتی ہے۔ اسی تکوینی تربیت سے تکبر اور عجب اور خود بینی کا ملیریا اپنے عاشقوں پر نہیں چڑھنے دیتے۔

کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة اللہ ـــــ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے گنہگار بندوں سے فرما دیجئے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

عِبَادِیْ میں یاء متکلم میں عظیم رحمت حق کی تجلی پوشیدہ ہے۔ اپنی طرف نسبت کر کے فرمانا اپنے تعلق خاص کا اظہار ہے۔ جیسے کوئی شفیق باپ کہے اے میرے نالائق لڑکو بری عادتوں کے قریب بھی نہ جاؤ اور معافی مانگ لو۔ اس میرے والی یاء میں کیا لطف ہے۔ عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حی علی الصلوٰۃ کا عاشقانہ ترجمہ

حی علی الصلوٰۃ کا لغوی ترجمہ تو یہ ہے کہ آؤ نماز کی طرف، لیکن احقر اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہے کہ اے ایمان والو تیاری کر لو وضو وغیرہ کر کے مالک اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں۔ ہائے اس ترجمہ سے وجد آجاتا ہے۔ ہمارے اہل علم احباب نے بھی اس ترجمہ سے خوب لطف حاصل کیا۔

ایک اہم حجابِ سلوک

ایک رضاء حق ہے اور ایک ادائیگی حقوق بندگی حق ہے۔ تو مقصود صرف رضائے حق ہے۔ حق تعالیٰ کے حقوق محبت اور بندگی کسی سے ادا نہیں ہو سکتے۔ پس یہ فکر ہر وقت کہ اگر ہم سے فلاں فلاں گناہ نہ ہوتا تو ہم حق تعالیٰ کے بڑے مقرب ہوتے۔ یہ فکر بندہ کو حق تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ اس فکر میں جاہ عند الخالق کا مرض پوشیدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدس اور بڑا متقی بننا چاہتا تھا۔ طلب جاہ جس طرح عند الخلق مذموم ہے اس سے بڑھ کر عند الخالق مذموم ہے ان کو تو ہماری شکستگی اور آہ وزاری پسند ہے۔ استغفار اور توبہ کی راہ سے محبوب بننے کا راستہ اختیار کیوں نہیں کرتے۔ ان اللہ یحب التوابین قرآن میں ارشاد ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنا لیتا ہے۔ بس گناہ کو ترک کر کے ندامت قلب سے استغفار کریں اور آئندہ کے لئے عزم اور ارادہ پکا کر لیں کہ اب نہیں یہ گناہ کرنا ہے کام بن گیا۔ آئندہ کی فکر بھی نہ کرو کہ کہیں پھر یہ گناہ نہ ہو جاوے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ذکر گناہ کے لئے نہیں۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر سب حجاب و پردہ ہے۔ ماضی استغفار سے اور مستقبل دعا اور توکل اور حسن تدبیر سے روشن ہے۔ صرف حال کو درست کریں۔ عاجزی اور زاری کی راہ اختیار کریں۔ زور اور طاقت پر ناز نہ کریں حق تعالیٰ کے سامنے عاجزی ہی محبوب ہے۔

؎ تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری۔
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

(اصغر گونڈوی)

شیخ کی محبت پر عظمت غالب رہے

شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرنا چاہیئے ورنہ صرف محبت سے اس وقت تک تو گاڑی چلتی رہے گی جب تک رائے مرشد اور رائے طالب میں توافق اور اتحاد ہے۔ اور اگر رائے طالب کے خلاف شیخ نے رائے دی اس وقت عظمت مرشد سے اپنی رائے کو فنا کرے گا۔ تجربہ یہی ہے کہ محبت مرشد پر اس کی عظمت غالب رہے ورنہ تعلق کا نباہ مشکل ہو گا۔

منشائے محمود سے قابلِ زجر قابل اجر ہو جاتا ہے!

منشائے محمود سے جو اعمال مذمومہ ہوتے ہیں وہ صورۃً اور بظاہر مذموم ہیں مگر دراصل وہ محمود قرار دیئے جاتے ہیں۔ نظیر یہ ہے کہ مصالحت بین المسلمین کے لئے کذب اختیار کرنا یہاں منشائے محمود ہونے کے سبب کذب جیسا مذموم عمل قابل زجر تو کیا ہوتا قابل اجر ہو رہا ہے۔

حق تعالیٰ کی ایک خاص صفت اپنے خاص بندوں پر

حق تعالیٰ جس بندہ کو قرب خاص عطا فرماتے ہیں اس پر اپنی صفت الیس اللہ بکاف عبدہ کا ظہور فرماتے ہیں۔

ترجمہ :۔ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو احساس کمتری یا محرومی نہیں ہوتا۔ ہر حال میں مستغنی اور خوش رہتے ہیں۔

حق تعالیٰ کا ذکر کنجی ہے دل کے تالوں کے لیے

اللھم افتح اقفال قلوبنا بذکرک ۔ حدیث شریف کی دعا ہے - اے اللہ ہمارے دل کے تالوں کو اپنے ذکر کی کنجی سے کھول دیجئے ۔ اس دعا میں اشارہ ہے کہ ہر دل میں نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کی صلاحیت اور دولت موجود ہے - اور وہ ذرّہ درد سیل بند دل میں پڑا ہوا ہے ۔ ذکراللہ کی برکت سے اس کی سیل ٹوٹتی ہے ۔ لیکن کنجی جب ہی کام کرتی ہے جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ مرشد اور شیخ ہے جس کی نگرانی اور تربیت اور توجہ اور دعا کے ساتھ ذکراللہ کا اہتمام مفید ہوتا ہے ۔

ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے!

استغفروا ربکم ۔ معافی مانگو اپنے رب سے ۔

ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے ۔ ایک تو یہ کہ ماں باپ کو ناراض کرنا دنیا میں سب سے بُرا سمجھا جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ پرورش کرنے میں حق تعالیٰ کی طرف سے متولی ہوتے ہیں ۔ تو پھر اصلی پالنے والے اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہیں ان کا کتنا حق ہوگا اور ان کو ناراض کرنا کتنا بُرا ہوگا؟ ۔ دوسرے یہ کہ ماں باپ کو پالنے کی وجہ سے اولاد سے محبت بھی ہوتی ہے ۔ اور اولاد کو بھی ماں باپ سے بہت محبت ہوتی ہے احسان پرورش کے سبب ۔ پس اولاد محبت کے سبب جلد ماں باپ کو معافی مانگ کر راضی کرلیتی ہے ۔ اور ماں باپ جلد معاف کر دیتے ہیں بوجہ رحمت و شفقت ـــ لہٰذا حق تعالیٰ نے استغفار کے حکم میں اپنا رشتہ بیان فرمایا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں ۔ اپنے رب کو جلد راضی کرو معافی

مانگ کہ۔ اور بوجہ ربوبیت ہم کو تم سے تعلق اور محبت بھی بہت ہے جلد معاف کر دوں گا۔ میں غفار ہوں۔ کثیر المغفرۃ اور واسع المغفرۃ ہوں۔

حق تعالیٰ کریم ہیں۔ کریم جب خود ہی کہے ہم سے فلاں چیز مانگو تو وہ ضرور دیتا ہے۔ پس جب مغفرت مانگنے کا حکم دیا ہے تو ضرور مغفرت دیں گے۔ کریم کی شان کا مقتضا یہی ہے۔

احقر کا ایک شعر جو خواب میں موزوں ہوا

خواب سے بیدار ہونے پر یہ شعر زبان پر جاری تھا جو احقر کو اسی وقت خواب ہی میں موزوں ہوا تھا۔ اس میں اللہ والوں کی شان کا بیان ہے۔

روح را با ذات حق آویختہ
درد دل اندر دعا آمیختہ

ترجمہ اللہ والے اپنی روح کو حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ لٹکائے ہوئے ہیں اور باندھے ہوئے ہیں چپکائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے درد دل کو اپنی دعا میں شامل کئے ہوئے ہیں۔

روح اور جسم کے مراکز

روح کو سکون جب ملتا ہے جب اپنے مرکز سے وابستہ ہوتی ہے۔ اور مرکز روح کا حق تعالیٰ کی ذات ہے اور عالم غیب ہے۔ تعلق مع اللہ کی برکت سے روح جسم کے تمام عناصر متضادہ کے اجزائے پریشاں کو اپنی قدرت روحانیت سے پرسکون اور جمع رکھتی ہے۔ لیکن اگر کوئی روح اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر کسی حسین پر عاشق

ہوجاتی ہے تو تعلق مع اللہ سے محرومی کے سبب اس میں کمزوری آ جاتی ہے اور عناصر کے اجزائے متضادہ اور اجزائے پریشاں کو سنبھالنے سے عاجز رہتی ہے۔ اور جس پر عاشق ہے وہ بھی اجزائے پریشاں اور عناصر متضادہ کا مرکب ہے پس دو پریشان جمع ہوجاتے ہیں۔ اور اجزائے پریشاں میں اجزائے پریشاں کا اضافہ ہوکر عذاب میں روح پڑجاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ عشق مجازی عذاب الٰہی ہے عاشق مجازی ہر وقت بےچین اور پریشان رہتا ہے۔ احقر کی کتاب "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" میں اس پریشانی کی تفصیل اور اس کا علاج درج ہے۔ عشق مجازی کے مریض اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی بیماری کی اکسیر دوا حاصل کرسکتے ہیں۔

اور جب تعلق مع اللہ سے روح غالب ہوجاتی ہے تو عناصر اور اجزائے پریشاں خاک و باد و آب و آتش کو پرسکون رکھتی ہے۔ یہ اللہ والے خود بھی پرسکون جیتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی صحبت سے سکون سے جینے کا قرینہ ملتا ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

لِيَبْلُوَكُمْ ایکم احسن عملا۔ تاکہ آزمائش کرے تمہاری کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔

اصل الابتلاء الاختبار وهذا يقتضى عدم العلم بما اختبره (روح)

بلاء کے معنی امتحان ہے اور امتحان کا مفہوم عدم علم ہے جس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اور یہاں اس مفہوم میں یہ صحیح نہیں وهو غير صحيح في حقه عزوجل۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اس مفہوم میں

مستعمل نہیں بلکہ استعارہ ہے ۔ اور ہمارے مرشد مولانا شاہ عبد الغنیؒ صاحب نے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف جب ابتلاء یا امتحان کی نسبت کی جاتی ہے تو مراد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مخلوق اور فرشتوں پر ان کے کمالات کا ظہور ہو ۔ جیساکہ واذا بتلیٰ ابراھیم ربہ میں ارشاد ہے ، ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام علم ماضی اور حال اور مستقبل کا ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی ابتلاء کا لفظ جو آیا ہے تو مراد وہاں بھی یہی ہے کہ آپ کے درجہ علیا ر اور مقام خلّت کی رفعت کے عملی مناظر مخلوق کو دکھا کر صفحہ تاریخ پر ان کا تا ابد مستقل باب روشن کرنا تھا اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے ۔

و لذا قال صلی اللہ علیہ وسلم فی الآیۃ (۱) ایکم احسن عقلاً (۲) واورع عن محارم اللہ تعالیٰ (۳) واسرع فی طاعۃ اللہ عزوجل

(۱) تم میں سے کون عقل وفہم میں احسن ہے ۔ (۲) کون اللہ تعالیٰ کے محرمات سے زیادہ بچنے والا ہے (۳) کون اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ سبقت اور بازی لے جانے والا ہے ۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ امتحان تو حسن اور قبیح میں ہے نہ کہ حسن اور احسن میں ۔ لیکن اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ بندے اعمال میں خوب ترقی حاصل کریں ۔ اور گناہ سے بچنے میں خوب اہتمام کریں ۔

وفیہ من الترغیب فی الترقی الی معارج العلوم و مدارج الطاعات والزجر عن مباشرۃ نقائصھا و جعل ذالک من باب الزیادۃ المطلقۃ ۔ (روح المعانی ج ۲۹ ص ۵)

اس آیت کے آخر میں وھو علیٰ کل شئ قدیر کے متعلق علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی بیدہ الملک کی شان اس طرح سے

ہے کہ پوری کائنات میں ہر تصرف پر تو قادر ہیں ہی اس سے بڑھ کر وہ اپنی مخلوق میں اعیان متصرف پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے دنیا کے ملاّک مجازی کے تصرفات سے۔ یعنی سلاطین دنیا کی عارضی سلطنت کی صلاحیت کے عطا فرمانے والے بھی حق تعالیٰ ہی ہیں۔ خود بھی متصرف حقیقی ہیں اور خالق متصرفین عارضی و مجازی بھی ہیں۔

فائدہ علمیّہ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز سنت فجر مکان میں پڑھ کر مسجد میں نماز فرض کے لئے جاتا ہوں۔ حضرت حکیم الامت رحؒ نے جواب تحریر فرمایا کہ ان سنتوں کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بلکہ جمیع سنن مؤکدہ کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اتہام یا تشبہ اہل بدعت سے نہ ہو جو تارکین سنت کے ہیں۔

کمالات اشرفیہ ملفوظ نمبر ۶۵۹ - ص ۱۵۶

صدیق کس کو کہتے ہیں؟ صدیق کا مقام، ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ صدیقیت کے دائرے کے قطب المدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ لیکن قیامت تک امت کے بہت سے اولیاء صدیقیت کے درجے پر فائز رہتے ہیں اور رہیں گے۔ صدیقیت ایک کلّی مشکک ہے جس کے درجات میں تفاوت ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ اور فردِ اکمل اس کلّی کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ان کا اسلام عجیب شان کا حامل ہے، زمانہ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

علامہ شیخ ولی الدین مصنف مشکوٰۃ اسماء الرجال میں تحریر فرماتے ہیں — لم یفارقه فی الجاهلیة ولا فی الاسلام۔

اور ساتویں دادا صدیق اکبرؓ کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہیں۔ وصل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاب السابع۔

علامہ آلوسیؒ نے صدیق کی شان کی تین عنوانوں سے تفسیر کی ہے

۱۔ الصدیق ھو الذی لا یتغیر باطنہ من ظاھرہ۔

صدیق وہ ہے جس کا باطن اس کے ظاہر سے مغائرت نہ رکھتا ہو یعنی اس کے ظاہری حالات سے اس کے باطن کی استقامت علیٰ طریق الحق متاثر نہ ہو۔

۲۔ الصدیق ھو الذی لا یخالف قالہ حالہ۔

جس کا قال اس کے حال کے خلاف نہ ہو۔ قال اور حال میں مطابقت رکھتا ہو۔

۳۔ الصدیق ھو الذی یبذل الکونین فی رضا محبوبہ

(روح المعانی پ ۱۳ ص ۲۰۷)

جو اپنے محبوب حقیقی پر دونوں جہاں فدا کر دیتا ہو۔

حضرت مجذوبؒ نے اسی مقام کو تعبیر فرمایا ہے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو!
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

اسی مضمون پر احقر کا بھی شعر ہے ؎

فدا نہ کیوں کریں دونوں جہاں تیرے عاشق
کہ تیرے نام سے پاتے ہیں دو جہاں کی بہار

بیان القرآن میں صدیقین کی تعریف

جو انبیاء علیہم السلام کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے

ہوتے ہیں جنہیں کمال باطنی بھی ہوتا ہے جن کو عرف میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔ (بیان القرآن ص۳)

حضرت صدیق اکبرؓ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق نے قبل اسلام اور قبل ظہور نبوت شام کی طرف تجارت کے لئے سفر فرمایا۔ شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی۔ انہوں نے کہا۔ من این انت۔ کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا من مکۃ قال من ایھا قال من قریش قال فایش انت قال تاجر قال صدق اللہ رؤیاک فانہ یبعث نبی من قومک تکون وزیرہ فی حیاتہ وخلیفتہ بعد موتہ فاسرھا ابوبکرؓ حتی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء فقال یا محمد! ما الدلیل علی ما تدعی قال الرؤیا التی رأیت بالشام فعانقہ وقبل ما بین عینیہ وقال اشھد انک رسول اللہ۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص۲۹)

ترجمہ: اس راہب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا خواب سچا کرے گا۔ آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا۔ آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس خواب کو صدیق نے چھپایا کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیقؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو دعویٰ فرمایا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ پس غلبہ خوشی سے حضرت صدیقؓ

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

ان گیارہ ستاروں کے نام جنہوں نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو خواب میں سجدہ کیا تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان ستاروں کے نام بتائیے جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔ آپ نے جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ فنزل علیہ جبرئیل فاخبرہ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔ پس آپ نے اس یہودی کو بلایا اور فرمایا ان ستاروں کے یہ نام ہیں۔

(۱) حرثان (۲) طارق (۳) والذیال (۴) والکتفان (۵) وذوالفرع (۶) ووثاب (۷) وعمودان (۸) وقابس (۹) والضروح (۱۰) والمصیح (۱۱) والفیلق (۱۲) والضیاء (۱۳) والنور (۱۱ ستارے اور سورج و چاند کل ۱۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے آسمان کے افق پر دیکھا۔ اس یہودی نے کہا خدا کی قسم یہی نام ہیں۔ فقال الیہودی ھذہ واللہ اسماؤھا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۹۳)

فائدہ علمیہ ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا سے بعض علماء نے قرآن پاک کی تعلیم پر اجرت کو ناجائز کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ میرے احکام کو چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام سے دنیائے ذلیل اور قلیل کو وصول مت کرو۔ (بیان القرآن پ ۱)

علامہ آلوسی کی تفسیر ای لا تستبدلوا بالایمان بایاتی والاتباع لها حظوظ الدنیا الفانیة القلیلة المسترذلة بالنسبة الی حظوظ الآخرة وما اعد الله تعالیٰ للمؤمنین من النعیم العظیم ۔ ایمان بالآیات کو اور اس کی اتباع کو مت تبدیل کرو دنیائے فانیہ قلیلہ سے جو آخرت کے حظوظ اور حق تعالیٰ کی تمام ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو مومنین کے لئے وہاں ہیں مسترذلہ ہیں۔

اُجرت تعلیم القرآن بہترین اُجرت ہے

حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اجرت تعلیم پر لے سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تعلیم پر اجرت میں سب سے خیر اُجرت کتاب اللہ کی تعلیم کی اجرت ہے۔

عبارت حدیث وقد صح انهم قالوا یا رسول الله ءناخذ علی التعلیم اجرا؟ فقال ان خیر ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله تعالیٰ۔ (روح المعانی پ ۱ ص ۲۴۵)

بخاری شریف باب الشروط فی الرقیة بفاتحة الکتاب میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۹۹)

فائدہ حفظ و ناظرہ قرآن پاک کے اساتذہ کرام کی تنخواہوں میں برکت کی وجہ آج اس حدیث مذکورہ سے سمجھ میں آئی۔

علمائے بے عمل کا وعظ کہنا جائز ہے!

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم ۔ ترجمہ:۔ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور خود اپنی خبر نہیں لیتے ۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ

سمجھا کہ عالم بے عمل کو واعظ بننا جائز نہیں تو یہ غلط ہے۔ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں۔ دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (بیان القرآن)

لم تقولون ما لا تفعلون (سورۃ صف پ ۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو

اس آیت سے بھی بعض لوگ یہی سمجھے کہ بے عمل کو وعظ نہ کہنا چاہئے۔ حالانکہ یہاں مراد یہ ہے کہ لاف زنی اور دعویٰ اپنے کمال اعمال پر مت کرو۔ وعظ بلا عمل اس آیت کے مفہوم سے خارج ہے جیسا کہ سبب نزول آیت سے ظاہر ہے۔

مسائل السلوک: فیہ ذم لدعوی الاعمال والکمال ولیس معناہ الوعظ بمالہ یتعظ بہ ویدل علی ما ذکرتہ سبب النزول ایضاً (اس میں اعمال و کمال کے دعویٰ کی مذمت ہے) (بیان القرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک

عن انس قال وکان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یدہ وفی ید ابی بکرؓ بعدہ وفی ید عمر بعد ابی بکرؓ فلما کان عثمان جلس علی بئر اریس فاخرج الخاتم فجعل یعبث بہ فسقط قال فاختلفنا ثلثۃ ایام مع عثمان فننزح البئر فلم نجدہ۔ (رواہ البخاری) فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۲۸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت ابی بکر صدیقؓ کے ہاتھ میں آئی پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آئی پھر جب حضرت عثمانؓ کے ہاتھ

میں آئی تو ایک دن کنوئیں پر بیٹھے تھے اور انگوٹھی کو نکال کر اس کے ساتھ کچھ شغل فرما رہے تھے کہ وہ کنوئیں میں گر گئی ۔ پس تین دن حضرات صحابہ رضؓ نے حضرت عثمانؓ کی معیت میں تلاش کیا لیکن فرمایا کہ ہم نے نہ پایا۔ (بخاری شریف)

تشریح (۱) بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس انگوٹھی پر پہلی سطر پر اللہ اور اسفل سطر پر محمد تھا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی ایسی تصریح ذخیرۂ احادیث میں نہیں پائی۔

واما قول بعض المشائخ ان کتابته کانت من اسفل الی فوق یعنی ان الجلالة فی اعلی الاسطر الثلثة ومحمد فی اسفلها فلم ادی التصریح بذالك فی شئ من الاحادیث ۔ پس روایت کے مطابق وہ تین سطر یہ تھی ۔ محمدؐ سطر، رسول سطر، واللہ سطر

(۲) بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں کچھ خاص اور راز تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھا کہ ان کی انگوٹھی گم ہوتے ہی ان کا ملک چلا گیا ۔ اسی طرح حضرت عثمان رضؓ سے یہ انگوٹھی گم ہوتے ہی آپکی حکومت میں خوارج پیدا ہو گئے اور بغاوت شروع ہو گئی ۔ یہاں تک کہ وہ بغاوت آپ کی شہادت تک پہنچ گئی۔

(۳) وفیه ان من فعل الصالحین العبث بخواتیمھم و ما یکون بایدیھم ولیس ذالك بعائب لھم قلت

وانما کان کذالك لان ذالك من مثلھم انما ینشاء من فکر وفکرتھم انما ھی فی الخیر

ترجمہ اس میں اشارہ ہے کہ اپنی انگوٹھیوں سے یا جو چیز ہاتھ میں ہو شغل کرنا فعل صالحین سے ہے کیونکہ ایسے حضرات سے اس طرح کا فعل

کسی فکر میں غرق ہونے سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے یہ حضرات جس فکر میں غرق ہوں گے وہ افکار خیر ہی کے ہوں گے۔

(۴) اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کسی شے کو تلاش کرنے میں اگر تین دن صرف ہو جاویں اور پھر بھی نہ ملے تو اس کے ترک سے اس کو ضائع کرنے والا نہ سمجھا جائیگا۔ یعنی یہ تین دن حد آخری ہے جس کے بعد مطلوب کی تلاش کو متعذر اور مشکل قرار دیا جاوے گا۔

(۵) اور اس حدیث سے استعمال آثار صالحین کا تبرکاً ثابت ہوتا ہے وفیہ استعمال اٰثار الصلحین ولباس ملابسھم علی جھۃ التبرک والتیمن بھا (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۳۲۹ و ۳۳۰)

حرمت اسبال ازار

حرمت اسبال ازار کے متعلق چند اہم دلائل احقر کے رسالہ حرمت اسبال ازار میں مفصل موجود ہیں۔ جو "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" کتاب حصہ دوم میں موجود ہے۔

ولایت عامہ اور ولایت خاصہ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ بحوالہ روح المعانی

ان اولیاؤہ الا المتقون کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ مرتبہ اولیٰ میں جو ولایت عامہ تھی بشرط ایمان۔ وہی مرتبہ ثانیہ میں تقویٰ کی شرط سے ولایت خاصہ پر فائز ہو جاتی ہے۔ اس کو ولایت کبریٰ بھی کہتے ہیں۔

(پ ۹ سورۃ انفال)

اور سورۃ یونس میں ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی معاصی سے پرہیز کرتے ہیں۔ یعنی ایمان اور تقویٰ سے اللہ کا قرب عطا ہوتا

ہے اور خوف اور حزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی من جانب اللہ خوف اور حزن سے بچنے کی خوشخبری ہے۔

لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ (بیان القرآن)

حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگی اور ولایت کا مدار ایمان اور تقوای پر ہے نہ کہ کشف و کرامت پر ہے۔

ملا علی قاری رح فرماتے ہیں :- الاستقامۃ خیر من الف کرامۃ استقامت ایک ہزار کرامات سے افضل ہے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص۹۸)

افضل عبادت

افضل العبادۃ انتظار الفرج۔
الحدیث (مشکوٰۃ)

مصائب میں حق تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرنا افضل عبادت ہے۔ اس کی شرح ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ لان الصبر فی البلاء والانقیاد للقضاءؑ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ کیونکہ صبر کرنا بلاء میں قضاء الٰہی کا احترام اور انقیاد ہے۔ اور یہ نعمت حق تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔ اور انقیاد للقضاء کا مطلب یہ ہے کہ قضاء پر اعتراض نہیں کرتے۔ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہیں۔ (مرقاۃ جلد ۵ ص۲۳)

جنت کی طرف سب سے پہلے پکارے جانے والے

اول من یدعیٰ الی الجنۃ یوم القیامۃ الذین یحمدون اللہ فی السرّاء والضرّاء ـــ الحدیث۔

قیامت کے دن سب سے پہلے وہ لوگ جنت کی طرف پکارے

جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی۔ یعنی صحت و مرض، آرام و تکلیف، مالداری اور تنگ دستی، ہر حال میں حمد کرتے ہیں۔

اشکال اور جواب نعمتوں پر حمد تو ظاہر ہے۔ مگر تکلیفوں پر حمد کس طرح کریں گے۔؟ جواب یہ ہے کہ تکالیف میں اپنے رب سے راضی رہتے ہیں اعتراض نہیں کرتے۔ پس یحمدون اللہ فی الضراء کا مطلب یہ ہوگا الذین یرضون عن مولٰیھم اپنے رب سے راضی رہتے ہیں (عافیت مانگنا اس رضا کے منافی نہیں بلکہ عبدیت کا عین تقاضا ہے) (مرقاۃ جلد ۵ ص۱۱۲)

جذب و سلوک کیا ہے؟

سورۃ شوریٰ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے!۔

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب ٥

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اس آیت میں جذب اور سلوک دونوں راستوں کا ذکر ہے۔ الجبی ھو الجذب والھدایۃ ارادۃ الطریق لمن یسلک۔ اجتباء سے جذب کا ثبوت ہے اور یھدی سے سلوک کا ثبوت ہے۔ (روح المعانی)

اولی الامر کی اطاعت کب تک؟ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (پ۵)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور

اہل حکومت کی۔ پس بصورت اختلاف اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو
ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اہل حکومت کے ساتھ اطیعوا نازل نہ فرمانا دلالت کرتا ہے کہ اہل حکومت کی اطاعت کا حکم مستقل نہیں۔ بلکہ اس شرط پر ہے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت جب تک کریں گے۔ قابل اطاعت رہیں گے۔ کانہ قیل اذا لم یکن اولی الامر مستقلین وشاھدتم منھم خلاف الحق فردوہ الی الحق ولا یاخذکم فی اللہ لومۃ لائم۔ (مرقاۃ جلد ۷ ص۲۱۷)

مغفرت اور اجر عظیم اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا ایک عظیم الشان نسخہ

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی (سورۃ حجرات)
بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ لھم مغفرۃ واجر عظیم ؕ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے ـــــ حضرات صحابہؓ کا یہ عمل ادب رسول ؐ اتنا عظیم الشان عمل اور محبوب عمل تھا کہ اس پر ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور ولایت کے لئے خاص فرما لیا اور منتخب فرمایا۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظر انتخاب کی

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ امتحن بمعنی اخلص ہے۔ اہل عرب جب سونے کو آگ میں ڈال کر اس کا میل کچیل صاف کرتے ہیں تو اس وقت یہ محاورہ بولتے ہیں۔ یمتحن الذهب بالنار لیخلص ابریزه عن خبثه و ینقی۔ (روح المعانی)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ اور مقبولین بارگاہ کی محبت اور ان کا ادب اس قدر محبوب عمل ہے کہ اس کی برکت سے جلد بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ اور جس قلب کو اللہ تعالیٰ اپنے لئے خالص فرمالیں اس کو پھر کون خراب کر سکتا ہے اور کون غیر اللہ اپنا بنا سکتا ہے جس کو اللہ رکھے اسکو کون چکھے۔ اور جس کو اللہ نہ رکھے اسکو ساری دنیا چکھے

دنیا میں اگر بادشاہ کسی چیز کو اپنے لئے خاص طور پر پسند کر لیتا ہے۔ خواہ وہ بلی، کتا جیسی حقیر چیز ہو تو بھی ملک میں اس کو کوئی رعایا ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ پھر حق تعالیٰ جو چیز اپنے لئے منتخب فرمالیں، خالص فرمالیں اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

ارشاد حضرت حکیم الامت تھانویؒ

علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات دین کی بزرگی رکھتے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی ادب ہے۔ گو سوءِ ادب کا وبال اس درجہ کا نہ ہوگا۔ لیکن تاذی بلا ضرورت میں حرمت ضرور ہے۔
(سورۂ حجرات۔ بیان القرآن)

علامہ آلوسیؒ کا ارشاد

فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس قرآن پاک کی تعلیم کے لئے جایا کرتے تھے اور اُستاد کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے تھے۔ یہاں تک خود سے نکلتے۔ ایک

دن فرمایا کہ اے عبداللہ بن عباس رضؓ دروازہ کو کھٹکھٹا دیا کرو تاکہ آپ انتظار کی کلفت نہ اٹھائیں ۔ ہمکو یہ انتظار آپ کا بہت شاق ہوتا ہے ۔ عبداللہ بن عباس رضؓ نے فرمایا العالم فی قومہ کالنبی فی امتہ وقد قال اللہ تعالیٰ فی حق نبیہ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ عالم اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے اپنی امت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر دولتکدہ سے تشریف لاتے تو ان کے حق میں یہ خیر ہوتا ۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا اور میں نے ہمیشہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ یہی ادب کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں ۔

وقد رأیت ھذہ القصة صغیرًا فعملت بموجبھا مع مشایخی والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالك ۔ (روح المعانی پ ۲۶ ص ۱۴۴)

فائدہ یہ پورا مضمون حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک میں روح المعانی سے نقل فرمایا ہے ۔

بعض مُریدین کو مشائخ کا خلافت عطا فرمانا

ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا پ ۵ سورۂ نساء

اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچادو ۔

حضرت حکیم الامتؒ مسائل السلوک میں ارقام فرماتے ہیں:۔

ان اخذ العموم فی الامانات دلت الایة علی امر الشیوخ بایصال المعارف واعطاء الخلافة من کان اھلاً لھا

اگر امانت کو عام لیا جاوے تو آیت میں مشایخ کو بھی امر ہوگا کہ معارف اور برکات کو ان کے اہل تک پہنچا دیں۔ اور جو ان میں خلافت ارشادیہ کا اہل ہو ان کو اجازت دیں۔ (مسائل السلوک)

بعض مُریدین کو عدم مناسبت کے سبب خانقاہ سے نکال دینا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ھذا فراق بینی و بینک ۔ (سورۃ کہف پ ۱۶)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

ھو اصل لامر المرید بالفراق اذا لم یتوقع مناسبة و وفاق و ظھر کثیر خلاف و شقاق ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مرید سے مناسبت نہ ہو اور آئندہ بھی موافقت کی توقع نہو تو اس کو الگ کر دینا چاہیئے کہ بدون مناسبت دونوں کے اوقات ضائع ہوں گے ۔

(مسائل السلوک ۔ بیان القرآن)

صالحین کی اولاد کا اکرام کرنا

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وکان ابوھما صالحاً ۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ۔ فیه رعایة لاولاد الصالحین

اس آیت میں صالحین کی اولاد کی رعایت کا ثبوت ہے اور مشایخ صوفیہ اس کا اہتمام کرتے ہیں ۔ (مسائل السلوک)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ باپ صالح ساتویں پشت کے تھے

کان لاب السابع - کیسے کریم مالک ہیں کہ اپنے وفادار غلاموں کی سات پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔

نسبت باطنی

حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شیٔ قدیر

(اتمام نور سے مراد تفسیر میں آخرت کا نور ہے کہ اے اللہ اس نور کو آخر تک قائم رکھئے کہ راستے میں گل نہ ہو جاوے) بطور اشارہ اتمام نور سے نسبت مع اللہ کا القاء بھی ہے۔ (ایسا شخص مکمّل لنفسہ مکمّل لغیرہ ہوتا ہے)

حضرت خواجہ صاحب کی یہ تحریر احقر نے خود دیکھی ہے۔

انقطاعِ خلق اور تعلق مع اللہ سے کیا مراد ہے؟

بعض نادان صوفیہ و تبتل الیہ تبتیلاً سے یہ سمجھ گئے کہ ضروری تعلقات دنیویہ سے بھی الگ ہو کر رہبانیت اختیار کر لی جاوے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان القرآن میں اس آیت کی نہایت حکیمانہ تفسیر فرمائی ہے۔ "اور علاقہ خداوندی کو تمام تعلقات پر غالب رکھئے"۔ کیا ہی عمدہ تعبیر ہے۔ احقر کا یہ شعر بھی اس مفہوم کا ترجمان ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے۔
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے۔

ہجرانِ جمیل اور صبرِ جمیل

الصبر الجمیل الذی لاشکوی فیہ — یعنی صبرِ جمیل وہ صبر ہے جس میں شکایت نہو۔ اور مراد اس شکایت سے یہ ہے کہ مخلوق سے شکایت نہ کرے ۔ پس حق تعالیٰ سے شکایت اپنی تکلیف کی پیش کرنا منافی صبرِ جمیل نہیں ۔ جیساکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔

اور ہجرِ جمیل یہ ہے کہ اس کی شکایت اور انتقام کی فکر میں نہ پڑے

(ارشاد حضرت تھانویؒ)

داعی الی اللہ اور شیخ کو عارف ہونا چاہیئے۔

قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃٍ ۔(پ۱۳ یوسف)

بحوالہ روح المعانی حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ داعی الی اللہ کو طریقِ ایصال کا ماہر ہونا چاہیئے اور حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہونا چاہیئے۔

فی الروح اشارۃ الیٰ انہٗ ینبغی للداعی الی اللہ تعالیٰ ان یکون عارفاً بطریق الایصال الیہ سبحانہٗ عالما بمایجب لہٗ تعالیٰ۔

رحمتِ حق کے ساتھ شیطان سے بڑھ کر کوئی ضعیف اور ذلیل نہیں

حضرت ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں ۔ فان الشیطان مع اللطف الالٰھی لا اضعف منہ ولا اذل فانہ مشبہ بالکلب الواقف علی الباب ولذا قال تعالیٰ ۔ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔

(مرقاۃ ج ۱ صفحہ ۱۳۶)

حق تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ ہوتے ہوئے شیطان سے بڑھ کر کوئی کمزور اور ذلیل نہیں۔ پس تحقیق وہ اس کتے کے مثل ہے جو دروازہ پر کھڑا رہتا ہے۔

(جیسا کہ بنگلوں اور بڑے لوگوں کے مکانوں پر خونخوار خطرناک قسم کا کتا کھڑا رہتا ہے جب کوئی داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ کتا بھونکتا ہے۔ پھر آنے والا مالک مکان کو پکارتا ہے۔ وہ اس کتے کو ڈانٹتا ہے۔ خاموش ہمارا آدمی ہے پھر وہ دُم ہلانے لگتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنے دربار قرب سے باہر شیطان کھڑا کیا ہوا ہے۔ جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے ارادہ کرتا ہے یہ بھونکتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ پس حکم ہو گیا کہ ہم کو پکارو، یہ ہمارا کتا ہے ہمارے حکم سے خاموش ہو گا۔ تم اس کے وسوسوں کا جواب دو گے تو یہ اور بھونکے گا۔ کہو اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے یعنی جو اس کا مالک ہے، اس کی مدد چاہتا ہوں اس طرف اشارہ ہے اس حدیث کا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

فان العبد بحولہ وقوتہ لیس لہ قوۃ المغالبۃ مع الشیطٰن و مجادلتہ فیجب علیہ ان یلتجیٔ الی مولاہ و یعتصم باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ (بحوالہ بالا)

پس تحقیق بندہ کو اپنی طاقت سے شیطان پر غلبہ پانے اور اس سے جھگڑنے کی طاقت نہیں دی گئی۔ اس لیے حکم ہے کہ تم اپنے مولیٰ سے رجوع کرو اور پناہ مانگو حق تعالیٰ کی اس مردود سے۔

حضرت یُونس علیہ السلام کے بارے میں تفسیری تحقیق

از حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ

وذاالنون اذ ذھب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیہ

اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے (حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کا) جب وہ اپنی قوم سے جب کہ وہ ایمان نہ لائے خفا ہو کر چل دیئے اور ان کی قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے۔ اور اس سفر کے لئے ہمارے حکم کا انتظار نہیں کیا۔ اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ہم اس چلے جانے میں ان پر کوئی داروگیر نہ کریں گے۔ یعنی چونکہ اس فرار کو انہوں نے اجتہاداً جائز سمجھا اس لئے انتظار نص اور وحی کا نہ کیا۔ لیکن چونکہ امید وحی تک وحی کا انتظار انبیاء کے لئے مناسب ہے اس لئے اس ترک مناسب پر ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی چلتے چلتے رک گئی۔ یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا یہ فرار بلا اذن ناپسند ہوا اس کی وجہ سے یہ کشتی رکی۔ کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھے دریا میں ڈال دو، وہ راضی نہ ہوئے۔

غرض قرعہ پر اتفاق ہوا۔ تب بھی انہیں کا نام نکلا۔ آخر ان کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نگل گئی۔

وکذا فی الدر المنثور (بیان القرآن سورۃ انبیاء)

بدون انتظار وحی اس مقام سے چلے جانے کا علامہ آلوسی رح نے حسن وشعبی رح وسعید بن جبیر جلیل القدر تابعی اور عبداللہ بن مسعود رض جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ جواب نقل فرمایا ہے۔

و ینبغی ان یتأول لمن قال ذالک من العلماء کالحسن و الشعبی و ابن جبیر وغیرھم من التابعین و ابن مسعود من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم بان یکون معنی قولھم لربہ لاجل ربہ تعالیٰ وحمیۃ لدینہ، فاللام لام العلۃ (وما ورد من بعض السلف مغاضبًا لربہ فمعناہٗ مغاضبًا لاجل ربہ لا علی ربہ۔ فافھم (من حاشیۃ بیان القرآن)
(روح المعانی پ ۱۷ صـ ۸۳ سورۃ انبیاء)

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعض سلف نے جو مغاضبًا لربہ سے تفسیر کی ہے اس کا مفہوم لام تعلیلیہ کے پیش نظر مغاضبًا لاجل ربہ ہے۔ یعنی اپنے رب ہی کے لئے یہ غصہ تھا اور اپنی دینی حمیت کے لئے تھا۔ اور حضرت حکیم الامت تھانوی رح ارشاد فرماتے ہیں کہ احقر کے نزدیک اس تفسیر کا ادلال پر محمول کر لینا اقرب و الطف ہے۔
(ادلال کے معنی ادل علیہ کسی کی محبت پر بہت اعتبار کر لینا)
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کا ذہاب (جانا) تین سبب سے تھا۔

مغاضبًا لاجل ربہ۔ وحمیۃ لدینہ۔ وغلبۃ الاعتماد علی محبۃ ربہ ـــــــ یہ جانا تین سبب سے تھا۔ اپنے رب ہی کیلئے غضبناک ہونے اور اپنی دینی حمیت اور غیرت کے سبب تھا اور حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت پر غلبہ اعتماد کے سبب تھا۔ اس میں نمبر ۳ جو آخری جملہ ہے وغلبۃ الاعتماد علی محبۃ ربہ حضرت اقدس تھانوی کا جواب ہے۔ جو نہایت اقرب و الطف ہے۔
اور حضرت یونس علیہ السلام کا باوجود عصمت و برائت انی کنت من الظالمین میں ذنب کی نسبت اپنی طرف کرنا مجازًا ہے جو غلبہ استحضارِ عظمتِ حق کے سبب غیر اولیٰ اور ترک مناسب کو ذنب سے تعبیر فرمایا

ہے۔ جیساکہ اکثر اہل اللہ پر اس نوع کے حالات طاری ہوتے ہیں۔ اور ایسے حالات میں کفر کی نسبت بھی اپنی طرف کر لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نبی کو جس قدر ذنب سے بُعد ہے اتنا غیر نبی کو کفر سے نہیں جب اطلاق ابعد جائز ہوا تو اطلاق بعید میں کیا شک ہے۔

مسائل السلوک (بیان القرآن)

حق تعالیٰ کا ارشاد فظن ان لن نقدر علیہ میں ظنّ دلالت کرتا ہے کہ یہ آپؑ کا اجتہاد تھا۔ ومن ثم عبّر بظنّ فلا یلزم انہ خطر ببالہ علیہ السلام الجانب المخالف۔ اسی سبب سے ظن کے لفظ سے حق تعالیٰ شانہ نے تعبیر فرمایا۔ پس نہیں لازم آتا اس سے کہ جانب مخالف کا خیال بھی آیا ہو۔

ظنّ کے ترجمہ میں غور کیجئے کہ حضرت حکیم الامتؒ نے کس قدر منصب نبوت کی عظمت اور عصمت کا حق ادا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کی قبروں کو اپنے انوار رضائے علیا سے منور اور معمور فرماویں (آمین)

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا ط حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصٰلہ ثلثون شھرا۔

والدین کے ساتھ احسان کا حکم فرماتے ہوئے ماں کا حق خصوصیت سے الگ بیان فرمایا گیا۔ (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ) کیونکہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا۔ اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا اکثر تیس ماہ میں ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے جیساکہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابی رضؓ نے دریافت کیا کہ میں کس کی خدمت زیادہ کروں؟ فرمایا ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا پھر کس کی فرمایا ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا پھر کس کی فرمایا ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا پھر کس کی فرمایا باپ کی۔

بخاری شریف کی اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔

وقد وقعت الاشارة الیٰ ذالك فی قوله تعالیٰ۔ ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صہ ۴۰۲)

ونقل المحاسبی الاجماع علیٰ ان الام مقدمة فی البر علی الاب۔ (بحواله بالا صہ ۴۰۳)

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے حسن سلوک میں اس پر اجماع ہے۔

اشکال اور جواب

حمل سے لے کر دودھ کے چھڑانے کی مدت دو سال نو ماہ ہے۔ اور اس آیت میں تیس ماہ (ڈھائی سال) بنتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ اس حساب پر مبنی ہے کہ حمل کی قلیل مدت چھ ماہ ہے۔ اور اکثر مدت رضاع دو سال ہے۔ مجموعہ ڈھائی سال ہو گیا۔

اب رہا یہ سوال کہ ایک کی اقل مدت اور دوسرے کی اکثر مدت کیوں لیا؟

تو جواب یہ ہے کہ منضبط یہی مدتیں ہیں۔ بخلاف اکثر مدت حمل کے کہ کسی دلیل قطعی سے منضبط نہیں۔ اور اسی طرح اقل مدت رضاع کی بھی منضبط نہیں۔ پوری تفصیل بیان القرآن میں ملاحظہ فرمادیں۔

جس عورت کے متعدد شوہر ہوں گے وہ کس شوہر کو ملے گی؟

یا سب سے آخر والے شوہر کو یا سب سے پہلے شوہر کو۔ یا جس شوہر کے اخلاق اچھے ہوں گے یہ عورت اس کو اپنی مرضی سے انتخاب کرے گی۔
فتختار من کان احسنھم خلقا معھا۔ (روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۳۶)

کافر مرد کی مسلمان بیوی کس کو ملے گی۔؟

وتُعطٰی زوجۃ کافر دخلت الجنۃ لمن شاء اللہ تعالیٰ
کافر کی مسلمان بیوی جنت میں جب داخل ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو چاہیں گے عنایت فرماوینگے

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضؓ کس کو ملیں گی؟

وقد ورد ان آسیۃ امرأۃ فرعون تکون زوجۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔
تحقیق کہ وارد ہے کہ حضرت آسیہ رضؓ بیوی فرعون کی جنت میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔ (روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۳۶)

تختِ سُلیمانی کی رفتار

ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر۔ الایۃ (سُورۃ سباء پ ۲۲)

صبح کا چلنا اس ہوا کا ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کا چلنا بھی اسی طرح ایک ماہ کی مسافت تھی۔ (بیان القرآن)
اس رفتار کے متعلق علامہ آلوسی رحؒ نے تفسیر روح المعانی میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ بیت المقدس سے صبح اپنے تختِ سلیمانی سے چل کر اصطخر میں قیلولہ فرماتے تھے اور پھر شام کو وہاں سے آپ کے تخت کو ہوا اڑا کر خراسان کے قلعہ میں پہنچاتی تھی۔ اور راستہ میں جب تخت

چلتا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر طیور صفوف کی شکل میں سایہ رکھتے تھے اور ساتھ ہی جنات اور بہت سے انبیاء اور علماء بھی ہوتے تھے۔

اخرج احمد فی الزھد عن الحسن انه قال فی الآیة کان سلیمٰن علیه السلام یغدو من بیت المقدس فیقیل باصطخر ثم یروح من اصطخر فیقیل بقلعة خراسان آگے چند ابیات ہیں جن کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

تظلھم طیرٌ صفوفٌ علیھم۔ (روح المعانی ص۱۷/۲۲ و ۲/۱۷)

تفسیر بیان القرآن پ۱۷ ص۱۵ (سورۃ انبیاء) میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

درمنثور میں روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مع اعیانِ ملک اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے اور ہوا کو حکم دیتے تھے وہ سب کو اٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ماہ کی مسافت قطع کرتی۔

مسلمان کامل کون ہے

شرح حدیث۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یدہٖ۔ (رواہ البخاری)

مسلمان کامل وہ ہے کہ جس سے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں

ایک اشکال اور جواب

ایک غیر مسلم نے حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ غیر مسلم کی حفاظت کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ کیا ان کو ستانا جائز ہے؟ فرمایا کہ چونکہ کثرت سے معاملات مسلمانوں کے مسلمانوں سے رہتے ہیں۔ جب کثیر الوقوع حالات میں اس پر عمل کریں گے تو قلیل الوقوع حالات میں بدرجہ اولیٰ اس حدیث پر عمل کریں گے۔

علامہ بدر الدین عینیؒ نے شرح بخاری عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۳ پر اس حدیث کی شرح اس طرح فرمائی ہے۔

بیان استنباط الفوائد الاولیٰ: فیہ الحث علیٰ ترک اذی المسلمین بکل ما یؤذی۔ وسر الامر فی ذالک حسن التخلق مع العالم کما قال الحسن البصری فی تفسیر الابرار ھم الذین لا یؤذون الذر ولا یرضون الشر۔ والثانیۃ: فیہ الرد علی المرجئۃ فانہ لیس عندھم اسلام ناقص۔ والثالثۃ: فیہ الحث علیٰ ترک المعاصی و اجتناب المناھی۔

ترجمہ اس حدیث سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں۔
۱۔ مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے والے افعال کے ترک کر دینے کی ترغیب ہے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ ابرار کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں دیتے۔ اور شر کرنا تو کیا شر سے راضی بھی نہیں ہوتے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ تمام تصوف کا نچوڑ اور حاصل یہ ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

حکایت حضرت پھولپوری رحؒ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی کو گناہ کرتے دیکھا واپس آ گئے چارپائی پر غم سے لیٹ گئے اور جب پیشاب کیا تو غم سے اس میں خون آ گیا۔
یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی نافرمانی سے حفاظت نصیب فرما ان بزرگوں کے طفیل جن سے ہم وابستہ ہیں۔

۲- اس حدیث میں فرقہ مرجئہ کی تردید ہے جن کے نزدیک اسلام ناقص نہیں ہوتا۔ (یا مسلمان کامل یا کافر ہوتا ہے)

۳- ترک معاصی اور نافرمانی سے اجتناب کی ترغیب ہے

سوالات اور جوابات

سوال نمبر ۱ "ید" کو خاص کیوں کیا جب کہ اور اعضاء سے بھی افعال صادر ہوتے ہیں۔ لم خص الید مع ان الفعل قد یحصل بغیرھا۔

جواب ان سلطنۃ الافعال انما تظھر فی الید اذ بھا البطش والقطع والوصل والاخذ والمنع والاعطا ونحوہ۔ قال الزمخشری لما کانت اکثر الاعمال تباشر بالایدی غلبت فقیل فی کل عمل ھذا مما عملت ایدیھم وان کان عملاً لا یاتی فیہ المباشرۃ بالایدی۔

خلاصہ ترجمہ اکثر افعال تو ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں جیسے پکڑنا۔ کاٹنا جوڑنا۔ دینا، روکنا وغیرہ۔ علامہ زمخشری نے فرمایا کہ جب کہ اکثر اعمال ہاتھ سے ہوتے ہیں تو تغلیباً جملہ اعضاء کے اعمال کو بھی ہاتھ ہی کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب ان کے ہاتھوں کے اعمال ہیں اگرچہ دوسرے اعضاء کے اعمال بھی ہوتے ہیں

سوال نمبر ۲ زبان کو ہاتھ کے ساتھ کیوں ملایا؟ لم قرن اللسان بالید۔

جواب اجیب بان الایذاء باللسان والید اکثر من

غیرھما۔ زبان اور ہاتھ سے ایذاء بہ نسبت دوسرے اعضاء کے زیادہ ہوتی ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ ہاتھ سے پٹائی کے وقت زبان بھی ساتھ کچھ بولتی رہتی ہے۔ ایسا نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی ہاتھ سے کسی کو پیٹ رہا ہو اور زبان بالکل خاموش ہو۔

سوال نمبر ۳ زبان کو ہاتھ پر کیوں مقدم فرمایا؟ لم قدم اللسان علی الید۔؟

جواب اجیب بان ایذاء اللسان اکثر وقوعاً واسھل ولانہ اشد نکایۃ ولھذا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان اھج المشرکین فانہ اشق علیھم من رَشْقِ النَّبَل۔ وقال الشاعر۔

جراحات السنان لھا التیام ۔ ولا یلتام ماجرح اللسان

زبان سے ایذاء کثیر الوقوع ہے اور آسان ہے اور اس کی ایذاء بھی شدید ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رض سے فرماتے تھے کہ مشرکین کی برائی میں اشعار کہئے یہ تیروں کی بارش سے زیادہ ان پر شاق ہے ــــ شاعر کہتا ہے کہ:۔

تیر کا زخم تو بھر بھی جاتا ہے ۔ مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا۔

سوال نمبر ۴ بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کی ایذاء سے مسلمان سالم نہ رہیں تو وہ کافر ہو جاوے گا۔ لیکن اجماع اس کے خلاف ہے۔ من لم یسلم المسلمون منہ لایکون مسلمًا۔؟

جواب المراد منہ المسلم الکامل اذالم یسلم منہ المسلمون فلا یکون مسلمًا کاملاً وذالک لان الجنس اذا

اطلق یکون محمولاً علی الکامل۔

اس حدیث سے مراد مسلمان کامل ہے کہ جس کی ایذاء سے مسلمان محفوظ رہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب اسم جنس مطلق بولتے ہیں تو مراد اس کا فردِ کامل ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۵ مجرمین پر حدود اور تعزیرات اور تادیبات کا اجراء بھی تو ایذاء ہے۔

جواب یہ ایذاء نہیں ہے۔ بلکہ استصلاح ہے وطلب السلامة لھم ولو فی المآل ہے۔ معاشرہ کی سلامتی اور امن اس پر موقوف ہے۔ اور شریعت نے اس کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

سوال نمبر ۶ ذمی کفار کو بھی اذیت جائز نہیں ہے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے صرف مسلمون کا ذکر ہے۔

جواب بانه قد ذکر المسلمون لطریق الغالب۔ چونکہ اکثر حالات میں معاملہ مسلمانوں سے ہوتا ہے اس لئے ان کا ذکر ہے۔ اس قاعدہ کا نام تغلیباً ہے اور ذمی ان کے تابع ہو کر شامل ہیں۔

سوال نمبر ۷ حدیث میں مسلمات کا ذکر نہیں ہے ان کی سلامتی کا کیا ہو گا؟

جواب اجیب هذا من باب التغلیب فان المسلمات یدخلن فی سائر النصوص و المخاطبات۔

عورتیں تمام احکام شریعت میں مردوں کے تابع ہیں۔ جیسے واقیموا الصلوٰۃ وغیرہ میں شامل ہیں جبکہ واقیموا مذکر کا صیغہ ہے۔

سوال نمبر ۸ زبان کے اقوال سے اذیت ہوتی ہے نہ کہ زبان سے پھر اقوال اور کلام کے بجائے زبان کو تعبیر کیوں فرمایا؟

لہ عبر باللسان دون القول فانہ لایکون الا باللسان ۔

جواب قول کے بجائے زبان کو اس لئے بیان فرمایا کہ بعض وقت شریر آدمی زبان سے کچھ بولتا تو نہیں مگر مذاق اڑانے کی نیت سے زبان کو باہر نکال دیتا ہے ۔ سبحان اللہ! کیا کلام نبوت کی بلاغت ہے اور علامہ عینیؒ کا بھی کمال فہم ہے ۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً ۔

انما عبر بہ دون القول حتی یدخل فیہ من اخرج لسانہ علی سبیل الاستھزاء ۔

سوال نمبر ۹ زبان اور ہاتھ کی اذیت میں کیا فرق ہے ۔؟

جواب زبان کی ایذاء موجودین اور ماضیین اور حادثین سب کے لئے عام ہے ۔ یعنی ماضی، حال، مستقبل سب کو بُرا کہہ سکتی ہے لیکن ہاتھ کی اذیت صرف موجودین پر جاری ہو سکتی ہے ۔

اللھم الا اذاکتب بالید فحینئذ تشارک اللسان ۔

یا اللہ مگر یہ کہ کوئی ہاتھ سے تینوں زمانے کے لوگوں پر برائی لکھ دے پس اس وقت ہاتھ زبان کے برابر ہو جاویگا ۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳)

مہاجرین کے لئے تازیانہ عبرت وروی احمد عن عمرو بن عبسۃ قال سئلت رسول اللہ ای الھجرۃ افضل قال ان تھجر ماکرہ ربک ۔۱۲

ترجمہ حضرت عمرو بن عبسہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی ہجرت افضل ہے ۔؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ افضل ہجرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو ۔

اچھی اچھی نیتوں سے بھی مفت ثواب حاصل کیجئے

رواہ ابو یعلیٰ فی مسندہٖ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یقول اللہ تعالیٰ للحفظۃ یوم القیامۃ اکتبوا لعبدی کذا وکذا من الاجر فیقولون ربنا لم نحفظ ذالک عنہ ولا ھو فی صحفنا فیقول انہ نواہٗ۔ (عمدۃ القاری ج۱ ص۳۵)

قیامت کے دن حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے فرشتوں سے کہ میرے بندے کے لئے فلاں فلاں عمل کا ثواب لکھو، فرشتے کہیں گے یا رب ہم نے تو ان اعمال کو اس سے محفوظ نہیں کیا اور نہ ہمارے صحیفوں میں یہ اعمال نوٹ ہیں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس بندے نے اچھے اچھے اعمال کی نیت کی تھی۔

واقعہ حُسنِ نیت

ملا علی قاریؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک امتی صحابی ایک ریت کے ٹیلہ سے گذرا اور وہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ کاش یہ سب غلہ بن جاتا اور میں یہ سب کا سب بھوکوں میں تقسیم کر دیتا۔

روی ان رجلا من بنی اسرائیل مر بکثبان رمل فی مجاعۃ فقال فی نفسہ لو کان ھذا الرمل طعاما لقسمتہ بین الناس فاوحی اللہ الی نبیھم قل ان اللہ قد صدقک و شکر حسن صنیعک واعطاک ثواب مالو کان طعاما فتصدقت بہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں اس وقت کے نبی کو وحی فرمائی کہ آپ اس صحابی سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اسی نیت کی تصدیق کر دی اور تیرے حُسنِ عمل کو قبول فرما لیا اور تیرے لئے اسی قدر ثواب عطا کر دیا گیا اگر تو تمام ریت کے ٹیلے کے برابر غلہ خیرات کرتا۔

(مرقاۃ ج۱ ص۳۴)

حل لغت:۔ کثیب ۔ ریت کا ٹیلہ ۔ جمع کُثُبٌ و کُثبانٌ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ھو ابو بکر ن الصدیق اسمہٗ عبد اللہ بن عثمان ابی قحافہ بضمّ القاف ۔ آپ کے والد صاحب کا نام ابی قحافہ تھا جس کے قاف پر پیش ہے ۔

وصل بالاب السابع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں پشت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسب مل جاتا ہے ۔ یعنی حضرت صدیق کے ساتویں دادا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ایک ہیں ۔

حضرت صدیق رضؓ کا لقب عتیق اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ :۔ من اراد ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر رضؓ ۔ جو ارادہ کرے کہ جہنم سے آزاد کو دیکھے وہ ابو بکر صدیق رضؓ کو دیکھ لے ۔ شھد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم المشاھد کلھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جہاد میں شریک ہے ۔ ولم یفارقہ فی جاھلیتہ ولا فی الاسلام اور اپنی جاہلیت یعنی قبل اسلام اور بعد اسلام کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا ۔ وھو اول الرجال اسلاماً ۔ اور یہ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں ۔ کان ابیض گورے تھے ۔ نحیفاً خفیف العارضین تھے ۔ معروق الوجہ ۔ غائر العینین ۔ ناتی الجبہ ۔ عاری الاشاجع الخضیب بالحنا تھے ۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۔

وہ کون صحابی ہیں جن کی چار پشت صحابی تھی

حضرت صدیق اکبرؓ کی چار پشت صحابی ہے۔ لہ ولابویہ وولدہٖ وولد ولدہٖ صحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجتمع ھذا لاحد من الصحابۃ۔ حضرت صدیق اکبر اور ان کے والدین اور ان کے بیٹے اور ان کے پوتے سب صحابی ہیں۔ یہ نعمت چار پشت صحابی کی کسی صحابی کو حاصل نہیں۔ ولد بمکتہ ومات بالمدینۃ وصلی علیہ عمر بن الخطاب رضؓ۔ مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور مدینہ شریف میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی آپ کی خلافت کی مدت ۲ سال چار ماہ ہے۔

الاکمال فی اسماء الرجال لشیخ ولی الدین صاحب مشکوٰۃ ص ۵۸۷)

اہل اللہ کی مخالفت مخالفین کی استعداد کے فساد کی دلیل ہے

قالوا انا تطیرنا بکم۔ کافروں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ ان رسولوں نے فرمایا قالوا طائرکم معکم تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون ٭ کیا تم اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے۔ بلکہ تم حد سے گذرنے والے ہو۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ بحوالہ روح المعانی بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ وفی الروح قال مقاتل انہ حبس عنھم المطر ان نالائقوں پر بارش روک دی گئی وقال اٰخرا سرع فیھم الجذام۔ سب کے سب کوڑھی ہو گئے اسی وقت کہ ان گستاخوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ وھذا عادۃ اللہ اذا انکر الناس علی

اولیائہ - اور یہی عادت اللہ تعالیٰ ہے یعنی دستور حق تعالیٰ کا ہے کہ جب اولیاء اللہ کے ساتھ گستاخی کی جاتی ہے تو اسی طرح کا وبال ان پر آتا ہے - قالوا طائرکم - روح المعانی میں ہے کہ اس کے اندر اشارہ ہے کہ ان کی استعداد ہی فاسد تھی۔

وما لی لا اعبد الذی فطرنی میں اپنے اوپر الزام رکھ کر بیان کرنا ارشاد میں تلطف ہے اور مصلحین کا یہی طرز ہے۔

فلا یحزنک قولھم میں اشارہ ہے کہ مخالفین کے اقوال کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے - حق تعالیٰ شانہٗ خود آگاہ ہیں مناسب انتقام لے لیں گے۔

انما تنذر من اتبع الذکر - میں دلالت ہے کہ تربیت پر جو فائدہ مرتب ہوتا ہے وہ طالب کی استعداد کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ مربی ظاہری کی عطاء - لیکن اس استعداد کے ظہور کا چونکہ مربی سبب ہوتا ہے اس لئے اس کے حقوق کا اہتمام سلوک کی روح ہے)

(بیان القرآن مسائل السلوک پ ۲۳ سورۃ یٰسین)

چند مسائلِ سلوک بیان القرآن سے (پ ۱۳ یوسف)

اہل اللہ پر مشاہدہ تجلیات اور ان کے بارے میں ہدایات فلما رأینہ اکبرنہ وقطعن ایدیھن - جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئیں - اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے - روح المعانی میں ابن عطاء سے منقول ہے کہ یہ تو مشاہدہ مخلوق کا غلبہ ہے سو مشاہدہ حق کا کیا کچھ اثر ہو سکتا ہے تو اگر ایسے شخص سے کوئی امر خلاف ظاہر صادر ہو جاوے تو اس پر اعتراض اور انکار نہ کرے۔

مرشد کا بعض مرید سے زیادہ محبت کرنا

(۱) اذ قال یوسف لابیہ الخ
(۲) اذ قالوا لیوسف واخوہ احب الیٰ ابینا منا - اس میں دلالت ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ اپنے مریدین میں سے کسی مرید سے دوسروں سے زیادہ محبت کرے جبکہ اس میں اوروں سے زیادہ رشد کے آثار پائے جاویں ۔

مرید اپنے مرشد کے علاوہ کسی سے اپنا حال بیان نہ کرے

قال یا بنیّ لا تقصص رؤیاك علیٰ اخوتك - حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹے یوسف اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے خواب کو مت بیان کرنا

(۱) - اس میں دلالت ہے کہ مرید کو جو حالات پیش آویں اس کو اپنے شیخ سے بیان کرے - جیسا کہ اذ قال یوسف لابیہ میں اشارہ ہے

(۲) دوسری میں دلالت ہے کہ اپنا حال غیر شیخ سے نہ کہے کہ اس میں ضرر کا احتمال ہے ۔

عالم کا کبھی اپنے نفس کے اوصاف انتفاع طالبین کے لئے بیان کرنا ۔

قال لا یاتیکما طعام ترزقنٰہ الا نبأتکما بتاویلہ - حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے ملتا ہے اس کے آنے سے قبل اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں - ذالکما مما علمنی ربی یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے ۔

روح المعانی میں ہے کہ :- ان وصف العالم نفسہ لینتفع بہ لا یحرم و لا یعد ذالك من التزکیۃ المحظور - اگر کوئی عالم

اپنے اوصاف اس لئے بیان کرے کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں تو جائز ہے اور یہ تزکیہ ممنوعہ میں داخل نہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ تزکیہ ممنوعہ فلا تزکوا انفسکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو پاک مت کہو۔ جہاں تزکیہ کا حکم ہے وہاں مطلب ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرو۔ اور جہاں نفی ہے وہاں مراد نسبت الی الماخذ سے منع کرنا ہے۔ پس پاک کردن تو فرض اور پاک گفتن حرام ہے۔ یعنی اپنے نفس کی اصلاح تو فرض ہے مگر اپنے کو اصلاح یافتہ اور پاک سمجھنا حرام ہے۔

الاترون انی اوف الکیل وانا خیر المنزلین۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں۔ فیہ ان اظہار حسن معاملتہ اذا کان فیہ مصلحۃ ولا یراد بہ التمدح لاینافی التواضع۔ اس میں دلالت ہے کہ اپنی خوش معاملگی کا اظہار اگر اس سے اپنی مدح مقصود نہو بلکہ اس میں کوئی مصلحت ہو منافی تواضع نہیں ہے

کاملین کو محبت طبعیہ حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی۔

وتولیٰ عنھم وقال یاسفیٰ علی یوسف۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے دوسری طرف رُخ پھیر کر فرمایا۔ ہائے یوسف افسوس۔

روح المعانی میں ہے کہ محبت بیٹے کی منصب نبوت کے خلاف نہ تھی۔ یہ محبت طبعیہ ہے جو کاملین کو حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ یعنی انابت

اور لذت مناجات اور توجہ الی الحق میں ترقی ہو جاتی ہے ۔

تدابیر شرعیہ کا اہتمام منافی کمال نہیں

قال لن ارسلہٗ معکم حتی تؤتون موثقا من اللہِ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا۔ جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے۔ فیہ ان التدبیر الماذون فیہ لا ینافی کمال التوکل۔ اس میں دلالت ہے کہ تدبیر جائز کمال توکل کے خلاف نہیں۔

(مسائل السلوک پ ۱۳ سورۃ یوسف۔ بیان القرآن)

حضرت حوا علیہا السلام کی تاریخ

عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:۔ ان اللہ تعالیٰ لما اخرج ابلیس من الجنۃ و اسکنہا اٰدم بقی فیہا وحدہٗ وما کان معہٗ من یستانس بہ فالقی اللہ تعالیٰ علیہ النوم ثم اخذ ضلعا من جانبہ الایسر و وضع مکانہٗ لحمًا وخلق حواء منہ فلما استیقظ وجدہا عند راسہ قاعدۃ فسألہا من انت قالت امرأۃ قال ولم خلقت قالت لتسکن الیّ۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جب جنت سے نکالا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام تنہا جنت میں رہ گئے تو کوئی نہ رہا جس سے انس حاصل کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو طاری فرما دیا اور ایک پسلی بائیں طرف سے نکالی اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا۔ اور اسی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پس جب آدم علیہ السلام بیدار ہوتے تو اپنے سر کے پاس ان کو بیٹھے ہوتے پایا۔ اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ میں عورت ہوں۔ پوچھا کہ کیوں تجھے پیدا کیا گیا؟ کہا تاکہ آپ مجھ سے سکون اور تسلی

حاصل کریں۔

پھر ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔؟ فرمایا یہ عورت ہے۔ دریافت کیا کہ ان کا نام امرأۃ کیوں ہے؟ فرمایا کیونکہ یہ خلقت من المرء مرد سے پیدا کی گئی ہے۔ دریافت کیا ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا حواء۔ پوچھا کہ نام حواء کیوں ہے۔؟ فرمایا لانہا خلقت من شئ حیّ۔ کیونکہ وہ زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۳)

بخاری شریف کی حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ کالضلع ان اقمتہا کسرتہا وان استمتعت بہا استمتعت بہا وفیہا عوج۔ عورت مثل پسلی کے ہے اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اسی حالت میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ اس کے اندر ٹیڑھا پن رہیگا۔

اس حدیث کو امام بخاری باب المداراۃ مع النساء کے ذیل میں لائے ہیں جس سے بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا سبق ملتا ہے اور ان کی بداخلاقیوں پر صبر و تحمل کی تعلیم بھی ملتی ہے۔

دوسری حدیث میں تصریح ہے کہ پسلی سے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ واستوصوا بالنساء خیراً فانھن خلقن من ضلع۔ عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرو کیونکہ ان کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

(جواہر البخاری ص ۱۴۴ و ص ۲۴۴)

...۔...

دوستی کا اصل معیار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے

والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر۔ الخ پ سورۂ توبہ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

میرے مرشد مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس آیت میں دوستی اور رفاقت کا اصل معیار یہ بتایا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو نیک کام کی ترغیب دلائیں اور برائی پر روک ٹوک کریں۔ لیکن آج کل ایسے لوگوں کو پسند نہیں کیا جاتا ہے بلکہ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو۔ والوں کو پسند کرتے ہیں۔

لطیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحؒ نے ایک مولوی صاحب سے جو کہ اصلاح کے لئے تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے، دریافت فرمایا کب تک ٹھیرو گے۔ کہا جب تک آپ میری اصلاح کے لئے مناسب سمجھیں ہیں۔ فرمایا ہم تو پندرہ سال تک ٹھہرنے کو مناسب سمجھتے ہیں کیا آپ اتنے دن تک ٹھہریں گے۔ بس خاموش ہو گئے۔ بہت دریافت کیا مگر جواب نہ دیا۔ پھر ان سے کہا کہ آپ اس وقت اٹھ جائیے مجلس سے آپ کو دیکھ دیکھ کر مضامین کی آمد ہو رہی ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ یہ لوگ مجھ کو بداخلاق کہیں گے اور ہم ان کو بداخلاق کہیں گے کہ بات صاف نہیں کرتے۔ ان تکلفات سے تکلیف ہوتی ہے، بہر حال ہم دونوں ایک دوسرے کو پاجی کہیں گے۔ وہ ہم کو اور ہم ان کو۔ پھر ہنس کر یہ مصرعہ پڑھا۔

من ترا پاجی بگویم تو مرا پاجی بگو۔ (حسن العزیز ص ۱۱۳)

مشائخ کو اپنے مریدین پر لطف و کرم اور عفو و درگذر سے کام لینا چاہئے

ولا یأتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمسٰکین والمھجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ (پ ۱۸ سورۃ نور)

اور جو لوگ تم میں سے بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردیں بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آیت کا شان نزول تو حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے اور یہ بدری صحابی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ نے ان سے ناراض ہو کر قسم کھالی تھی کہ اب انکی کبھی کوئی مدد نہ کریں گے اور حضرت صدیق اکبر رضؓ کے رشتہ داری میں یہ بھانجے ہوتے تھے۔ ان پر خیر و خیرات کیا کرتے تھے۔ جب قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہدایت فرمائی کہ عفو و کرم سے کام لیں۔ کیا قیامت کے دن تم اپنے قصوروں کی معافی نہیں چاہتے۔ یعنی ہمارے بندوں کو یہاں تم عفو کرو وہاں ہم تمہیں اس کے صلے میں معاف کردیں۔ حضرت صدیق رضؓ نے ان آیات کے نزول کے بعد قسم توڑ کر کفارہ ادا فرمایا اور حضرت مسطح کو معاف کر دیا۔ اور ان پر خوب احسان فرمانے لگے۔

علامہ آلوسیؒ تفسیر فرماتے ہیں۔ اولوا الفضل منکم ای الزیادۃ

فی الدین - والسعۃ ای فی المال ولیعفوا - ما فرط منھم ولیصفحوا، بالا غضاء عنہ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ای بمقابلۃ عفوکم وصفحکم واحسانکم الی من اساء الیکم واللہ غفور رحیم مبالغ فی المغفرۃ والرحمۃ مع کمال قدرتہ سبحانہ علی المؤاخذۃ -

حضرت صدیق اکبر رضؓ نے جب یہ آیتیں سنیں - وصح ان ابا بکر رضؓ لما سمع الاٰیۃ - فرمایا بے شک اے ہمارے رب ہم محبوب رکھتے ہیں کہ آپ ہم کو بخش دیں قال بلٰی واللہ یا ربنا انا لنحب ان تغفر لنا واعاد لہٗ نفقتہ وفی روایۃ انہ صار یعطیہ ضعفی ماکان یعطیہ اوّلاً - (روح المعانی ص ۱۲۵ پ ۱۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق رضؓ حضرت مسطحؓ کو جس قدر پہلے دیا کرتے تھے اس سے دونا دینے لگے -

مسائل السلوک از بیان القرآن

① اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ان کو اولوا الفضل سے خطاب فرمایا گیا -

② وفی الروح اشارۃ الی انہٗ ینبغی للشیوخ والاکابر ان لا یھجروا اصحاب العثرات واھل الزلّات من المریدین وان لا یقطعوا احسانھم وفیوضاتھم عنھم -

روح المعانی میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ مشائخ اور اکابر کو اپنے مریدین سے ان کی لغزشوں کے سبب قطع تعلق نہ کرنا چاہئے اور اسی طرح اپنے احسانات اور فیوضات کو ان پر بند نہ کرنا چاہئے -

کامیابی اور اصلاحِ نفس کا مدار صرف حق تعالیٰ شانہٗ کا فضل اور اُن کی رحمت ہے ــــــ نہ کہ صرف مُجاہدہ اور سعی محض ـــــ

ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہٗ ما زکیٰ منکم من احدٍ ابدًا ولکن اللّٰہ یزکی من یشآءُ ط واللّٰہ سمیع علیمٌ ہ

ترجمہ وتفسیر از بیان القرآن اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوتا ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک وصاف کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضؓ مقبول التوبہ اور پاک ہوکر آخرت میں مرحوم ہیں۔

مسائل السلوک ولولا فضل اللّٰہ الخ۔ صریح فی ان المناط ھو الفضل لا السعی المحض۔

اس آیت ولولا فضل اللّٰہ سے صراحتہً یہ مسئلہ واضح ہے کہ تزکیہ اور اصلاح نفس کا مدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ نہ کہ مجاہدہ اور سعی محض پر ہے۔ (بیان القرآن)

بلاغت ومعارف اور اس مقام پر فضل اور رحمت کا فرق یہ ہے کہ فضل سے اشارہ توفیق توبہ ہے

اور رحمت سے اشارہ شرف قبول توبہ ہے۔ اور واللہ سمیع علیم سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ کو سننے والے ہیں اور تمہارے اخلاص نیت سے باخبر ہیں۔

سمیع باستغفارکم وعلیم باخلاص نیاتکم۔

اور اسم ذات جل شانہٗ اللہ سے خبردار کرنا ہے کہ الوہیت کے لئے سمع اور علم لوازم سے ہے۔ اور ضمیر پر اکتفاء نہ فرمایا تاکہ غیبوبت اور بُعد کا الم نہ محسوس ہو۔ محبوب حقیقی کے نام پاک کی لذت بھی ان کو حاصل ہو جاوے۔ ورنہ انہ سمیع علیم کا عنوان بھی ہو سکتا تھا مگر ضمیر غائب سے تعبیر نہیں فرمایا۔

(روح المعانی مع التشریح من احقر)

اصلاحِ قلب کی اہمیّت

عن نعمان بن بشیر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (رواہ البخاری والمسلم۔ بخاری شریف ج ا ص۱۳)

کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری صحابی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمین انصار میں یہ سب سے پہلے بچے ہیں جو تولد ہوئے۔ یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں اور کوفے میں رہتے تھے۔ اور شام کے ایک شہر (جس کا نام حمص ہے) کے گورنر بنائے گئے اور جس وقت یہ آٹھ سال سات مہینہ کے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی اور بالغ ہونے کے بعد منبر پر بیان کی جس کو صحابہ رضؓ نے قبول کیا۔

مسئلہ اس میں دلیل ہے کہ جب بچے میں عقل ممیز پیدا ہو جاتے تو اس وقت اس کی روایت معتبر ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔ فیہ دلیل علیٰ صحۃ تحمل الصبی الممیز لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مات وللنعمان ثمان سنین۔

(فتح الباری ج ا ص۱۲۶)

ترجمہ حدیث تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا

ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

تشریح (الا دان فی الجسد) میں جو واؤ ہے وہ جملہ مقدر پر عطف ہے جو یہ ہے۔ (دھی ان حقیقۃ الامر)

(مضغۃ) قلب کو مضغہ سے اس لئے تعبیر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جسم کے مقابلہ میں قلب بہت چھوٹا ہے لیکن قالب کی اصلاح وفساد قلب کے تابع ہے۔ لان القلب سلطان البدن لما صلح السلطان صلحت الرعیۃ) اس لئے کہ قلب جسم کا بادشاہ ہے جب بادشاہ صحیح ہوگا تو رعیت بھی صحیح ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۳۰۲)

تشریح از مرقاۃ ج ۶ ص ۳۶ (اذا صلحت) ای تنورت بالایمان والعرفان والایقان

یعنی جب قلب منور ہو جائے نور ایمان، نور عرفان اور نور ایقان سے۔

(صلح الجسد) ای اعضاؤہ کلہ) بالاعمال والاخلاق والاحوال یعنی جسم کے اعضاء سے اعمال صالحہ، اخلاق حمیدہ اور احوال جمیلہ ظاہر ہوں گے۔

(واذا فسدت) ای اذا تلفت واظلمت بالجحود والشک والکفران۔ یعنی جب قلب برباد ہو جائے ظلمتوں سے بسبب جحود اور شک اور کفر کے۔ افسد الجسد کلہ) ای بالفجور والعصیان فعلی المکلف ان یقبل علی القلب ویمنعہ عن الانہماک فی الشہوات ولا یستعمل جوارحہ باکتساب المحرمات۔

یعنی جسم فاسد ہوگا نافرمانی سے اور گناہوں سے۔ پس مکلف پر یعنی ہر شخص پر واجب ہے کہ قلب کی نگہداشت رکھے۔ اور اس کو روک کر رکھے خواہشات نفسانیہ میں منہمک ہونے سے اور اس کے جوارح نہ استعمال ہوں ارتکاب محرمات میں۔ (الا دھی القلب) لان القلب نہر

كالملك والاعضاء كالرعية۔

اس لئے کہ قلب مثل بادشاہ کے ہے اور اعضا اس کی رعایا ہیں۔

اصلاح باطن کی اہمیت

قال القاری فی المرقاۃ فاھم الامور مراعاتہ۔

ملا علی قاری رح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ نہایت اہم امور میں سے ہے قلب کی اصلاح اور نگرانی۔

قلب کا مفہوم

کما قال الشاعر

قد سمی القلب قلباً من تقلبہ
فاحذر علی القلب من قلب و تحویل

جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔ قلب کا نام قلب اس لئے ہے کہ وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔ پس سخت اہتمام رکھو کہ قلب حق سے باطل کی طرف نہ پھر جائے۔

عن ام سلمۃ قالت کان اکثر دعائہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک

(رواہ البخاری)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو کثرت سے پڑھتے تھے۔ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو دین پر قائم رکھئے۔

علامہ قسطلانی رح (بفتح القاف وبضم خطا باشد۔ قسطلہ ایک مقام ہے جس کی طرف نسبت ہے۔ غیاث اللغات) نے قلب کو امیر البدن اور قالب کو اس کی رعیت فرمایا۔ اور رعیت کی صلاح و فساد موقوف ہے امیر کی صلاح و فساد پر۔ فرماتے ہیں۔ واشرف ما فی الانسان قلبہ فانہ العالم باللہ تعالیٰ والجوارح خدم لہ۔

(ارشاد الساری فی شرح البخاری ۔ جواہر البخاری ص۵۵)

اس حدیث سے اصلاح قلب پر استدلال

سمی القلب قلبا لتقلبہ فی الامور وخص القلب بذالک لانہ امیر البدن ۔ بصلاح الامیر تصلح الرعیۃ وبفسادہ تفسد الرعیۃ وفیہ تنبیہ علیٰ تعظیم قدر القلب والحث لصلاحہا ۔ (فتح الباری ج ۱ ص۱۲۸)

قلب کا نام قلب اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ متقلب فی الامور ہوتا ہے اور اس نام کے ساتھ قلب کو خاص کیا گیا ۔ کیونکہ قلب امیر البدن ہے ۔ امیر کی صلاح سے رعایا کی صلاح ہوتی ہے اور اس کے فساد سے رعایا کا فساد ہوتا ہے ۔

اور ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اصلاح قلب کا عظیم الشان ثبوت ہے جیسا کہ صوفیائے کرام کا معمول ہے ۔ اگر قالب سے گناہ سرزد ہوتے ہیں (مثلاً ڈاڑھی منڈانا ۔ ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا ۔ بدنگاہی کرنا وغیرہ) تو یہ سب قلب کے فساد کی علامت ہے ۔ صلاح قالب کے لئے صلاح قلب لازمی ہے اور فساد قالب کے لئے فساد قلب لازمی ہے ۔

کما قال الخواجہ الھندی المجذوبؒ ؎

؎ دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو ۔
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں ۔

قلب سلیم کی تفسیر

جب قلب صالح ہو جاتا ہے اس کو قلب سلیم کہتے ہیں ۔ قلب سلیم کی پانچ تفسیریں علامہ آلوسیؒ نے کی ہیں اس آیت کے ذیل میں :۔

يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم (پ ۱۹)

ترجمہ اس دن میں کہ نجات کے لئے نہ مال کام آوے نہ اولاد، مگر ہاں اس کی نجات ہوگی جو اللہ کے پاس کفر و شرک سے پاک دل لے کر آویگا۔

(۱) الذی ینفق مالہ فی سبیل البر۔

(قلب سلیم وہ ہے کہ جو مال خرچ کرے نیک راستہ میں)

(۲) الذی یرشد بنیہ الی الحق۔

(قلب سلیم وہ ہے جو اپنی اولاد کو نیک راستے پہ لانے کی کوشش کرے) یہ دو تفسیر یوم لا ینفع مال ولا بنون کے پیشِ نظر اس کے ربط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئیں۔

(۳) الذی یکون خالیاً عن العقائد الباطلۃ ای من الکفر والشرک والبدعۃ۔

(قلب سلیم وہ ہے جو عقائد باطلہ یعنی کفر و شرک اور بدعت سے خالی ہو)

(۴) الذی یکون خالیاً من الشهوات التی تؤدی الی النار

(قلب سلیم وہ ہے جو ان تقاضائے شہوانیہ کے غلبہ سے نجات پا جائے جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں)

(۵) قال سفیان ـــــــــ الذی لیس فیہ غیر اللہ (اور سفیان رح فرماتے ہیں قلب سلیم وہ ہے جس میں ماسوی اللہ کے اور کوئی نہو۔ (روح المعانی ج ۱۹ صـ۱۰۱)

کما قال الخواجہ الھندی رح۔

دل میرا ہو جائے اک میدان ہو ۔ تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو
اور میرے تن میں بجائے آب و گل ۔ دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر ۔ تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

؎ ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی۔

کما قال الامام الغزالیؒ۔ الاسم الاعظم ھو اللہ بشرط ان تقول اللہ ولیس فی قلبک سوی اللہ۔

ترجمہ:۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم لفظِ اللہ ہے بشرطیکہ اللہ زبان سے نکلے تو قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے　(اختر)

علامہ محی الدین ابوزکریا نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے اصلاحِ باطن پر جس کا صوفیاء اہتمام کرتے ہیں۔

ھذا الحدیث التاکید علی السعی فی اصلاح القلب

یہ حدیث دلالت کرتی ہے اصلاح قلب کے حاصل کرنے پر۔

(شرح مسلم شریف ج۲ ص۲۸ مطبوعہ دہلی)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ (بضم القاف و الطاء ہے۔ قرطبہ اندلس کا ایک شہر ہے اور اندلس کو اب اسپین کہتے ہیں) اعمال کی صحت و فساد کا مدار قلب کے صلاح و فساد پر ہے۔

دین اسلام میں اس حدیث کی حیثیت

حدیث:۔ الا ان فی الجسد مضغۃ الخ کو محدثین نے عماد الدین فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ ارقام فرماتے ہیں:۔ قال النوویؒ اتفق العلماء علی اعظم موقع ھذا الحدیث وکثرۃ فوائدہ فانہ احد الاحادیث التی علیھا مدار الاسلام۔ قیل ھی ثلاث حدیث الاعمال بالنیات وحدیث من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ وھذا الحدیث

(مرقاۃ ج۶ ص۳۵)

عبارت شرح مسلم للنوویؒ
ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ دہلی

اجمع العلماء علی عظم موقع هذا الحدیث وکثرۃ فوائدہ وانه احد الاحادیث التی علیها مدار الاسلام۔ قال جماعۃ هو ثلث الاسلام وان الاسلام یدور علیه[۱] وعلی حدیث الاعمال بالنیات[۲] وحدیث من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه[۳]۔

ترجمہ علماء کا اجماع ہے کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اور کثیر الفوائد ہے اور یہ حدیث ان تین احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث ثلث اسلام ہے (یعنی اس میں تہائی اسلام ہے) وہ تین احادیث جن پر مدار اسلام ہے یہ ہیں:

(۱) الا وان فی الجسد مضغۃ الخ

(۲) انما الاعمال بالنیات۔ الخ

(۳) من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه

(۱) ترجمہ ہو چکا (۲) اعمال کی قبولیت کا مدار اخلاص نیت پر ہے

(۳) آدمی کا حسنِ اسلام لایعنی اور فضول باتوں کے ترک کر دینے سے ہے

حقوقِ مُصلح اور آدابِ اصلاح

از

ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ

(۱) فرمایا کہ بدون صحبتِ شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں ۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیئے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا ۔ صحبت شیخ کی کیوں قید ہے ۔ فرمایا کہ کام بنا دے گا تو ذکر اللہ ہی بنا دیگا لیکن عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لئے کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے ۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ۔ ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی گو کاٹ جب ہو گا تلوار ہی سے ہو گا ۔ (ص ۱۸۳)

(۲) فرمایا کہ ؎ تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد
اعتقاد و اعتماد و انقیاد
(ص ۳۷)

(۳) فرمایا کہ شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو ۔ بدعت اور شرک سے محفوظ ہو ۔ کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو ۔ اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جاوے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے ۔ اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو

توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے۔ اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جاوے۔ اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جاوے۔ (ص ۳۷)

(۴) فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔ (ص ۴۴)

(۵) فرمایا کہ ایسے کو مرید کرنا مناسب نہیں جس کا ادب شیخ کو کرنا پڑے بلکہ ایسے کو کرنا چاہیئے جس کو جو چاہے کہہ سکے۔ (ص ۵۱)

(۶) فرمایا کہ جب تک نسبت راسخ نہ ہو جاوے مختلف بزرگوں سے ملنا اچھا نہیں۔ کسی کے پاس بقصد استفادہ و برکت نہ جاوے مزارات پر بھی اس قصد سے نہ جاوے۔ اور بعد رسوخ نسبت خود ہی جانے کو دل نہ چاہے گا۔

پھر فرمایا کہ طالب کا تو اپنے شیخ کی نسبت یہ مسلک ہونا چاہیئے۔ ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بکس نگاہے

وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے خاوند کے سوا دوسرے پر نظر کرے اسی طرح مرید کو شیخ کے علاوہ کسی دوسرے پر نظر نہ کرنی چاہیئے ـــــ شیخ کو یہ سمجھے کہ میرے لئے سب سے انفع یہی ہے۔ اس کو وحدت مطلب کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وحدتِ مطلوب ضروری ہے اسی طرح وحدتِ مطلب ضروری ہے۔ البتہ نسبت راسخ ہو جانے کے بعد پھر جہاں چاہے جاوے جہاں چاہے اٹھے جہاں چاہے بیٹھے۔ (ص ۱۷)

(۷) فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا نہ حاجت رہتی ہے۔ خود منجانب اللہ بلاواسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے۔ اس کے بعد پھر وہاں اس کا گذر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہیئے ورنہ ناشکری موجب زوال ہو جاتی ہے۔ (ص ۱۸۳)

(۸) فرمایا کہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر۔ یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے،

(ص ۱۸۹)

(۹) فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہیئے۔ دو چیزیں لازم طریق ہیں۔ اتباع سنت اور اتباع شیخ۔ جب یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے۔ تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں (ص ۱۹۲)

(۱۰) فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لئے آدے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ بس اپنے کام میں مشغول رہے نہ کسی کا پیام پہنچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہنچاوے۔ خود بھی کسی اور جانب متوجہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے۔ اگر کسی کا سلام پہنچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرت عشق کے بھی خلاف ہے۔ (ص ۱۹۳)

(۱۱) ایک شخص نے دریافت کیا کہ کوئی بیعت تو ایک شیخ سے ہے اور تعلیم دوسرے شیخ سے باجازت یا بلا اجازت شیخ اول کے حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے لئے افید وانفع و افضل ہونے کا اعتقاد کس کے ساتھ رکھے۔ فرمایا ثانی کے ساتھ۔ مگر اول کو اس نفع کا سبب بعید یعنی سبب السبب سمجھے اور اس کے ساتھ گستاخی نہ کرے۔ (ص ۲۱)

(۱۲) فرمایا کہ جب کوئی مرض یاد آجاوے اس کو فوراً نوٹ کرلیا کرے اور ایک ہفتہ تک دیکھا کرے کہ وہ زائل ہوا یا نہیں۔ اگر زائل نہوا تو نفس کو اور مہلت نہ دے بلکہ مصلح کو اطلاع کردے۔ (ص ۲۴)

(۱۳) فرمایا کہ اخلاق رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تأمّل و تحمّل۔ یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے۔ یا اطلاع واتباع یعنی اپنے احوال و اعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر عمل کرے اور وہ جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے۔ (ص ۲۴)

(۱۴) فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں مقبول ہونا ضروری نہیں ہاں فن کا جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے۔ جیسے کہ طبیب کہ اس کا پرہیزگار ہونا ضروری نہیں فن کا جاننا البتہ ضروری ہے اسی طرح اگر اعمال صالحہ ہوں تقویٰ ہو ولایت حاصل ہو جائے گی! گو شیخ نہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔ (ص ۳۱)

(۱۵) فرمایا کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جب کہ اس کی اطاعت

کی جاوے۔ اور اس کے بتلانے کے موافق عمل کیا جاوے۔ اور اپنے
کو اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کر دیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے
تم میں تصرف کرے۔ اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا
ہوتی ہے۔ (صہ ۳۳)

(۱۶) فرمایا کہ ایذائے شیوخ بلاقصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی اس لئے
افراط فی الشفقت مضر ہے۔ کیونکہ جتنی شفقت زیادہ شیخ کو ہو گی
اتنی ہی مرید کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذا ہو گی۔ (صہ ۵۱)

(۱۷) فرمایا کہ مرید کے لئے شیخ کے قلب میں اپنی طرف رغبت و اُنس پیدا
کرنے کا طریق اتباع ہے نہ کہ اس سے اختلاف کرنا اور مریدی
کے سر ہو جانا۔ (صہ ۶۱)

(۱۸) فرمایا کہ سلف کے خدام کا یہ مذاق تھا کہ شیخ نے ذرا بھی شریعت سے
تجاوز کیا فوراً گرفت کرتے تھے اور یہ سبق حضرات صحابہ رض نے ہم کو
پڑھایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رض نے ایک دفعہ خطبہ میں صحابہ رض سے
پوچھا۔ لو ملت عن الحق شیئاً فما تفعلون۔ اگر میں حق سے
ذرا ہٹ جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ اسی وقت ایک صحابی رض تلوار لے کر
اٹھے اور سیدھی کر کے کہا کہ لنقیمنک بھٰذا السیف یعنی ہم
تلوار سے آپ کو سیدھا بنا دیں گے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا الحمد للہ
خدا کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری
کجی کو درست کر سکتے ہیں۔ اب مجھے بے فکری ہے کہ انشاء اللہ میں
حق سے نہ ہٹوں گا۔ (صہ ۶۲)

(۱۹) فرمایا کہ مناسبتِ شیخ (جو مدار ہے افاضہ و استفاضہ کا) اس کے

معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہو جاوے کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو گو عقلی ہو (ص ۶۷)

(۲۰) فرمایا کہ اس طریق میں تکدر قلب شیخ مانع و حاجب ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رض کو جنہوں نے حضرت حمزہ رض کو بُرے طور سے قتل کیا تھا اپنے سامنے آنے سے روک دیا کہ روز روز دیکھ کر انقباض ہوگا اور میرے انقباض سے ضرر ہوگا کہ فیوض و برکات سے حرمان ہو جائے گا۔ (ص ۷۲)

(۲۱) فرمایا کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کر لو۔ اگر ممکن ہو سکے تو اس کی صحبت میں رہو۔ اگر اس کے حقوق صحبت ادا نہ کر سکو تو اس سے خط و کتابت کر کے اپنے اعمال کی حفاظت رکھو اور شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہو اور وہ جو بتلائے اس پر عمل کرو۔ کیونکہ امراضِ باطنی کی جو دوائیں ہیں وہ ان کی خاصیت خوب جانتا ہے۔

(ص ۸۲)

(۲۲) فرمایا کہ اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاح نفس سے ہے کسی تصوف کی کتاب میں دیکھ کر اس پر عمل کرنا اس شرط سے درست ہے کہ فہم میں یا حدود و شروط میں غلطی نہ ہو۔ لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادۃً غالب ہے اس لئے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں۔ البتہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کر لے۔ (ص ۹۰)

(۲۳) فرمایا کہ تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عین اخلاص ہے۔ مثلاً شیخ کے خوش کرنے کے لئے تہجد

پڑھنا خلاف اخلاص نہیں۔ (ص۹۶)

(۲۴) فرمایا اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلم پر اعتراض ہے۔ اس کا ہمیشہ خیال چاہیئے۔ (ص۹۲)

(۲۵) فرمایا کہ اصل بیعت تو انقیاد و اعتقاد ہے کہ ایک شخص راہ بتانے والا ہو اور تم اس کا اتباع لازم سمجھو، بیعت صوری کی ضرورت نہیں۔ (ص۹۸)

(۲۶) فرمایا شیخ اور مرید کی مناسبت کے معنی یہ ہیں کہ شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں اور یہی مناسبت شرط ہے بیعت کی نہ کہ تعلیم کی۔ (ص۱۱۹)

(۲۷) فرمایا کہ نفع باطنی کا دارومدار مناسبت طبیعت پر ہے اور اس کو خود صاحب معاملہ ہی جان سکتا ہے۔ جب تک دو طبیعتوں میں موافقت نہ ہوگی نفع نہ ہوگا۔ مرید تو شیخ کو یہی سمجھتا ہے کہ میرے لئے بس جو کچھ ہیں یہی ہیں چاہے وہ کچھ بھی نہ ہوں۔

؎ ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ما ہے
چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بہ کس نگاہے۔

(ص۱۵۸)

(۲۸) فرمایا کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جاویں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تعلقی کرکے تو پھر بالکل واردات و فیوض کچھ بھی نہ رہیں گے۔ (ص۱۶۴)

(۲۹) فرمایا کہ مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض مانع فیض ہو جاتا ہے اس لئے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہ چاہیئے۔

ہاں بلا کتاب کے بیٹھ جانا۔ تقریر کو سننا اور سوالات نہ کرنا اس کا مضائقہ نہیں۔ (ص ۲۱۴)

(۳۰) فرمایا کہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دل آزاری نہ ہو نہ قول و فعل سے نہ حرکات و سکنات سے۔ (ص ۲۷۷)

(۳۱) فرمایا کہ شیخ کا اتباع مطلق و اطاعت مطلقہ نہ عقائد میں ہے نہ کشفیات میں نہ جمیع مسائل میں نہ امور معاشیہ میں (مثلاً شیخ طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا کسی اور سے کر دو) صرف طرق تربیت، تشخیص امراض و تجویز تدابیر اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق تربیت و اصلاح باطنی سے ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کا جواز مرید و شیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلاف طریق ہے اور امتثال امر خلاف شریعت ہے ایسی صورت میں ادب جامع بین ادبین یہ ہے کہ علماء سے استفتاء کر کے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس قسم کی تعلیم ہے مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے۔ یہ معنی ہیں اتباع کامل کے۔ یعنی جو مرض نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدابیر اس نے تجویز کی ہو یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو تجویز کیا ہو، ان چیزوں میں اتباعِ کامل کرے۔ ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔

(۴۲) فرمایا کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد و انقیاد کے ساتھ ہو کیونکہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے چون وچرا کرنے سے کام نہیں چلتا ہے ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف بے لے کر بیٹھے اور استاد پڑھادے کہہ الف اور کہہ بے ۔ اور بچہ یوں کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور بے کی ایسی کس واسطے ہوئی تو استاد اس سے کہیگا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتدا ہر امر کی تقلید محض ہے ۔ (صـ۱۲۶)

(۴۳) فرمایا کہ شیخ وہ ہے کہ مصلح ہو نرا صالح ہونا کافی نہیں۔ ولی کے لئے صالح ہونے کی ضرورت ہے مصلح ہو یا نہو۔ اور شیخ ولی ہونے کے لئے دونوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو۔ مصلح اگر صالح اور متقی نہیں تو ایسوں کے رستہ بتلانے میں برکت نہیں ہوتی۔ عادۃ اللہ ہے کہ جو ایسوں سے رجوع کرتے ہیں ان کو طریق پر آمادگی نہیں ہوتی۔ شیخ کو چاہیئے کہ اپنے لئے خلوت کا بھی کچھ نہ کچھ وقت تجویز کرے اس سے بھی برکت ہوتی ہے ۔ (صـ۱۲۸)

(۴۴) فرمایا کہ ایک بات سمجھنے کے قابل ہے کہ احکام شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہوگا اور آداب طریقت کے خلاف کرنے سے معصیت نہیں ہوتی۔ مگر دنیوی ضرر لاحق ہو جاتا ہے

آخرت کا ضرر نہو گا گو بواسطہ آخرت سے بھی محرومی ہو جاوے گی۔
کیونکہ اس مخالفت کا اول ضرر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی حلاوت
جاتی رہتی ہے۔ پھر تعطل ہو جاتا ہے پھر ترک مستحب پھر ترک سنت
وواجبات یہاں تک کہ سلب ایمان کی نوبت آجاتی ہے۔ کہیں اگر اس
حالت میں بھی ہمت سے شریعت کا کام کرتا رہے تو آخرت کا نقصان
نہیں۔ مگر انشراح وراحت و اطمینان نصیب نہ ہو گا۔ یہ غلط ہے
کہ پیر کے ناراض ہو جانے سے اللہ میاں ناراض ہوں گے۔ اور آداب
طریقت سے کوئی ادب غامض نہیں۔ پیر کو مکدر نہ کیا جاوے۔ طعن و اعتراض
اس پر نہو۔ پیر سے غلطی ہو جانے پر نصیحت بھی کرے مگر ادب سے
(ص ۱۲۸)

(۳۵) فرمایا کہ پیر کو مکدر نہ کرنا چاہیئے۔ اگر تکدر سے بچنے کا قصد کرے اور
تکدر ہو جاوے تو اس کا اثر نہیں۔ اثر ہوتا ہے قلب مبالات کا۔ بس یہ
تین حالتیں ہیں۔ ایک تو دل دکھانے کا قصد ہے، دوسرے دل نہ دکھانے
کا قصد نہو۔ تیسرے دل نہ دکھانے کا قصد ہو۔ پہلی حالت اشد ہے
دوسری اہون تیسری پسندیدہ ہے۔ دوسری حالت کا باعث قلب
مبالات ہے۔ جس دل میں محبت اور عظمت ہو گی تو بے پروائی نہیں
ہو سکتی۔ اگر قلب مبالات ہے اور بے پروائی ہے تو یا تو محبت کم ہے
یا عظمت کم ہے۔ اگر محبت وعظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل
سے کام لو۔ سوچ کر کام کرے جس سے تکدر نہ ہو۔ (ص ۱۲۸)

(۳۶) فرمایا کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے اگر اس کو چھوڑنا ہی ہے
تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے ورنہ دنیاوی زندگی اس کی تلخ ہو جاوے گی

تادم نزع اس کو چین نصیب نہ ہوگا۔ جس کو یقین نہو وہ آزما کر دیکھ لے اور ایک طرح دین کا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ذوق شوق جاتا رہتا ہے۔ اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا۔ لیکن وہ جو ایک خاص قسم کی توفیق و تائید تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی بھی توفیق نہ رہے گی۔ اس اعتبار سے شیخ کے تکدر کرنے میں دینی نقصان بواسطہ بھی ہو سکتا ہے گو بلا واسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا۔ (ص ۲۵۳)

(۳۷) فرمایا کہ زیادہ رہزن اس طریق کا کبر ہے۔ مثلاً بُرا ماننا اصلاح سے اور فرمایا کہ تعلیم بدون صحبت کے کافی نہیں ہوتی زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔ (ص ۱۷۱)

(۳۸) فرمایا کہ جس سے معتقد ہو اس کے کہنے کو بُرا نہ مانے۔ تھوڑی دیر صبر کرے شاید یہ امتحان ہی لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ اس کا امتحان ہوا اور پہلے سے بتلا دے تو پھر امتحان ہی کیا ہوا (ص ۱۷۱)

(۳۹) فرمایا کہ جب تک فناء کی کیفیت غالب نہو اس کو مشتاق یا محب نہیں کہہ سکتے۔ اور محبت کے اس درجہ کا انسان مکلف نہیں مگر کمال یہی ہے۔ پھر فرمایا کہ اکثر ایسی محبت اول ہی میں ہو جاتی ہے اور اس کیفیت عشقیہ کے بڑھنے میں کسی اسباب کی حاجت نہیں اور بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اس کا مذاق ہی نہیں اس وقت میں مجبوری ہے۔ طبعًا انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا۔ بلکہ وساوس کی مزاحمت رائے میں رہتی ہے اور

اگر ایسی محبت ہو جاوے تو پھر واللہ اگر سر بازار جوتیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو اور طبعی حزن الگ چیز ہے اور اگر ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہو جاتی ہے۔ (صـ۱۷۲)

(۴۰) عرض کیا گیا کہ فروع الایمان میں لکھا ہے کہ شیخ کا ایک ادب یہ ہے کہ مرید اپنا سایہ شیخ پر نہ پڑنے دے۔ فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کر رہا ہو تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے ورنہ پرچھائیں پڑنے اور اس میں حرکت ہونے سے اس کی یکسوئی میں فرق آکر کام میں خلل پڑے گا۔ غرض اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پاوے۔ (صـ۲۳۲)

(۴۱) ایک صاحب نے عرصہ سے خط نہ لکھنے کی وجہ سے شرمندگی ظاہر کی تھی۔ فرمایا کہ شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کر دیں۔ (صـ۲۵۳)

(۴۲) فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے۔ اس میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان اپنے کمالات سب کو فنا کر دے۔ اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کے لئے اپنے کو آمادہ کر لے۔ اس راہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جاوے۔ فرماتے ہیں ؎

در رہِ منزلِ لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں
شرطِ اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

حتیٰ کہ جوتیاں کھانے تک کو تیار ہو جائے اور جو جوتیں کھانے کو تیار ہو گیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اس کی اصلاح ہو ہی گئی

آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے اس لئے کہ آمادگی وہی معتبر ہے جو خلوصِ دل سے ہو۔ اور خلوص دل سے وہی آمادہ ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہی اصل چیز ہے کام کی کہ اپنے کو مٹا دے، فنا کر دے۔ ورنہ محض جوتیاں کھانے سے بھی کیا ہوتا ہے۔ (ص ۲۵۸)

(۴۴۳) فرمایا کہ میں اہل طریق کے لئے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ موقوف ہے صحبت پر۔ مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے۔ اس مقصود میں خاص خاص سہولت ہو جاتی ہے۔ رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہو جاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے۔ یہ مناسبت پر موقوف ہے۔ اگر اہل استعداد ہوتا ہے بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کل بیناالیس ۴۲ روز رہے۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا۔ مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا پھر اس پر مولانا گنگوہی نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔

اس پر حضرت مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔ (ص ۲۵۹)

(۴۴۴) فرمایا کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے۔ بدون

مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بناء پر طالب کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھ سے تم کو نفع نہ پہنچیگا۔ اگر تم چاہو تو کسی دوسرے مصلح کا نام بتلا دوں۔ (ص ۲۵۹)

(۴۵) فرمایا کہ ایک رسالہ میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا دیکھا کہ اگر وہ ذہن میں آجاتے تو پھر سارے رسالے کی ضرورت ہی نہ رہے، کہتے ہیں کہ شیخ میں دین ہونا چاہئے انبیاء کا سا اور سیاست یعنی داؤ گیر، محاسبہ، معاقبہ سلاطین کا سا تجویز اطباء کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج تجویز کرتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت انبیاء کا سا دین کیسے ہو سکتا ہے فرمایا یہ مراد نہیں کہ ان کے برابر ہو مطلب اخلاص میں تشبیہ ہے یعنی اعمال میں غوائل دنیا کی اور خواہشات نفس کی آمیزش نہو۔ جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہو سکتا ہے۔ (ص ۲۶۱)

(۴۶) ایک صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ اس کی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نسبت القاء فرما دیتے ہیں۔ جیسے استاد اگر توجہ اور شفقت کے ساتھ پڑھاوے تو شاگرد کے قلب میں اللہ تعالیٰ مضامین القاء فرما دیتے ہیں۔ پس القاء استاد یا شیخ کا فعل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارہ کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کر دو۔ ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلا دو ماہر کر دینا کسی کے اختیار میں نہیں اور بتلا دینا اختیار میں ہے۔ پھر ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کرتے ہیں اسکا یہی مطلب ہے۔ فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہو جاتا ہے یعنی مناسبت مجملہ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ بیعت سے گویا ایک

خصوصیت ہو گئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ (ص۲۴۵)

(۴۷) فرمایا زیادہ مقرب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہونے لگتا ہے۔ میرے یہاں کوئی مقرب نہیں۔ یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں جس سے ہے ہے۔ ہے۔ لیکن دل میں ہے معاملات میں سب کے ساتھ میں یکساں ہوں۔ کوئی نا نہ کرے کسی بات کا۔ کوئی مقرب نہ بنے۔ ہر شخص کو براہ راست چاہئے معاملہ رکھنا مجھ سے۔ میرے یہاں سفیروں کے واسطے کا قصہ نہیں اس میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں (ص۲۴۶)

(۴۸) فرمایا کہ صاحبو! اہل اللہ کی مجالست میں نیت یہ ہونا چاہئے کہ وہاں دین کی باتیں سنیں گے۔ وعظ نصیحت کی باتیں کان میں پڑیں گی۔ اور بزرگوں کی نیت بھی دین کی باتیں سنانے کی ہونا چاہئے۔ ہاں مباح باتوں کی بھی اجازت ہے۔ اس کا مزاج پوچھ لیا۔ گھر کی حالت پوچھ لی یا اس کی طبیعت کے موافق کوئی اور بات کر لی۔ خواہ ظاہر میں فضول ہی ہو مگر اس خیال سے کہ اس کا دل کھلے گا۔ انس ہوگا وحشت دور ہو گی۔ تو اس غرض کے بعد وہ فضول نہ رہیگی۔ اور یہ باتیں اس طرح کرے کہ وہ یہ سمجھ جاوے کہ شیخ کو ایسی باتوں سے ہماری رعایت مقصود ہے۔ ان باتوں کے بعد پھر کام کی باتیں شروع کر دے۔ دین کی باتیں سنادے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس نے اپنا فرض منصبی پورا نہ کیا۔ (ص۲۶۳)

(۴۹) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ میں جو لوگوں

کو مشورہ دیتا ہوں کہ کچھ روز یہاں آکر قیام کرو اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہو۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جائے۔ لوگ اس کو بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے۔ جب تک یہ نہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات، مکاشفات سب بیکار ہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا اگر طبعی مناسبت نہو۔ اور عقلی پیدا کر لی جاوے۔ فرمایا کہ کوئی بھی ہو ہونا چاہیئے۔ نفع اسی پر موقوف ہے۔ (صـ۲۸۳)

(۵۰) فرمایا کہ طریق مشورہ لینے کا یہ ہے کہ کئی شقوق لکھیں اور ہر شق کے مفاسد اور مصالح لکھیں اور پھر ترجیح کی درخواست کریں۔ (صـ۲۸۳)

(۵۱) فرمایا کہ اصلی چیز اصلاح کے لئے صحبت ہے علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہے وہ صاحب صحبت بلا علم، کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے صاحب علم بلا صحبت سے۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحاء و علماء کے پاس بھیجا کرو۔ اور بڑے بھی اسکا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پائچوں پر اعتراض کریں گے نہ ان کی ڈاڑھی سے ہمیں بحث ہوگی۔ نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھا دیں گے وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے اُنس ہوگا۔ اور دین سے مناسبت پیدا ہو گی یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی فرع۔ صحابہؓ سب کے سب عالم نہ تھے صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا۔ اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف کی۔ (صـ۱۷۲)

(۵۲) فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرما دیتے ہیں ؎

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے مگر ان کو اس میں اختیار کیا ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے تجربہ یہی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے اس لئے وہ اٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا۔ بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ مغفرت ہو گئی یا نہیں۔ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا۔ اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد بن حنبلؒ کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہ کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا۔ ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے۔ اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو۔ (ص ۲۴۲)

(۵۳) فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ بعض لوگ مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ بانوں کی دکان کر لو۔ کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دکان کر لو" مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ میں نے لکھ دیا کہ میرا باپ نہ کھٹ بُنا تھا نہ پنساری

مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں . کسی تجربہ کار سے معلوم کر کے عمل کرو،
میرے دو کام ہیں۔ ایک دعا کرالو چاہے وہ دنیا ہی کے لئے سہی وُہ
بھی عبادت ہے۔ دوسرے اللہ کا نام پوچھ لو۔

پھر فرمایا کہ اتنا تو یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کو تجربہ نہیں مگر پھر بھی ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے پوچھ کر اس لئے کرنا چاہیے کہ ان کے دل میں وہی آوے گی جو ہونے والی ہے حالانکہ یہ غلو ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشاء عقائد کی خرابی ہے۔ میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہُوں کہ دھوکہ میں نہ رہیں۔ اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے ان سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور ہنا جدا جدا ہیں عوام کے اعتقاد کی تو نوعیت بہت ہی خراب ہے وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ بخلاف اہل علم کے کہ ان کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہو سکتا۔ (ص ۲٦۱)

(۵۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا۔ مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا۔ یہ محض حضرت کی برکت تھی۔ ص ۲٦۱

(۵۵) فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس لئے رہبر کامل کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہو جاتا ہے

کہ اس تاسف میں غلو کے ساتھ مشغول ہو کہ آئندہ کے لئے معطل ہو جاتا ہے۔ (ص۲۴۸)

(۵۶) ایک صاحب دہلی کے آئے وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے۔ رات دن خدمت کرنے کے خوگر تھے۔ بعد کو ان کا میلان بدعت کی طرف دیکھ کر یہاں آئے۔ ان کی عادت تو اسی کی پڑی ہوئی تھی مجھ سے بھی بھوت کی طرح لپٹنا چاہا۔ میں نے انہیں نرمی سے سمجھایا انہوں نے ایک پرچہ لکھ کر دیا کہ مجھے رنج ہوا آپ نے مجھے محروم رکھا۔ میں نے بلا کر کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے اعتقاد نہیں تو میری خدمت میں کوئی سعادت نہیں جس کی محرومی کا رنج کیا جاوے۔ اور اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنے والا سمجھتے ہیں۔ جب آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں تو میں آپ کا دشمن دین ہوں۔ پھر یہاں آپ کا رہنا فضول ہے۔ تشریف لے جائیے۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمہیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ مجھ کو کہا جاویگا وہی ٹھیک ہوگا۔ پھر فرمایا کہ حضرت میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو انہیں تکلیف ہو۔ ص۲۲۴

(۵۷) فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ گربہ زندہ بہ از شیر مردہ۔ یعنی زندہ شیخ سے جو فیوض و برکات حاصل ہو سکتے ہیں وہ مردہ شیوخ سے نہیں ہو سکتے موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادۃً مردوں سے تعلیم نہیں ہو سکتی۔ گو وہ برزخ میں احیاء سے بڑھ کر متصف بالحیوٰۃ ہوں۔ ہاں تقویت نسبت ہو سکتی ہے۔ لیکن نری تقویت نسبت سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو لیکن داؤ نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں ایک بچہ اسے چت کر دیگا۔ نری تقویت سے کیا ہوتا ہے صنعت بھی تو چاہئے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث

تھوڑا ہی ہے۔ مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے لیکن خاکی انڈے سے بچے نہیں نکلتے۔ اسی طرح گو وہ خود کچھ ہو جاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اول تو خود اسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کو جو مدعی ہے نسبت اویسیہ کا اگر کوئی عقبہ پیش آوے تو وہ کسی سے پوچھے گا نہیں۔ کیونکہ لوگوں کے نزدیک اس کی نسبت اویسیہ قطع ہو جاوے گی۔ اس کو سبکی ہونے کا خیال ہو گا۔ پھر فرمایا کہ نسبت اویسیہ ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک کافی نہیں۔ ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکے۔ اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونے کا۔ محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہو جاتی ہے لیکن حقیقت طریق معلوم نہیں ہو سکتی۔ (ص ۲۳۱)

(۵۸) فرمایا کہ بیعت کے بعد جو نفع ہوتا ہے وہی بلا بیعت کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ نفع کا دار و مدار بیعت پر نہیں۔ عرض کیا گیا کہ پھر بیعت بدعت ہے۔ اگر بدعت ہے تو اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔ فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ بلکہ بیعت ایک سنت مستحبہ غیر ضروریہ ہے۔ (ص ۲۳۸)

(۵۹) فرمایا کہ اہل فن کے نزدیک وصول نفع کے لئے جو یہ شرط ہے کہ شیخ سے سارے تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اس کو ظناً انفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیئے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتد بہ زمانہ تک نفع نہ ہو اول اسی شیخ سے اس کی وجہ تحقیق کرے۔ اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے اسی ظن مذکور کے ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضرور نہیں۔ (ص ۲۵۲)

(۶۰) ایک مرید نے لکھا کہ بعض وقت یہ خیال آکر کہ لوگ ریاکار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا نفل وغیرہ پڑھنے سے باز رہتا ہوں - کیا یہ ناکارہ ہر طرح سے محروم ہی رہیگا - تحریر فرمایا کہ ریا کا خیال تو شیطانی خیال ہے باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہیئے اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے یا کیا - مجھ کو تو اپنا ہی حال معلوم نہیں - پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا علاج کیا کرے - معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دے کر جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھے - بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹا دی جاوے گی - (صـ۲۵۲)

(۶۱) فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں - ضروری چیز تعلیم ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد - کیونکہ اگر اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہو لیکن اس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بن جاتا ہے بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو - اگر صحیح سلسلہ نہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا - صحیح سلسلہ ہونے کی صورت میں چونکہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے اس کے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہنچ جاتا ہے - ایک بار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونے کا - (صـ۲۲۷)

(۶۲) فرمایا کہ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت ہی خفا ہوئے اور جرمانہ کیا (یعنی اس کو خلاف تعظیم و توقیر سمجھا) بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری - ان کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہیئے - باقی تعظیم

وتکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بے کار۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ تکریم و تعظیم کا ان کو اہتمام نہ تھا۔ صہ ۲۳۱

(۶۳) ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں فرمایا کہ جب محبت ہو گی خود بخود آداب معلوم ہو جاویں گے۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اس کو شہوت ہونے لگتی ہے۔ نابالغ بچے کو کس طرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح پر ہوتا ہے۔ محبت پیدا کر لے پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے آداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہو سکتی ہے اور تکلف کے ساتھ محبت بھی نہ کرے۔ اگر کھینچ تان کر ادر آداب کی فہرست معلوم کر کے محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے جتنی محبت ہو بس اتنا ہی ظاہر کرے تکلف اور تصنع نہ کرے یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکا دینا ہے۔ (صہ ۲۳۲)

(۶۴) فرمایا کہ میں نے بزرگوں کے پاؤں کبھی نہیں دابے نہ کبھی اس کا جوش اٹھا۔ ایسی حالت میں اگر کبھی دابتا تو تصنع سے ہوتا جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کون بناوٹ کرے۔ بزرگوں سے بہت سے لوگ تو اس کو ذریعہ تقرب سمجھتے ہیں۔ البتہ جب جوش ہو تو مضائقہ نہیں اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا۔ جوش چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جس کو شیخ بناتا ہے وہ بہر حال اس کو اپنے سے تو زیادہ ہی عقلمند اور صاحب بصیرت سمجھتا ہے پھر اس کے ساتھ تصنع کیوں کرے۔ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا اپنے

عیوب بھی ان سے کبھی نہیں چھپائے صاف کہہ دیا کہ مجھ میں یہ عیوب ہیں اور یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض تو گئے نہیں لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا۔ ورنہ لوگ بلی کے گُو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں۔ گو معصیت کا اظہار نہیں چاہئے لیکن جب اس کی اصلاح اپنے اختیار سے باہر ہو جاتے۔ تب اظہار بھی ضروری ہے گو تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے۔ اس کو سُن کر افسوس ہوتا ہے ہاں جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے جیسے کسی کو سوزاک ہو جاوے تو اگر معمولی تدابیر سے اچھا نہو تو ضرور ہے کہ باپ سے ظاہر کر دے۔ (ص ۲۳۲)

(۶۵) ایک صاحب جو سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے سفر کرنا چاہتے تھے اور رشوت میں بھی مبتلا تھے انہوں نے ذکر و شغل کا شوق ظاہر کیا تھا اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھئے۔ (ص ۲۴۹)

(۶۶) فرمایا کہ جس طرح جو صحبت بدوں زوجین کی شہوت کے ہو اس سے نسل نہیں چلتی۔ عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہئے۔ چنانچہ توافق انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کے لئے۔ اسی طرح بے دلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔ (ص ۲۲۲)

(۶۷) فرمایا کہ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے اصل میں مبدأ فیاض ہی سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں۔ شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہئے کہ واسطہ کی قدر کرے۔ کیونکہ خدا کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے۔ (ص ۲۲۳)

(۶۸) فرمایا کہ :۔ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ۔ یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں۔ (ص ۲۲۳)

(۶۹) فرمایا کہ آج کل ایک مرض یہ بھی ہے کہ مرید ہونے کے لئے لوگوں کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہیں۔ اور سفارش کرتے ہیں۔ اس سے تو مجھے ایسی چڑ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہو جاوے کہ کسی کا لایا ہوا ہے تو اسے تو مرید کرتا ہی نہیں تاکہ وہ ان ترغیب دینے والوں کو گالیاں دے اور پھر انہیں سفارش کرنے کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو سفارش کے ذریعہ سے بیعت ہونا چاہتا ہے تو اس کا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو۔ لیکن اس کی صورت اس کی ہوتی ہے کہ اس کو نیازمندی سے عار ہے (ص ۲۲۴)

(۷۰) فرمایا کہ جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبت شیخ ضروری ہے۔ جب اس کی حقیقت معلوم ہو گئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہو گئی پھر صحبت ضروری نہیں۔ (ص ۲۲۷)

(۷۱) فرمایا کہ کام میں لگنا چاہیئے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں۔ حظوظ و لذائذ بھی ہیں یا نہیں۔ اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جیسے رات کو پسنہاری آٹا پیستی ہے مگر اس پیسنے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ یہ خبر ہوتی ہے

کہ کس قدر جمع ہوگیا۔ پیسنے ہی کی دھن لگی رہتی ہے۔ صبح کو جب دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے۔ اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک حکیمہ چکی کا گھما کر آٹے کو ٹٹولا کرتی تو پاؤ بھر بھی آٹا نہ پیس سکتی۔

علاوہ اس کے اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے اس پر بغیر اعتماد اور انقیاد و اعتقاد کے کام نہیں چل سکتا۔ جب جاننے والا یہ کہہ رہا ہو کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہیئے۔ (ص ۹۱)

(۷۲) فرمایا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں۔ آپ کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کا کونسا مقام ہے۔ کیا آپ غوث ہیں آپ نے فرمایا نزہ شیخک والغوثیۃ۔ یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ غوثیہ سے برتر سمجھو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ پھر آپ قطب ہیں۔ فرمایا نزہ شیخک عن القطبیۃ یعنی اپنے شیخ کو مرتبۂ قطبیت سے برتر سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام ارواح اولیاء کو جمع فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جو جس کا جی چاہے مانگے۔ ہر ایک نے جو اس کے دل میں تھا عرض کیا۔ کسی نے مرتبۂ غوثیہ طلب کیا کسی نے مرتبہ قطبیت۔ یہاں تک کہ نوبت مجھ تک پہنچی تو میں نے عرض کیا کہ رب انی ارید ان لا ارید واختار ان لا اختار۔ یعنی الٰہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ کچھ نہ تجویز کروں فاعطانی مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر من اھل ھذا العصر۔ پس مجھے وہ چیز عنایت ہوئی جو اس زمانہ والوں میں سے نہ کسی کی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کے کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر گذری۔

(اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کی تسلی کے لئے اپنے مقام

کی اطلاع دے سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تفویض نہایت اعلیٰ مقام ہے۔ (ص ۱۱۲)

(۷۳) فرمایا کہ قطب الارشاد نائب رسول ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔ (ص ۱۳۰)

(۷۴) فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان جو شرائط طے ہوئے تھے وہ مناسبت و عدم مناسبت کے امتحان ہی کے لئے تو طے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب عدم مناسبت ثابت ہو گئی تو جدائی ہو گئی۔ اسی طرح شیخ اگر کسی مرید کو گو وہ معصیت کا مرتکب نہ ہو بوجہ عدم مناسبت علیحدہ کر دے تو جائز ہے (ص ۲۱۸)

(۷۵) فرمایا کہ اس طریق کی مناسبت تو شیخ کے پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہوتی ہے۔ خصوص کام کرتے رہنے سے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ (ص ۲۵۰)

(۷۶) فرمایا کہ بزرگوں کے سامنے سے جو کھانا اٹھا کر ان ہی کے سامنے کھاتے ہیں میں تو اس طریق متعارف کے خلاف ہوں کیونکہ جس کے سامنے سے تبرک سمجھ کر کھانا کھا لیا ہے اگر وہ متکبر ہے تو اس کا تکبر بڑھتا ہے اور اگر متواضع ہو تو اس کو اذیت ہوتی ہے بلکہ یوں کیا جائے کہ جب کھانا اٹھ جائے تو مالک سے مانگ لے سامنے سے لے کر کھانا چاٹنا ٹھیک نہیں۔ (ص ۲۹۳)

(۷۷) اپنے ایک عزیز کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو جوابات تم نے لکھے ہیں۔ اگر وہ تمہارے نزدیک شرح صدر کے ساتھ تمہارے اس معاملہ کی صفائی کے لئے کافی ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے تو کسی کی خوشی ناخوشی کی پرواہ نہ کرو کیونکہ اصل دیانت

ہے اور ہر معاملہ کی انتہا حق تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ جب حق تعالیٰ سے صفائی ہے تو اور کسی کی پرواہ نہیں۔ میں تو کیا چیز ہوں، میری خوشی ناخوشی کا تم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کسی کا معاملہ فیما بینہ و بین اللہ صاف ہو اور اس کا شیخ جس سے وہ بیعت ہے وہ بھی ناراض ہو تو بھی پرواہ نہ کرنا چاہئے اور اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ شیخ معبود نہیں ہے۔ بلکہ واسطہ الی المعبود ہے اور معاملہ عبد کا معبود کے ساتھ ہے۔ (ص ۳۴۹)

(۷۸) فرمایا کام میں لگا ہے اور حالات سے اطلاع دیتا ہے۔ انشاءاللہ کامیابی یقینی ہے۔ اس راہ میں حرماں ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔

(ص ۲۳)

(۷۹) فرمایا کہ طالب کی نیت تو رہبر بننے کی بھی نہیں ہونی چاہئے بلکہ یہ نیت ہو کہ ہمیں راستہ نظر آجاوے۔ اور رہبر بننے کی نیت شرک فی الطریقۃ ہے۔ بلکہ بزرگ بننے کی نیت بھی نہ ہونی چاہئے اگر یہ نیت ہے تو وہ شخص غیر حق کا طالب ہے۔ خود کچھ تجویز نہ کرے۔ (ص ۱۲۷)

(۸۰) فرمایا کہ کتابوں سے بھی ثابت ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جب تک ذلت نہ دی جائے یہ سیدھا نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذلت نہیں ہوتی۔ بازار میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی مارلیں تب بھی ذلت نہ ہو۔ ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔

(ص ۲۴۳)

(۸۱) فرمایا کہ میں نے حضرت حاجیؒ صاحب سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ اتفاقاً اس پر

نظر پڑ گئی۔ ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ ہنس کر فرمایا کہ وہ گویا کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔

پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر ہوں ان سے انسان کیسے محروم ہو سکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے ہاں دھن ہونی چاہیئے۔ چاہے تھوڑی ہی ہو۔ (ص ۲۰۴)

(۸۲) فرمایا کہ نفع میں بیعت کو ذرا دخل نہیں۔ باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ طبیب صرف نسخہ تجویز کر سکتا ہے اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں طبیب صحت کی میعاد معین نہیں کر سکتا۔ البتہ اس طریق باطن میں اتنی امید ضرور دلائی جا سکتی ہے کہ مرض ظاہری میں تو کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو جاوے ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے جلدی ہو جاوے۔ باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیئے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی ہیں (ص ۲۰۴)

(۸۳) فرمایا کہ طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص سودا خریدنے جاوے اور ہر دوکاندار کہہ دے کہ میرے یہاں نہیں ہے۔ تو وہ بے چارہ یوں ہی رہا۔ ہاں غیر طالب سے قسم کھا کر بھی کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ (ص ۲۰۵)

(۸۴) فرمایا کہ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا۔ اصل نفع حق بات کا

کانوں میں پہنچا دیتا ہے۔ مرید کرنا اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا۔ ہاں تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات لیکن تحدثاً بالنعمۃ کہتا ہوں کہ الحمدللہ میں ایک ہی جلسہ میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستہ مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔ (ص ۲۰۵)

(۸۵) فرمایا کہ جب تک پوری مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیئے جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے تب چاہیئے۔ مرید ہونے کے بعد بھر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں تاکہ جلدی مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کر سکتا ہے۔ (ص ۲۰۵)

(۸۶) فرمایا کہ:۔ الحمدللہ میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا۔ حالانکہ مجھ کو سیکڑوں احتمالات سوجھتے تھے۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے۔ سو واقعی طالبِ تحقیق کو پیشتر تقلید ضروری ہے بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب یہی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت یہ کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس پڑھ چکا۔ (ص ۱۹۲)

(۸۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی ذکر شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہو گئی ہے لیکن تم ایسا مت سمجھنا تم یہی سمجھنا کہ مجھ سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے ورنہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔

یہ شان اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں دوسرے پہلو پر ان کی نظر نہیں جاتی۔ (ص ۱۹۳)

(۸۸) ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مرشد کو برا بھلا کہے تو اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ اس کو روک دے کہ میرے سامنے ایسا تذکرہ مت کرو مجھ کو صدمہ ہوتا ہے پھر اس کی ہمت انشاء اللہ نہ ہو گی۔ اور اگر صبر نہ ہو سکے اور پوری قدرت ہو اور کسی مفسدہ کا اندیشہ نہو۔ تو اس وقت بحفظ حد شرعی جوتہ سے ٹھیک کر دے۔ اگر قدرت نہ ہو اور وہ روکے سے نہ رکے تو وہاں سے چلا جاوے۔ اور اس آیت سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ:۔

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستھزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ۔ الخ۔ اور اس آیت کا حکم عدم قدرت کے زمانہ میں تھا۔ پھر زمانہ قدرت میں دوسرا قانون ہو گیا یعنی ضرب لیضرب مگر اس وقت کے حالات کے مناسب یہی ہے کہ اس کو یہ اطلاع کر کے چلا جاوے کہ میں اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں بیٹھتا کہ تم میرے پیر کو برا کہتے ہو۔ لڑے بھڑے نہیں۔ اس برتاؤ سے پیر کی بھی قدر ہو گی کہ پیر کی کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ بس وہاں ہی چلو جہاں انہوں نے تعلیم پائی ہے کہ کیسا صبر و تحمل ان میں آ گیا ہے۔ اس کو کر کے دیکھے کہ کیا اثر ہوتا ہے۔ (ص ۱۳۴)

(۸۹) فرمایا بیعت میں جلدی اچھی نہیں۔ جب خوب محبت ہو جاوے پیر سے اس وقت بیعت زیادہ نافع ہے۔ اس کی ایک مثال ہے۔ اور ہے تو فحش، مگر بیان کئے دیتا ہوں۔ ایک تو ہے نکاح کرنے کے

بعد بیوی پر عاشق ہونا کہ ماں باپ نے نکاح کر دیا اس کے بعد محبت ہو جاتی ہے ۔ اور ایک ہے عاشق ہو کر نکاح کرنا ۔ دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ جیسی قدر دوسری صورت میں ہوتی ہے پہلی صورت میں عشر عشیر بھی نہیں کیونکہ دوسری صورت میں مدتوں پیچھے پھر کر تکالیف اٹھا کر نکاح ہوگا ۔ تو وہ شخص جیسی بیوی کی قدر کرےگا پہلی صورت والا نہیں کر سکتا ۔ اسی طرح بیعت بھی ہے ۔ ایک تو وہ شخص ہو کہ آتے ہی بیعت ہو جاوے ۔ اور ایک وہ کہ عاشق ہو کر بیعت ہو پوری قدر اس کو ہوگی بیعت کی ۔ (ص ۱۵۴)

(۹۰) فرمایا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں ۔ اسلم طریق یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونا چاہے ۔ ایک تو کچھ مدت تک اس کو جانچے ۔ جس کے دو طریق ہیں ۔ ایک مصاحبت طویلہ یعنی مدت کافیہ تک اس کے پاس رہے اور یہ احوط ہے ۔ دوسرا طریق مکاتبت طویلہ یعنی اس سے کچھ طریق پوچھ کر اس پر عمل کرے ۔ پھر اپنے احوال سے اس کو اطلاع دے ۔ پھر جو وہ تجویز کرے اس کا اتباع کرے اسی طرح مدت دراز تک کرتا رہے ۔ بعد اس کے اگر دل چاہے بیعت کی درخواست کرے ۔ پھر دوسرا جو کچھ جواب دے اس پر راضی رہے ۔ (ص ۱۵۵)

(۹۱) فرمایا کہ جس سے عقیدت ہو اس سے سوال و جواب کی نوبت نہ آنے دینا چاہئے ۔ بلکہ اس کی رائے اور مشورہ کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہئے ۔ بزرگوں کے سامنے ردو کد کرنا بالکل خلاف ادب ہے ۔ (ص ۲۱۳)

(۹۲) فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے چاہتے ہیں کہ سہولت پہلے ہو اس کے بعد کام شروع کریں ۔ شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں اس کے بعد سہولت ہوگی ۔ لوگوں نے اس کا عکس کر رکھا

ہے۔ بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتقاد ہے۔ بدون اس کے کام نہیں چل سکتا پھر سہولت کا انتظار کیسا۔ (ص ۲۵۸)

(۹۳) فرمایا کہ اگر پیر کا پیر بھی ہو اور اس کی طرف میلان نہ ہو تو اس سے نفع نہ ہوگا۔ (ص ۲۵۹)

(۹۴) فرمایا کہ کسی کے پاس نرے رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو۔ (ص ۲۶۱)

(۹۵) فرمایا کہ بزرگوں کو جو خطوط لکھے جاویں ان میں اشعار کا لکھنا میں خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں بطور جوش نکل جاتے تو دوسری بات ہے۔ قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اشعار سے متاثر کرکے کام نکالنا چاہیے۔ نیز اپنی لیاقت کا اظہار بھی ہے طالب کا کوئی فعل معلم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ (ص ۲۷۷)

اشعار
متعلق حقوقِ مُصلح و آدابِ سُلوک

از عرفانِ محبت
مجموعہ کلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی
دامت برکاتہم
مع تشریح از احقر

(۱) یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے
ہزاروں زخم کھاکر مسکرانا شادماں رہنا۔

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ طریق میں مربی سے جو بھی بظاہر جور و ستم اور زخم لگے اس پر شاداں و فرحاں رہے۔ شکایت اور اف بھی نہ کرے

(۲) یہ عرفانِ محبت ہے یہ برہانِ محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ مخلوق میں خواہ کس قدر شہرہ اور قبول ہو لیکن خود اپنی طرف سے بے نام و نشاں رہنے کو پسند کرے۔

(۳) یہی ضبطِ محبت ہے یہی شرطِ محبت ہے
تڑپنا رات دن اور پھر بھی بے آہ و فغاں رہنا

اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ بعض کاملین پہ شانِ ضبط غالب رہتی ہے

جس سے آہ وفغاں کا ظہور نظر نہیں آتا لیکن اندر اندر وہ تڑپتے رہتے ہیں۔ اس سے احقر کو تشفی ہوئی اور اس رنگ کے اکابر سے حسن ظن کی راہ ملی۔

(۴) جو خوش قسمت ہیں ان کو ہی ملا کرتی ہے یہ دولت۔
بہ فیض عشق صحرا میں بھی بن کر گلستاں رہنا۔

اس شعر میں یہ ہدایت ملی ہے کہ محبت کی دولت خوش قسمت لوگوں کو عطا ہوتی ہے اور اس کی برکت سے صحرا میں بھی وہ لطفِ گلستاں یعنی ناموافق حالات میں اور ناگوار احوال میں بھی گلستان کی طرح جامِ تسلیم و رضا سے خنداں و شاداں و فرحاں و غزلخواں رہتے ہیں۔

(۵) تیرے جامِ محبت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے
سرِ دارِ عاشقوں کا مست ہو کر نغمہ خواں رہنا۔

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جامِ محبت جس کو مل جاتا ہے وہ دار و رسن پر بھی مست اور نغمہ خواں رہتا ہے۔ اور نازک دل نہیں ہوتا۔

(۶) دوست کی جانب سے جو پہنچے بلا
وہ بلا ہرگز نہیں وہ ہے کرم

اس شعر سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ کبھی کرم بصورتِ ستم ہوتا ہے گھبرانا نہ چاہئے۔ مرشد کی طرف سے اصلاح کے لئے جو سختی ہو اس کو عین مہربانی و لطف سمجھے۔

حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو یہ شعر بہت پسند آیا اور تقریر میں بھی پڑھا۔

......

(۷) واصلِ حق ہو نہیں سکتا کبھی
ڈھا نہ دے تو کبر کا جب تک صنم

فائدہ اس شعر سے یہ ہدایت ہوئی کہ کبر کا بت جب تک توڑا نہ جائیگا اس وقت تک محبوب حقیقی سے واصل نہ ہو گا۔ اور مرشد ہی اس بت کو توڑ سکتا ہے۔ لہذا اس کے ہر انداز ستم کو بھی عین کرم سمجھ کر مشکور اور ممنون اور مسرور رہنا چاہیئے۔

(۸) جس پہ کھل جائے گا رازِ بندگی
بھول جائے گا وہ بے شک کیف وکم

فائدہ جس پر فنائیت و عبدیت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں وہ کیفیت و کمیت کی تجویزات سے نجات پا جاتا ہے اور سراپا رضاء بالقضا اور تسلیم اور افناء تجویز کی دولت سے مشرف ہو جاتا ہے۔

(۹) تو یہ ارے غیروں پہ وہ بیداد کریں گے۔
اپنا جسے سمجھیں گے اسے یاد کریں گے

احقر کو اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ جس قدر تعلق قوی ہوتا ہے اُسی قدر اس کی اصلاح میں دینی مربی زیادہ کاوش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور جس قدر تعلق ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے اُسی قدر اس کے ساتھ معاملہ نرم کیا جاتا ہے۔

(۱۰) ہم آہ و فغاں اور نہ فریاد کریں گے
ان کے کرم خاص کو بس یاد کریں گے۔

اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ مُربیؔ کی تربیتی سختیاں نہایت شوق سے گوارا کرلے اور آہ و فغاں نہ کرے اور نہ فریاد کرے۔ بلکہ مربی کے خاص کرم کو یاد کرتا رہے کہ اس کا ہر ستم صورۃً ستم ہے معناً وہ بھی کرم ہے کما قال العارف الرومی رحمۃ اللہ علیہ؂

گر بہر زخمے تو پُر کینہ شوی۔

پس چرا بے صیقل آئینہ شوی

(۱۱) مانا نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے

ناشاد محبت کو مگر شاد کریں گے

وقتی طور پر تربیت کے لئے اگر کچھ دن کے لئے صورۃً وہ مُربّی جفا اور اعراض کرے گا تو جلد ہی پھر وہ یاد کرے گا۔ اور پھر اپنے کرم و عطا سے خوش کردے گا۔ حالتِ اعراض میں بھی وہ دل سے پاس رکھتا ہے

؎ وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں۔ (مجذوبؒ)

(۱۲) جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں

ہفت اقلیم کا بنا سلطاں

فائدہ جو شخص ارضاء حق کے لئے اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے۔ منجملہ انواع افناء نفس سے افناء تجویز و رائے پیش مرشد ہے۔ تو حق تعالیٰ شانہ من تواضع للہ رفعہ اللہ کے وعدہ کے مطابق ہفت اقلیم کا سلطان بنا دیتے ہیں۔ یعنی عزت متوقعہ سے بھی زیادہ قبول فی الخلق کا مقام عطا فرماتے ہیں۔ اور حفاظت غیبیہ بھی نصیب فرماتے ہیں پس یہ شہرہ و قبول من الغیب و تائید الغیب کے سبب مضرت رساں بھی نہ ہوگا۔

(۱۳) تیر پر تیر کھاتے ہیں عشاق۔

نہیں کرتے ہیں پھر بھی آہ و فغاں

فائدہ راہ حق میں بڑے بڑے مصائب و مجاہدات برداشت کرتے ہیں۔ اور آہ و فغاں اور شکوۂ جور و جفا نہیں کرتے بلکہ جور صوری میں صدہا کرم معنوی کو پنہاں سمجھتے ہیں۔

؎ دما دم شراب الم در کشند۔ وگر تلخ بینند دم در کشند۔

(۱۴) ان کی مرضی پہ دل سے ہو قرباں
جانئے اس کو حاصل عرفاں

فائدہ رضائے حق پر دل سے قربان رہے اور ارضاء حق کے اہتمام کو حاصل عرفاں سمجھنا چاہیئے۔ اور ارضاء مرشد کا قصد بھی ارضاء حق ہی کا قصد ہے۔ (یعنی اپنے جذبات اور مرضیات کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مرضیات پر قربان کر دینا ہی حاصل عرفانِ کامل ہے۔ اگر یہ دولت حاصل نہیں تو وہ عارفِ کامل بھی نہیں)

(۱۵) آنے لگے گلشن کے مزے ہم کو قفس میں۔
شکوہ نہ کبھی ہم ترا صیاد کریں گے۔

فائدہ اس شعر کے اندر اس نعمت کا ذکر ہے کہ تسلیم و رضا کی برکت سے ہر حال میں سالک حیوٰۃ طیبہ سے مشرف رہتا ہے اور بوجہ انکشاف بعض حکم و اسرار مثل ترقی درجات فی القرب و اصلاح عجب و کبر و تکمیل عبدیت و نحو ذالک مربیؔ سے شکایت کے بجائے ممنونِ کرم رہتا ہے۔ ؎

ہے عشق مجھے کس لب شیریں کا الٰہی۔
گر درد بھی اٹھتا ہے تو میٹھا مرے دل میں (مجذوب)

(۱۶) وہ چاہنے والوں کے لئے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے۔

فائدہ وہ محبوب حقیقی اپنے عاشقین کے لئے یعنی ان کی تربیت و ترقی اور تکمیل عشق کے لئے نئے نئے اسباب و حالات ایجاد کریں گے۔ کما قال اصغر رحؒ ؎

کبھی عالم گلستاں اور کبھی ویرانہ ہوتا ہے
جو ہوتا ہے بپاسِ خاطرِ دیوانہ ہوتا ہے

اسی طرح مرشد و مصلح بھی طالبین کی تکمیل و اصلاح کے لیۓ اور ان کو کبر و عجب اور حب جاہ جیسے مہلکات سے تحفظ کے لیۓ نئے نئے انداز تربیت ایجاد کرتا ہے اور اس کا اجتہاد بوجہ مؤید بالغیب ہونے کے طالب کے لیۓ آب حیات ہوتا ہے۔ سالک کو اعتماد کامل کے ساتھ اور والہانہ طور پر مربی کی ہر شانِ تربیت پر راضی رہتے ہوئے اس کو اپنے لیۓ نافع بلکہ انفع سمجھنا چاہیئے۔

(۱۷) نعمت یہ مبارک ہو کہ احمد کبھی تجھ کو

وہ دامِ محبت سے نہ آزاد کریں گے

فائدہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے کرم سے جن کو اپنا مقبول بنا لیتے ہیں ان کو پھر کبھی مردود نہیں فرماتے کیونکہ وہ مقبول ہی اسے بناتے ہیں جو ان کا ہمیشہ باوفا رہتا ہے۔ علم مستقبل جس کو نہیں ہوتا وہ تو غدار اور بے وفا کو باوفا حالاتِ حاضرہ سے بنا سکتا ہے جیسا کہ مخلوق میں مشاہد ہے۔ "وھذا للخالق محال" یہی مراد ہے صوفیائے کرام کی "الفانی لا یرد" سے پس اس پر حق تعالیٰ شانہٗ کا ایک عظیم انعام ہوگا جسے وہ اپنے دامِ محبت سے آزاد نہ فرمادیں گے۔

و فی ھذا المقام نعم ما قال المجذوبؒ ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے + اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مربی مشفق حضرات بھی اپنے طالبین کے ساتھ یہی معاملہ فرماتے ہیں کہ تربیت و اصلاح کی غرض سے اگر دور فرماتے ہیں تو ہمہ تن اس پر متوجہ بہ دعا رہتے ہیں۔ اور سو جان سے اس پر ستم صوری کی حالت میں کرم معنوی سے متوجہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب زمانہ ہجراں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپؐ روئے مبارک کا انحراف فرماتے تھے۔ اور جب ہم نہیں دیکھتے تھے تو نگاہ نبوت ہم پر کرم

انداز ہوتی تھی۔

ولنعم ما قال المجذوبؒ ۔ ؎

یوں نظر تو مجھ پہ ڈالی جائے گی

جب میں دیکھوں گا ہٹالی جائے گی

(۱۸) جو چیز ترے ذوق میں اف جور و ستم ہے

احساس میں عاشق کے وہی لطف و کرم ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھٰذا الشعر
اے مخاطب! راہِ محبت میں جس عتابِ محبوب کو تو جور و ستم سمجھ رہا ہے اور اس کو سبب ایحاش سمجھتا ہے دراصل یہ تیری نادانی اور حقیقت ناشناسی ہے بلکہ قلت محبت و عظمت اور اسرار محبت سے ناواقفی بلکہ عجب و کبر اور حب جاہ کے جراثیم کی زہر افشانی اور سلامتی قلب اور سلامتی عقل سے تہی دامنی ہے۔ عاشقین صادقین کے نزدیک تو راہ محبت کے ہر جور و ستم صوری صدہا لطف و کرم معنوی کے ماہتاب اور آفتاب ہوتے ہیں جنکے انوار و برکات کو خفاش طبع اور خوگر ظلمت نفوس ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے سلامتی فہم اور سلامتی قلب کی دولت جس کو عطا فرمادیں وہی حضرات اس دسترسی نعماء باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔

(۱۹) ہے تیری خطا ہائے، سمجھتا جو ستم ہے

کیا شئے ہے ستم کچھ بھی ہو ہر حال کرم ہے۔

الھدایۃ الحاصلۃ من ھٰذا الشعر
جس خفاش طبع اور عجب و کبر اور حب جاہ کی ظلمتوں کے جراثیم زدہ قلب نے راہ سلوک میں مُربّی کی جفا ہائے صوری کو ستم سمجھا وہ سخت خطاکار ہے۔ اور حضرات اہل اللہ کہ وہ ارحم

الراحمین کی طرف سے تربیت نفوس و ارواح کے نمائندے ہیں جو معاملہ اور تدبیر بھی اصلاح نفوس کے لئے اختیار فرمائیں وہ اس باب میں سراپا اخلاص اور سراپا وفا اور سراپا کرم اور سراپا شفقت اور سراپا محبت ہیں۔ ہر حال میں طالب کو ہر ظاہری اور صوری قہر کو عین مہر اور ہر ستم کو عین کرم سمجھنا چاہیئے۔

(۲۰) ہو تجھ کو مبارک کوئی مائل بہ کرم ہے

اعزاز محبت ہے جو یہ مشق ستم ہے

العبرۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر

اگر مربی احتساب اور عتاب اور ڈانٹ ڈپٹ کا رنگ اختیار کرے تو اے طالب تجھے یہ شانِ مرشد مبارک ہو کہ یہ عین ان کا کرم ہے۔ چاہتے ہیں کہ تیرے نفس کے عجب و کبر اور آثار حب جاہ کے سیاہ بادلوں کی حیلولت کو تیرے قلب کے محاذات سے فنا کر دیں تاکہ نسبت مع اللہ کا بدر کامل جو پردۂ خفا میں ہے حق تعالیٰ شانہٗ فناءِ نفس کی برکت سے تجھ پر منکشف فرما دیں۔ اور جس احتساب مرشد کو تو اپنی ذلت اور رسوائی سمجھتا ہے تو خوب سمجھ لے کہ یہ مشق ستم عین اعزاز ہے۔ کما فی الحدیث۔ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ ۔ ونعم ما قال المجذوب ؒ

عشق کی ذلت بھی عزت ہو گئی

لی فقیری بادشاہت ہو گئی

(۲۱) سر جس کا نہیں در پہ تیرے شوق سے خم ہے۔

محروم ہے کیا جانے وہ کیا چیز کرم ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر

راہ عشق میں محبوب کی رائے اور ارشاد پر جو تسلیم سر شوق سے نہیں کرتا اور والہانہ اتباع اور افنائے رائے اور افناء تجویز نہیں کرتا وہ سالک محروم کرم اور محروم عنایت خاصہ رہتا ہے اور برکات تفویض و

وتسلیم کے انعامات سے مشرف نہیں ہوتا۔

(۲۲) ہر زخم میں پوشیدہ ہیں جنت کی بہاریں
عشاق سے پوچھو یہ کرم ہے کہ ستم ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھٰذا الشعر | محبت کی راہ میں جو زخم بھی لگتے ہیں عاشق کو چاہئے کہ خوشی خوشی اسے جھیل لے۔ اور لفظ جھیلنا بھی توہین محبت ہے۔ والہانہ اور نعرۂ مستانہ کے ساتھ ہر ادائے محبوب پر فدا ہے۔ کہ اس لذت تسلیم میں جنت کی بہاریں پوشیدہ ہیں۔

؎ اس خنجر تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے (اختر)

صدمہ سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے۔ (اختر)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسی محبت عطا فرمادیں۔ آمین۔ محض عقلی محبت سے اس کیفیت کا حصول عادۃً مشکل ہے۔ طبعی محبت کی الحاح کے ساتھ دعا کرنی چاہئے۔

؎ محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن۔
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے (حضرت پرتابگڈھی)

(۲۳) جس کی نگہ شوق اسے ڈھونڈھ رہی ہے
احساس میں اس کے نہ کرم ہے نہ ستم ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر | جس طالب کی نظر محبوب کی رضا پر ہوتی ہے اس کے سامنے کرم وستم کے دونوں رُخ کالعدم ہوتے ہیں۔

ع فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
که حیف باشد ازو غیر او تمنائے

پس طالبِ رضارِ حق کو تسلیم وتفویض کی راہ سے گذرنا چاہیئے

ع بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیفِ مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے:

(۲۴) ساقی کے کرم سے جو ہے مخمور محبت
ہر ایک ستم اس کے لئے جانِ کرم ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر اس شعر کے اندر یہ ہدایت نظر آتی ہے کہ مرشد کی جانب سے اصلاح کے لئے جو عنوان کبھی بضرورت سخت اور تلخ اور درشت اختیار کیا جاتا ہے وہ مفید اور مناسب سمجھ کر کیا جاتا ہے اور عقل کو غالب رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ کسی نادان کو نادانی سے غلبۂ طبع کا واہمہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔ اور مرشد کے ہر معاملہ کو نیک محمل پر حمل کرنا چاہیئے کہ وہ جسمانی باپ سے بھی زیادہ شفیق ومہربان ہوتا ہے جسمانی باپ کا تو جسمانی تربیت کا احسان ہوتا ہے جس کا ثمرہ حیات دنیویہ پر مرتب ہوتا ہے۔ اور روحانی مربی کا ثمرہ دنیا اور آخرت کی دائمی حیات دونوں جگہ مرتب ہوتا ہے۔ اسی سبب سے مربی روحانی کے لئے طالب کو دعاگو بھی رہنا چاہیئے۔ جیساکہ بیان القرآن کے حاشیہ میں رب ارحمھما الآیۃ کے ذیل میں حضرت اقدس تھانویؒ نے اسی آیت سے مرشدین کے لئے طالبین کو دعائے رحمت کرنے کی ہدایت کا استنباط فرمایا ہے۔

پس ہر ستم صوری مرشد کی طرف سے صدہا کرمِ معنوی کا حامل

ہوتا ہے۔

لیکن جو محبت میں خام ہوتا ہے وہ گھبرا جاتا ہے اور انس کے بجائے وحشت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے خام اور ناداں لوگوں کی موانست اور تکمیل ہدایت کی خاطر اہل اللہ شفقۃً ورحمۃً وحرصًا علی الامۃ نزول فرماتے ہیں۔

یعنی جب اہل اللہ اپنے کرم عمیم اور پرتوِ خلق عظیم سے ان خام کاروں اور نادانوں کا ضعفِ تحمل بھانپ لیتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کی تربیت میں نرم انداز اختیار فرماتے ہیں۔

ے وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

وقال الرومیؒ ۔ مہر پاکاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الا بہ مہرِ دل خوشاں

چونکہ محبت سے اتباع کی تسہیل ملکہ تلذذیہ ہوتی ہے اور قلبِ عاشق محبت کے ذریعہ محبوب مرشد کے باطنی اخلاق کو بھی جذب کر لیتا ہے کما قال الامام الغزالیؒ ۔ فان الطباع تسرق الاخلاق من طباعٍ اخریٰ ۔ مرقاۃ ۔

اس لئے ساقی پہلے اپنے کرم سے طالبین کو مئے محبت سے مخمور کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے اس کا ہر ستم بھی جانِ کرم محسوس ہوتا ہے اور اس نوع کا احساس محبت مرشد ہی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

(۲۵) لذتِ دیدِ ہجر میں، عشق کی یہ کرامتیں
میں نے خزاں میں بھی بہار دیکھ لی تیری یاد میں

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر ۔ حالتِ فراق میں رضائے محبوب کے اعمال اور ذکر محبوب لذت

قرب و وصال کا ذریعہ ہے۔

اذکروا اللہ شاہِ ما دستور داد

اندر آتش دید و ما را نور داد (رومیؒ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو عاشقوں کے لئے دستور بنادیا۔ پس جدائی اور فراق کے غم اور آگ کو نورِ گلزار بنادیا۔

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کر دیا

اشکہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کر دیا (مجذوبؒ)

اللہ تعالیٰ جس کو توفیقِ ذکر عطا فرمادیں تو وہ حالتِ خزاں میں بھی بہار کا لطف پاتا ہے کیونکہ خالقِ بہار سے رابطہ رکھنے والا مخلوق بہار کا محتاج نہیں رہتا۔

؎ خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں

جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے۔

(اصغر گونڈویؒ)

؎ تیرے غم کی جو مجھ کو دولت ملے

غمِ دو جہاں سے فراغت ملے۔ (سید سلیمان ندویؒ)

؎ زندگی پرکیف پائی گرچہ دل پُرغم رہا۔

ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا۔ (اختر)

؎ اگر عالم سراسر خار باشد

دلِ عاشق گل و گلزار باشد (رومیؒ۔ دیوان شمس تبریز)

؎ وہ گرمیٔ ہجراں وہ تیری یاد کی خنکی

جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے۔

(۲۶) ایک ہی بات میں نظر آتی ہیں باتیں سینکڑوں
پڑ گئی جان عشق کے فیض سے اجتہاد میں

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر اہلِ محبت جب شرح محبت کرتے ہیں تو ایک بات میں فیضانِ محبت سے سینکڑوں علوم وارد ہوتے ہیں۔

جو چپ بیٹھوں تو اک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں
جو لب کھولوں تو دریائے رواں معلوم ہوتا ہوں (مجذوبؒ)

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرحِ از دردِ اشتیاق
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت
شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے | تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے | جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے | آہ نکلی اور پہچانے گئے
گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب | جوششِ عشق است نے ترکِ ادب

درونم را بہ عشقِ خویشتن سوز
بہ تیرِ دردِ خود جان و دلم دوز (مولانا نانوتویؒ)

(۲۷) نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں
کہیں عاشق ہیں بھی اندازِ جفا ہوتے ہیں۔

رہبر سے خفگی خامیٔ محبت مرشد کی علامت ہوتی ہے ورنہ شانِ عشاق تو یہ ہے کہ ہر ادائے مرشد پر فدا رہتے ہیں۔

(۲۸) عشق کی شان ہی کچھ اور دیکھ رہا ہوں آج میں
کیف ہے اعتماد پر لطف ہے انقیاد میں

سالک کو مرشد کے ساتھ

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر عقلی محبت کے ساتھ اگر طبعی محبت بھی عطاءِ حق سے نصیب ہو جاوے تو اعتماد اور انقیاد دونوں ہی پر لطف اور لذیذ ہو جاتے ہیں۔ محبت اور عشقِ مرشد تمام مقاماتِ سلوک کی مفتاح ہے۔ اور بخاری شریف کی اس روایت سے مراد اور مسئول سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللھم انی اسئلک حبک وحب من یحبک وحب عمل یبلغنی حبک۔ (حدیث)

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا۔ اور ان اعمال کی محبت کا جو آپ کی محبت تک رسائی کا وسیلہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کائنات میں محبت الٰہیہ کے لئے اور اعمال صالحہ کی محبت اور توفیق کے لئے اہل اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں۔ اور اسی حدیث مذکور سے استدلال فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت حق اور محبت اعمال صالحہ کے درمیان محبت اہل اللہ کی مطلوبیت رکھی ہے جس میں اشارہ موجود ہے کہ یہ دولت یعنی محبت اہل اللہ محبت حق اور محبت اعمال صالحہ کا وسیلہ ہے۔ اور اس کا تعلق دونوں سے مربوط ہے۔ صوفیائے کرام اسی لئے طالبین پر شفقت و محبت سے متوجہ رہتے ہیں کہ ان کے قلوب میں مربی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت پیدا ہو جاوے اور ان کی اصلاح حال اور

ترقیات میں یہ محبت ذریعہ تکمیل بن جائے۔

(۲۹) کیف میں تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستان عشق
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ دعوت الی اللہ کے وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کا غلبہ رہے تاکہ حق تعالیٰ کا راستہ محبوب اور لذیذ معلوم ہو اور قلوب بآسانی اس دعوت کو مشتاقانہ قبول کر لیں۔

اسلوب تعبیرات قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کی مقدار پورے قرآن میں اگر جمع کیا جاوے تو تقریباً ایک پارے میں جمع ہو جاویگی یا اس سے بھی کم میں۔ لیکن قصص انبیاء اور دلائل معرفت اور ذکر انعامات الٰہیہ موجبہ محبت محسن سے تمام قرآن مملو ہے۔ اور اکابر کے مواعظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ احکام قلیل لیکن محبت اور معرفت کے مضامین کی کثرت رہتی ہے، جو بالموعظۃ والحکمۃ کا عین مقتضیٰ ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ سالک کو اہل محبت کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے اور محبت کی ترقی کے لیے گلزار ابراہیم مثنوی مولانا رومؒ اور اہل اللہ کے حالات وحکایات کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(۳۰) تیری ہر ایک بات پر مجھ کو نہ ہو یقین کیوں
ضعف کا نام تک نہیں ہے مرے اعتقاد میں

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر مرشد پر اعتقاد کامل جب ہوتا ہے تو اس کی ہر تربیتی تدبیر پر یقین نافعیت کے ساتھ عمل کرتا ہے اور اگر تلخ تدبیر اختیار کرتا ہے

تو وجد و کیف کے ساتھ قبول کرتا ہے۔

ؔ بدر و صاف ترا حکم نیست دم درکش
که آنچه ساقی ما ریخت عین الطاف است

(۳۱) غیر سے مطلب ہی کیا مقصود سے بس کام ہے
جو ہے عاشق اس کو کیا پروائے ننگ و نام ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر مخلص سالک کی نظر حق تعالیٰ شانہٗ کی صرف رضا پر رہتی ہے۔ مخلوق کی فکر کہ دنیا کیا کہے گی اس کی پرواہ بھی نہیں ہونی چاہیئے ونعم ماقال العارف الھندیؒ ؔ

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیئے — پیشِ نظر تو مرضیٔ جاناں نہ چاہیئے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ — کیا کیا تو کرنا چاہیئے کیا کیا نہ چاہیئے

---

(۳۲) مست ہے ہر حال میں جو عاشق بدنام ہے
اس کو کلفت میں بھی حاصل راحت و آرام ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر عاشق مخلص جو بدنامی کے خوف کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اس کو تفویض اور لذت تسلیم سے کلفت ظاہری میں بھی آرام و راحت معنوی حاصل رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ غم تمام غموم دنیویہ کے سانپوں اور بچھوؤں کو مثل عصائے موسوی نگل جاتا ہے ایک بزرگ شاعر فرماتے ہیں۔

وہ تو کہئے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا۔ (اصغرؒ)

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں — جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا۔
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا (اختر)

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے (اختر)

(۴۳) چھوڑ دے چون وچرا تجویز سے کیا کام ہے۔
ہے وہی فائز جو ان کا بندہ بے دام ہے۔

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر اے سالک اور عاشق تو اللہ تعالیٰ کی راہِ محبت میں چوں و چرا اور تجویز ترک کر دے کہ ؎

کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

محبت اور انانیت رائے کا اجتماع مترادف اجتماع ضدین ہے

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے
کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں جائیے

اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں وہی بندہ فائز المرام اور خوش انجام ہوتا ہے جو چوں و چرا اور تجویز کو ترک کر کے مرشد کا بندۂ بے دام بن جائے وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے

محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

(۴۴) اس کو دنیا اور مافیہا سے کچھ مطلب نہیں
کوچہ محبوب میں مدت سے جو گمنام ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر سالک کو چاہئے کہ خلوت گاہ حق میں بے نام و نشاں پڑا رہے اور اپنی گمنامی کو عزیز رکھے۔ اِلّا یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے کام لینے کے لئے اس کی شہرت کا غیبی سامان فرما دیں تو پھر یہ شہرت مُضر

نہ ہوگی اور یہ شخص حفاظتِ حق کے سائے میں رہیگا لیکن اپنی طرف سے ذوق یہی ہو ؎

کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر
بہ کہ شاہ زندگاں جائے دگر (رومیؒ)

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی۔
(حضرت مجذوبؒ)

(۳۵) جور میں بھی لطف کی لذت جسے ملتی نہو۔
عشق میں پختہ نہیں ہرگز ابھی وہ خام ہے

الھدایة الحاصلة من ھذا الشعر جس سالک کو اپنے مرشد کی اصلاحی تغیر مزاجی اور ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ ناگوار ہو اور ان اداؤں میں لطف اور لذت محسوس نہ کرے اور ان ظاہری ذلتوں میں اپنی عزت نہ سمجھے وہ سالک عشق میں خام ہے ہرگز پختہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت و عظمت اور معرفت اور توفیق افنا، نفس طلب کرے اور نازک دل نہ رہے۔

؎ چوں گزیدی پیر نازک دل مباش

؎ ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس گلی میں جائے کیوں

طالب کو اپنے مرشد کے ہر ناز کو اٹھانے کا حوصلہ ہونا چاہیئے کہ یہ ناز برداری مرشد کی راہِ حق کی ناز برداری ہے۔ البتہ ضعف قلب اور ضعف طبع سے اگر طالب سے تحمل نہ ہو سکے اور یہ سبب بن جائے عدم موانست کا۔ اور توحش عن المصاحبت والمجالست کا تو اپنے ضعف طبعی سے مرشد کو آگاہ کر کے درخواست رحم کی پیش کر دے۔ اہل اللہ

توسراپا کرم اور سراپا رحمت ہوتے ہیں ۔ پھر وہ ایسے طالب کی ضعف طبع اور ضعف قلب کی رعایت فرمائیں گے ۔ اور انداز تربیت نرم کردیں گے

سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کے لئے
(۳۶)
اور کیا شے ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر اصلاح باطن کے لئے اور عجب وکبر اور خود بینی کے اثرات ردیہ اور رذیلہ کو مٹانے کیلئے اگر مرشد دوائے تلخ تجویز کرے تو عجب وکبر کے ملیریا کیلئے اس دوا کو کونین سمجھ کر نگل جائے اور معالج سے حسن ظن اور کامل اعتماد رکھے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کونین کی برکت سے جب عجب وکبر کے حجابات رفع ہوں گے تو نسبت مع اللہ کا چاند پہلو میں جلوہ گر ہوگا ۔ اور اس کونین کی بدولت دولتِ کونین عطا ہو جاویگی

میں جور میں بھی لطفِ نہاں دیکھ رہا ہوں
(۳۷)
خوش ہو کے ترے تیر وسناں دیکھ رہا ہوں

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر طالب کو اپنے محسن، مربی وکریم مرشد کی تنبیہات اور زجر و تغیر مزاجی کو ناگوار ہونے کی بجائے اس کے اندر لطف وکرم پوشیدہ سمجھنا چاہیئے کہ منشاء مرشد کا اس سے تزکیہ نفس اور اصلاحِ اخلاق ہے ، البتہ مربی اور معلم کو اپنی شانِ تربیت اور شانِ تعلیم پر شانِ رحمت کو غالب رکھنا چاہیئے تاکہ طبائع ضعیفہ بھی تربیت اور تعلیم سے محروم نہ ہوں ۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحؒ نے اپنے وعظ میں اس شعر سے

اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

؎ خستگاں را چو طلب باشد وہمت نہ بود
گر تو بیداد کنی شرطِ مروت نہ بود

پس جب طالب پر سخت انداز تربیت کا بجائے مفید ہونے کے مُضر محسوس ہو تو معالج کو انداز نرم اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ استفادہ اور استفاضہ کے لئے طبعی موانست ضروری ہے، جو مرشد کی شفقت اور رحمت سے پیدا ہوتی ہے۔ اہلِ محبت اس کی قدر جانتے ہیں کہ ہر ادائے محبت و شفقت پر دل و جان سے عاشق ہر نفس فدا ہوتا رہتا ہے۔

(۳۸) مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی
اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

الھدایۃ الحاصلۃ من ھذا الشعر جس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جاتی ہے تو اس کی محبت کی فراوانی ہر جگہ نظر آتی ہے۔ عبادات ذکر کی حلاوت میں۔ احباب کی تربیت میں۔ اور علیٰ رؤس المنابر اس کی محبت کا جھنڈا لہرا جاتا ہے۔ و نعم ما قال جگرؔ

؎ میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

؎ صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

یعنی طرز محبت سے اقتدار نفس تام جلد نصیب ہوتا ہے۔

قال العارف الرومی رح

عشق ساید کوہ را مانند ریگ۔
عشق جوشد بحر را مانند دیگ۔

شاد باش لے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے تو افلاطون و جالینوس ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما (رومی)

؎ محبت تیری یہ برکت محبت تجھ پہ صد رحمت

نہیں پندار دیکھا میں نے سرشار محبت میں

؎ پریت کی لذت جب سے ملی ہے دل کا عالم ہے کچھ اور

نگر نگر ڈھنڈورا پیٹ رہا ہوں پریت کرو سب کوئے

(حضرت پرتاپگڈھی رح)

از عرفانِ محبت:

(۱) ؎ سنا جس نے وہی سو جان سے حق پر ہوا قربان

کوئی دیکھے تو آکر عاشقوں کی شانِ گویائی

(۲) عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہل محفل کا + حدیث عشق کی احمد نے جب بھی شرح فرمائی

(۳) احمد تیرا نعرہ ہے یہ پیغام محبت + دلکش ہے یہ آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں

(۳۹) یہی کہتے ہیں بسطامی رح، غزالی رح اور جیلانی رح

الھدایت الحاصلۃ من ھذا الشعر تمام انعامات ظاہرہ و باطنہ کے ہوتے ہوتے بھی اپنے نفس کو مٹانا اصل انعام ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہوا تو سب لاحاصل ہے۔ کیونکہ تواتر اولیاء امت سے افناء نفس کی ضرورت اور اہمیت ثابت ہے

اور یہ امر بین الصوفیاء مشہور علی الالسنۃ ہے۔ جسکا صحیح مقام حکیم الامت تھانویؒ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے فی الحال اور تمام کافروں سے حتیٰ کہ بہائم سے بھی کمتر سمجھتا ہوں فی المآل۔ اور اگر حق تعالیٰ اہل جنت کی جوتیوں میں جگہ عطا فرمادیں تو اس کو غنیمت سمجھوں گا۔ اس سے زیادہ کا مجھے حوصلہ نہیں اور یہ جگہ بھی بر بنائے استحقاق نہیں بلکہ از راہِ ترحم ہے کہ دوزخ کا تحمل نہیں۔

اور فرمایا کہ مجھے ناز و کبر بحمد اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا دھیان ہے کہ:۔

قیامت کے دن بجانے اشرف علی کا کیا حال ہوگا"

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ان ارشادات میں سالکینِ راہ کے لئے نہایت اہم تعلیمات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ عمل کی توفیق بخشیں ۔۔۔ آمین

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۳ جمادی ۲ ۱۴۰۵ھ

ادعیہ خزائنِ قرآن و ادعیہ خزائنِ احادیث

خزانہ نمبر ۱ عن عبد اللہ بن خبیبؓ قال خرجنا فی لیلۃ مطر وظلمۃ شدیدۃ نطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فادرکناہ فقال قل قلت ما اقول قال قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ والمعوذتین حین تصبح وحین تمسی ثلاث مرات تکفیک من کل شیٔ۔ (مشکوۃ ص۱۸۸)

راوی کا حال عبد اللہ بن خبیب الجھنی حلیف الانصار مدنی لہ صحبتہ حدیثہ فی اھل الحجاز۔ قبیلہ جہنیہ سے تعلق تھا جو انصار کا حلیف تھا۔ مدنی ہیں صحابی ہیں ان کی حدیث اہل حجاز میں پائی جاتی ہے۔

(اسماءُ الرّجال)

ترجمہ حضرت عبد اللہ ابن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا تھا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے نکلے پس ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ۔ میں نے عرض کیا کیا کہوں۔ فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کر یہ تجھے ہر چیز کے لئے کافی ہو جائے گی

ف۔ حضرت ملا علی قاریؒ مرقاۃ جلد ۴ ص۳۷ پر لکھتے ہیں کہ علامہ طیبیؒ نے فرمایا تکفیک من کل شیٔ کی تشریح میں ای تکفیک من

کل شر اد من کل ورد - یعنی یہ تینوں سورتیں ہر شر سے حفاظت کے لئے کافی ہیں - یا ان کا پڑھنے والا اگر کوئی اور وظیفہ نہ پڑھ سکے تو ان کا ورد ہی اسے تمام وظائف سے بے نیاز کر دیگا اور ہر شر سے محفوظ رہیگا - آج ہر مسلمان پریشان ہے - کوئی کہتا ہے کہ جن اور آسیب نے پریشان کر رکھا ہے - کوئی کہتا ہے کہ دشمن نے جادو یا کالا عمل کرا دیا ہے - کاروبار پر بندش لگوا دی ہے گاہک نہیں آتے کسی کو ہر روز ایک نئی بلا اور مصیبت کا سامنا ہے - اگر ہم اس وظیفہ کو روزانہ پڑھ لیں جس میں دو تین منٹ بھی نہیں لگتے تو ہر بلا اور مصیبت سے انشاء اللہ محفوظ رہیں گے -

خزانہ نمبر ۲ عن معقل بن یسار رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلاث مرات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم فقراء ثلاث آیات من آخر سورۃ الحشر وکل اللہ بہ سبعین الف ملک یصلون علیہ حتی یمسی وان مات فی ذالک الیوم مات شہیداً ومن قالھا حین یمسی کان بتلک المنزلۃ - (مشکوٰۃ ص۱۸۸)

راوی کا حال حضرت معقل بن یسار رضؓ قبیلہ مزن کے ہیں بایع تحت الشجرۃ وسکن البصرۃ وینسب الیہ نہر معقل بالبصرۃ - صلح حدیبیہ کے وقت بیعت جہاد کی اور بصرہ میں سکونت اختیار کی - بصرہ میں نہر معقل ان ہی کے نام سے منسوب ہے۔ (اسماء الرجال)

ترجمہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِؕ پڑھے پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیات ایک بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پہ ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر اس دن اسے موت آگئی تو شہید مرے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو اس کو بھی یہی درجہ حاصل ہوگا یعنی ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے اور اگر اس رات میں مر گیا تو شہید مریگا۔

سورۂ حشر کی آخری تین آیات یہ ہیں۔ پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ تین مرتبہ پڑھے پھر یہ آیات ایک مرتبہ پڑھے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُؕ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ صبح ستر ہزار فرشتوں کو اپنے لئے استغفار مانگنے کی ڈیوٹی پہ لگا کر پھر ناشتہ کرتا ہوں

مذکورہ بالا اسماء حسنیٰ کے معانی از بیان القرآن

عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ: وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہری چیزوں کا۔

اَلْمَلِكُ:۔ یعنی صاحب ملک

اَلْقُدُّوْسُ۔ جس کا ماضی عیب سے پاک ہو

اَلسَّلَامُ:۔ جس کے مستقبل میں عیب لگنے کا احتمال نہ ہو۔

کذا فی الکبیر، اور علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ اَلسَّلَامُ هُوَ الَّذِیْ یُسَلِّمُ اَوْلِیَاءَهٗ مِنْ كُلِّ آفَةٍ فیسلمون من کل مخوف۔ السلام وہ ذات ہے جو خود بھی سلامت ہے اور اپنے دوستوں کو بھی سلامت رکھے ہر آفت سے پس اس کے اولیا ر سلامت رہتے ہیں ہر دھکی دینے والے سے۔

اَلْمُؤْمِنُ:۔ کے معنی ہیں امن دینے والا ہر بلا سے نگہبانی کرنے والا۔ یعنی کوئی آفت نہیں آنے دیتا۔

اَلْمُهَیْمِنُ: اور آئی ہوئی کو بھی دور کر دیتا ہے۔

اَلْعَزِیْزُ:۔ یعنی زبردست طاقت والا۔

اَلْجَبَّارُ: یعنی خرابی کو درست کرنے والا۔

وفی الروح الجبار ھو الذی یصلح احوال خلقه بقدرته القاھرة۔ یعنی جبّار وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کے بگڑے ہوئے احوال کو اپنی قدرت غالبہ سے درست فرمائے۔

اَلْمُتَكَبِّرُ: یعنی بڑی عظمت والا۔ لیس فیہ التکلف بل العنیة الی

الماخذ۔
اَلْخَالِقُ:۔ پیدا کرنے والا یعنی معدوم سے موجود کرنے والا۔
اَلْبَارِئُ:۔ تناسب اعضاء سے پیدا کرنے والا۔ یعنی ٹھیک ٹھیک بنانے والا حکمت کے موافق۔
اَلْمُصَوِّرُ:۔ صورت بنانے والا۔ دفی الروح المممیز بین خلقہ بالاشکال المختلفۃ۔ اپنی مخلوق میں اختلافِ صورت سے فرق کرنیوالا۔

خزانہ نمبر ۳

قد اخرج ابو داؤد عن ابی الدرداءؓ موقوفاً وابن السنی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال حین یصبح وحین یمسی حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم سبع مرات کفاہ اللہ تعالیٰ ما اھمہ من امر الدنیا والاٰخرۃ۔
(روح المعانی پ۱۱ ص۵۳)

راوی کا حال ابو درداء انصاریؓ خزرجی ہیں واشتھر بکنیتہ اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔ درداء ان کی بیٹی کا نام ہے۔ کان فقیھاً عالماً حکیماً سکن الشام ومات بدمشق۔ فقیہ عالم حکیم تھے شام میں سکونت اختیار کی اور دمشق میں انتقال فرمایا۔ (اسماء الرجال للشیخ ولی الدین صاحب المشکوٰۃ)

ترجمہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور

آخرت کے ہر غم کے لئے کافی ہو جائیں گے۔

ھم کی تعریف الھم ھو الغم الذی یذیب الانسان ھم اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کو گھلا دے۔

علمی لطیفہ اس چھوٹی سی آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ھموم کے لئے کیوں کافی ہو جاتے ہیں۔؟ فرماتے ہیں۔ وھو رب العرش العظیم۔ وہ رب ہے عرش عظیم کا۔ اور عرش عظیم مرکز نظام کائنات ہے جہاں سے دونوں جہان کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ پس جب بندہ نے اپنا ربط ربِ عرشِ عظیم سے قائم کر لیا تو مرکز نظامِ کائنات کے رب کی پناہ میں آگیا۔ پھر غموم وہموم کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ کما قال العارف الھندی خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ؎

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

واخرج ابن النجار فی تاریخہ عن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من قال حین یصبح سبع مرات حسبی اللہ لا الہ الا ھو الخ لم یصبہ فی ذالک الیوم وتلک اللیلۃ کرب ولا نکب ولا غرق۔ (روح پارہ ۱۱ ص ۵۳)

ترجمہ اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص صبح کو سات مرتبہ حسبی اللہ لا الہ الا ھو الخ آخر تک پڑھ لے گا نہیں پہونچے گی اس کو اس دن اور اس رات میں کوئی بے چینی اور نہ کوئی مصیبت اور نہ وہ ڈوبے گا۔

عجیب واقعہ واخرج ابو الشیخ عن محمد بن کعب قال خرجت سریۃ الی ارض الروم فسقط رجل منھم

فانکسرت فخذہ فلم یستطیعوا ان یحملوہ فربطوا فرسہ عندہ ووضعوا عندہ شیئًا من ماء وزاد فلما ولوا اتاہ اٰتٍ فقال لہ مالک ھٰھنا ؟ قال انکسرت فخذی فترکنی اصحابی فقال ضع یدک حیث تجد الالم وقل فان تولوا الاٰیۃ فوضع یدہ فقرأھا فصح ورکب فرسہ وادرک اصحابہ (روح المعانی پ۱۱ ص۵۴)

ترجمہ حضرت محمد بن کعب سے روایت ہے کہ ایک سریہ روم کی طرف روانہ ہوا۔ ان میں سے ایک شخص گر گیا اور اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پس صحابہ رضؓ اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ اس کو اٹھا کر لے جائیں۔ انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور سامان بھی پاس رکھ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ ایک مرد غیبی آیا اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور میرے ساتھیوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اس مرد غیبی نے کہا کہ اپنا ہاتھ وہاں رکھو جہاں تکلیف محسوس کرتے ہو اور پڑھو فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو الخ پس انہوں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھا اور یہ آیت پڑھی اور صحت یاب ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

معمول علامہ آلوسیؒ

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں وھٰذہ الاٰیۃ ورد ھٰذا الفقیر وللہ الحمد منذ سنین فاسأل اللہ تعالیٰ ان یوفق لنا الخیر ببرکتھا انہ خیر المرفقین۔ یہ آیت حسبی اللہ الخ اس فقیر کے معمولات سے ہے برسوں سے۔ اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس آیت کی برکت سے ہم کو خیر کی توفیق بخشیں

اور حق تعالیٰ شانہٗ خیر الموفقین ہیں۔

ف اس ورد کے بعد دعا بھی کرلے کہ اے اللہ تعالیٰ بہ برکت بشارتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے ورد کے وسیلہ سے ہماری دنیا اور آخرت کی تمام فکروں کے لئے آپ کافی ہوجایئے۔

خزائن احادیث

خزانہ نمبر (۱)

ایسی جامع دعا جس میں ۲۳ سالہ ادعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدعاء کثیر لم نحفظ منہ شیئًا قلنا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعوت بدعاء کثیر لم نحفظ منہ شیئًا فقال الا ادلکم علیٰ ما یجمع ذالک کلہ؟ تقول (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ) (رواہ الترمذی از جواہر البخاری ۵۲۲)

حالِ راوی حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں رہتے تھے پھر حمص منتقل ہوگئے یہ ان اصحاب میں سے ہیں جن سے بکثرت روایات منقول کی جاتی ہیں۔ اکیانوے (۹۱) سال کی عمر میں ۸۶ھ بمقام حمص انتقال ہوا۔ یہ سب سے آخری

صحابی ہیں جن کا شام میں انتقال ہوا۔ ان کے بعد شام صحابہؓ سے خالی ہو گیا۔

ترجمہ حدیث حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کثرت سے دعائیں مانگیں لیکن ہم چند لوگوں کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت دعائیں مانگیں لیکن ہم کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں ؏۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم سب کو ایسی دعا نہ بتا دوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہو۔ تم یوں کہا کرو کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس تمام خیر کا جس کا سوال کیا آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس تمام شر سے جس سے پناہ چاہی آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور استعانت کے قابل صرف آپ ہی کی ذات ہے اور ہماری فریاد کو پہنچنا آپ پر احساناً واجب ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے نیکی کی قوت مگر اللہ کی مدد سے۔

خزانہ نمبر ۲۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ

عن ابی ھریرۃ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ فانہا من کنز الجنۃ۔ قال مکحول فمن قال لاحول ولا قوۃ الا باللہ ولا منجا

؏ نکرہ تحت النفی فائدہ عموم کا دیتا ہے (لم نحفظ منہ شیئًا)

من اللہ الا الیہ کشف اللہ عنہ سبعین باباً من الضر ادناھا الفقر۔ رواہ الترمذی (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۰)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانے سے ہے،

اور حضرت مکحول رحمہ اللہ جو جلیل القدر تابعی ہیں سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر پھر فتویٰ دیتے تھے) موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے پڑھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ لا منجأ من اللہ الا الیہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے ستر تکلیفوں کو دور کر دیں گے جن میں سب سے ادنیٰ فقر ہے۔

لا منجأ ای لا مہرب ولا مخلص یعنی کوئی جائے فرار اور جائے پناہ نہیں ہے من اللہ اللہ کے غضب اور عذاب سے الا الیہ ای بالرجوع الیٰ رضائہ ورحمتہ۔ سوائے اس کی رحمت ورضا کی طرف رجوع کرنے کے۔ (مرقات جلد ۵ ص ۱۲۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ جلد ۵ ص ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ:۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے ساتھ لا ملجأ من اللہ الا الیہ بھی ثابت ہے۔ نسائی کی مرفوع حدیث ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کے چار فوائد

فائدہ ۱ یہ کلمہ لاحول ولا قوۃ الخ عرش کے نیچے کا جنت کا خزانہ ہے اور جنت کی چھت عرش الٰہی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہونے لگتی ہے اس معنی میں یہ جنت کا خزانہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے کوئی عظیم خزانہ نہ بتا دوں۔ عرض کیا بے شک بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (متفق علیہ، از مشکوٰۃ)

اس کلمہ کو جنت کا خزانہ کیوں فرمایا گیا

(از شرح مرقاۃ)

اس کلمہ کو خزانہ کہا گیا جس کے حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) کیونکہ یہ کلمہ مثل خزانے کے لوگوں کی نظر سے محفوظ اور غائب تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عطا فرمایا گیا۔

(۲) یا اس لئے کہ یہ کلمہ جنت کے ذخیروں میں سے ہے۔

(۳) یا اس لئے کہ جنت کی عمدہ عمدہ نعمتوں کو حاصل کرانے والا ہے۔

(۴) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس لئے یہ خزانہ جنت کا ہے کہ یہ کلمہ اپنے کہنے والے کے لئے جنت میں عمدہ ثواب کا خزانہ جمع کرتا ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ پس اس سبب کا نام مسبب کے نام پر رکھدیا گیا۔ جو علاقہ مجاز مرسل کے اصول سے تسمیۃ السبب باسم المسبب کہلاتا ہے

ف ۲: یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے سب سے ادنیٰ بیماری الیاغم ہے جو انسان کو گھلادے۔ اس کا نام ھم ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحول ولا قوۃ الا باللہ دواء من تسعۃ وتسعین داءً ایسرھا الھم۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۱)

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے (دنیوی و اخروی) بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے ادنیٰ بیماری غم ہے اچھا ہے دنیا کا ہو یا آخرت کا،

ف ۳ جب بندہ اس کلمہ کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ عرش پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی

۱۰ وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلک علیٰ کلمۃ من تحت العرش من کنز الجنۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ یقول اللہ تعالیٰ اسلم عبدی و استسلم (مشکوٰۃ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتادوں جو عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے جب بندہ اس کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حافظ ابن حجر عسقلانی رح فرماتے ہیں کہ ملائکہ سے فرماتے ہیں) اسلم عبدی (ای انقاد و ترک العناد) یعنی میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا۔ اور سرکشی کو چھوڑ دیا۔ واستسلم (ای فوض عبدی امور الکائنات الی اللہ باسرھا) یعنی میرے بندہ نے دونوں جہاں کے تمام غموں کو میرے سپرد کر دیا۔ کذا فی المرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۱، ۱۲۲

یہ نعمت کیا کم ہے کہ بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ عرش پر فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

شرح یقول اللّٰہ تعالیٰ اسلم عبدی واستسلم

یہ عبارت اس حدیث میں یا تو جملہ مستانفہ ہے جو اس کلمہ کی فضیلت میں اور جو کہ اسی کی فضیلت میں وارد ہوا ہے - علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے ای اذا قال العبد ھذہ الکلمۃ جب بندہ یہ کلمہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں - اسلم عبدی واستسلم -

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں حق تعالیٰ یہ بات ملائکہ سے فرماتے ہیں - ای لملائکتہ معلماً لھم بکمال قائلھا المتحلی بمعناھا ملائکہ کو اس کلمہ کے کہنے والے کا کمال بتانے کے لئے کہ اس کا قائل اس کے معنیٰ سے آراستہ ہے یعنی انوار عبدیت اور تفویض اور تسلیم سے منور اور مکمل ہے -

جب بندہ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ پڑھتا ہے

تو حق تعالیٰ اسلم عبدی واستسلم فرماتے ہیں ملائکہ سے

اسلم عبدی ای انقاد وترک العناد واخلص فی العبودیۃ بالتسلیم لامور الربوبیۃ - یعنی میرا بندہ مطیع ہو گیا اور سرکشی کو ترک کر دیا - اور عبدیت میں تسلیم کے ساتھ مخلص ہو گیا حق تعالیٰ کے امور ربوبیت میں -

واستسلم ای انقاد انقیاداً کاملاً اوبالغ فی الانقیاد وقطع النظر عن العباد وقال الطیبیؒ ای فوض امور الکائنات الی اللّٰہ باسرھا - وانقاد ھو بنفسہ للّٰہ مخلصاً لہٗ -

ترجمہ بندہ کامل طور پر مطیع ہو گیا اور غیر حق سے قلب کو منقطع کر لیا اور علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام اور استسلام کا مفہوم

یہ ہے کہ میرے بندے نے تمام کائنات کے امور میرے سپرد کردیئے اور اخلاص کے ساتھ اپنے نفس کو بھی میرا مطیع کردیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ واذا قال العبد لاحول ولا قوۃ الا باللہ قال اللہ تعالیٰ اسلم واستسلم۔ اسلم ای اسلاماً کاملاً۔ واستسلم ای انقاد ظاھراً وباطناً۔ مرقاۃ ج ۵ ص ۱۳۲

فائدہ پیغام حضرت ابراہیم علیہ السلام بنام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الانام۔ یہ کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام اور وصیت ہے جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں ارشاد فرمایا تھا۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ مر علیٰ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فقال یا محمد مُرْ امتك ان یکثروا من غراس الجنۃ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (مرقات ج ۵ ص ۱۱۱)

ترجمہ شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا آپ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت کو حکم فرماویں کہ وہ جنت کے باغوں کو بڑھالیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے۔

اس کے پڑھنے سے وصیت ابراہیمی پر عمل کی سعادت بھی نصیب ہو گی۔ اور اس کی برکت سے جنت کے باغوں میں بھی اضافہ ہوگا

لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا مفہوم

الفاظ نبوت کی تشریح الفاظ نبوت سے

عن ابن مسعود قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلتھا فقال تدری ماتفسیرھا؟ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال لا حول عن معصیۃ اللہ الا بعصمۃ اللہ ولا قوۃ علی طاعۃ اللہ الا بعون اللہ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۱۱۱)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا میں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا جانتے ہو اس کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لاحول عن معصیۃ اللہ نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی مگر اللہ کی حفاظت سے۔ ولا قوۃ علی طاعۃ اللہ الا بعون اللہ اور نہیں ہے قوت اللہ کی طاعت کی مگر اللہ کی مدد سے۔

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظ نبوت کی تشریح الفاظ نبوت سے ہوئی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے الفاظ بھی سرکاری اور اس کی شرح بھی سرکاری کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور ماتفسیرھا سے معلوم ہوا کہ حدیث کی شرح کو تفسیر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ــــــــــــــــ

اور معلوم ہوا کہ بعض الفاظ لسان نبوت سے ایسے سرکاری لغت کے ہوتے تھے کہ تمام دنیائے عرب اس کو لغت سے حل نہ کر سکتی تھی جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ جیسے ذی علم اور مفتی و فقیہ صحابی بھی حل نہ کر سکے اور بارگاہ رسالت سے اسکی تفسیر حاصل ہوئی۔

احقر محمد اختر عرض کرتا ہے کہ لاحول الخ کا مفہوم اور حاصل اس آیت سے ربط اور تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ اس آیت سے مقتبس معلوم ہوتا ہے ان النفس لامّارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ حضرت آلوسی رح تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ ما ظرفیہ زمانیہ مصدریہ ہے اور اس کی تفسیر اس طرح فرمائی ہر نفس کثیر الامر بالسوء ہے الا مادم ربی ای فی وقت رحمۃ ربی وعصمتہ یعنی نفس برائی سے اسی وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے جب تک کہ وہ سایۂ رحمتِ حق اور سایۂ حفاظتِ حق میں رہے گا۔

لاحول ولاقوۃ کے ساتھ العلی العظیم کا ثبوت

مشکوٰۃ میں صـ۲۰۲ پر ایک روایت ہے جس میں لاحول ولاقوۃ الا باللہِ العزیز الحکیم ہے۔ اس کی شرح فرماتے ہوئے ملا علی القاری رح مرقاۃ صـ۱۲۰ جـ۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔ وجاء فی روایۃ البزار بلفظ العلی العظیم وھو المشھور علی الالسنۃ وان لم یرد فی الصحیح۔ قال الطیبی رح لم یرد فی اکثر الروایات الا عن الامام احمد بن حنبل رح فانہ اردفھا بقولہ العلی العظیم۔

خلاصہ ترجمہ بزار کی روایت میں العلی العظیم کا اضافہ ہے اور امام احمد بن حنبل رح کی روایت میں بھی العلی العظیم ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ کنز العمال ج ۲ صـ۱۴۵ میں بھی روایت ہے جس میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ہے۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ لاحول ولاقوۃ کے پڑھنے سے خزانہ نیکیوں کا ملتا ہے۔ اور یہ وہ خزانہ ہے جو وطن آخرت میں بھی کام آتا ہے

اور دونوں جہان میں اس کی برکتوں سے مالامال ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو خزانہ سے تعبیر فرمایا گیا۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ ہمارے مشائخ نے حکم دیا ہے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ اکے برابر کوئی کلمہ حق تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اس کے فضل کی راہ اختیار کرنے میں معین اور مفید نہیں۔

حضرت مکحول تابعیؒ کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ اس کلمہ کو پڑھنے سے ستر قسم کے نقصان اور ضرر کو حق تعالیٰ دور فرما دیتے ہیں اور سب سے ادنیٰ فقر اور محتاجی ہے۔

صاحب مظاہر حق شارح مشکوٰۃ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ اسناد کے اعتبار سے منقطع ہے مگر مفہوم اور معنی کے اعتبار سے قابل اعتماد ہے کیونکہ اس روایت حضرت مکحول کو روایتِ ابو موسیٰ رضؓ صحیح ثابت کرتی ہے جو صحاح ستہ میں مرفوعاً منقول ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی مرفوع روایت سے اس روایت کی توثیق ہوتی ہے

(مظاہر حق باب تسبیح و تکبیر ص۵۴۷ مطبوعہ دار الاشاعت)

خزانہ نمبر ۳ - دوام عافیت و بقائے نعمت کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۲۱۷)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں نعمت کے زوال سے اور عافیت کے چھن جانے سے اور اچانک مصیبت کے آجانے سے اور آپ کی ہر ناراضگی سے۔

زوال اور تحول کا فرق زوال کہتے ہیں کسی شے کے باقی نہ رہنے کو بغیر بدل کے۔ جیسے کسی کا مال گم ہو جائے مگر اس کے ساتھ کوئی دوسری بلا و مصیبت نہ آئے تو اس کو نعمتِ مال کا زوال کہیں گے۔ اور تحوّل کہتے ہیں کہ نعمت بھی زائل ہو جائے اور ساتھ میں کوئی مصیبت و بلا بھی لگ جائے۔ حدیث پاک میں دونوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

مرقاۃ میں اس کی شرح اس طرح ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ (بدون بدل) وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ (ای تبدل عافیتك بالبلاء۔ (مرقاۃ ج ۵ ص۲۲۶)

خزانہ نمبر۴

ادائے قرض اور رنج وغم سے نجات دلانے والی دعا

عن ابی سعید الخدری رض قال قال رجل ھموم لزمتنی ودیون یارسول اللہ قال افلا اعلمك کلاما اذا قلته اذھب اللہ ھمّك وقضٰی عنك دَیْنَكَ قال قلت بلٰی قال قل اذا اصبحت واذا امسیت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ

وَقَهْرِ الرِّجَالِ) قال ففعلتُ ذالك فاذهب الله همي وقضى عَنِّيْ دَيْنِيْ۔ (رواه ابو داود (مرقاة ج ۵ ص۲۱۷)
(مشکوٰة ص۲۱۵ باب الاستعاذة)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے گھیر لیا ہے غموں نے اور قرضوں نے۔ یعنی کثرتِ قرض کی وجہ سے ادائیگی کی فکر سے غموں میں گرفتار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتادوں کہ جس کے پڑھنے سے اللہ تیرے غم کو دور کر دے اور تیرے قرض کو ادا کرا دے۔ عرض کیا کہ کیوں نہیں یعنی ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح و شام یوں دعا مانگا کرو کہ اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں ھمّ اور حُزْن سے۔

ھمّ اور حُزن کی تعریف

اَلْھَمُّ ھو الغمّ الذی یذیب الانسان فھو اشدّ من الحزن والحزن لیس کذالک۔ (کذا فی المرقاة ج ۵ ص۲۱۷) ھم اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کو پگھلا دے پس وہ حزن سے اشد ہے اور حزن اتنا اشد نہیں ہوتا۔

اور پناہ چاہتا ہوں میں عجز اور کسل سے

عجز اور کسل کے معنیٰ

العجز ھو عدم الطاقة علی الطاعة۔ طاعت و عبادت پر قدرت نہ ہونا عجز ہے۔
اَلْکسل ھو التثاقل عن الطاعة مع الاستطاعة۔
کذا فی المرقات ج ۵ ص۲۱۷ (الکَسَل بفتح السین)

اور استطاعت کے باوجود عبادت میں سستی وگرانی ہونا یہ کسل کہلاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز اور کسل دونوں سے پناہ مانگی ہے۔ اور فرمایا پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور بزدلی سے اور پناہ چاہتا ہوں کثرتِ قرض سے اور لوگوں کے غلبہ پا لینے سے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے اس پر عمل کیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کر دیا اور میرے قرض کو ادا کر دیا۔

خزانہ نمبر ۵۔ شرک خفی سے نجات دلانے والی دعا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الشرك اخفی فی امتی من دبیب النمل علی الصفا۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۸۱۶)

کہ شرک میری امت میں کالے پتھر پر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ ایک دوسری حدیث کی شرح کرتے ہوئے شرک کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وھو فی غایۃ من الخفاء لانہ ادق من دبیب النملۃ السوداء علی الصخرۃ الصماء فی اللیلۃ الظلماء وقلّما یسلم منہ الا قویاء فکیف الضعفاء (مرقات ج ۱۰ ص ۲)

ترجمہ: شرک بہت زیادہ مخفی ہوتا ہے کیونکہ وہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ باریک ہے۔ یعنی جس طرح اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی چلتی ہوئی نظر نہیں آئے گی اس سے زیادہ خفیہ طریقہ سے شرک قلب میں داخل ہو جاتا ہے اور اس سے بہت کم

بچ پاتے ہیں اقویار یعنی خواص امت بھی۔ پس ضعیف الایمان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ (مرقاۃ)

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے اور عرض کیا فکیف النجاۃ والمخرج من ذالک اس سے نجات اور نکلنے کا راستہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتلا دوں کہ جب تو اسے پڑھ لے تو بریئت من قلیلہ وکثیرہ و صغیرہ وکبیرہ۔ تو قلیل شرک سے اور کثیر شرک سے اور چھوٹے شرک سے اور بڑے شرک سے نجات پا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ضرور بتائیے اے اللہ کے رسول! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں دعا مانگا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۸۱۶)

ترجمہ دعا اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ شریک کروں اور اس کو میں جانتا ہوں اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس کی کہ میں نہ جانتا ہوں۔

ف: اس دعا کو معمول بنانے والوں کے لئے شرک سے نجات کی ضمانت ہے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال ہونے کی بشارت ہے۔

خزانہ نمبر ۶

جس کے پڑھنے سے آسمانی اور زمینی تمام بلاؤں سے حفاظت رہتی ہے

عن ابان بن عثمان رض قال سمعت ابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یقول فی صباح کل یوم ومساء کل لیلۃ (بِاسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط) ثلاث مرات فیضرہ شیءٌ (مشکوٰۃ ص ۲۰۹)

ترجمہ حضرت ابان بن عثمان سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ صبح اور شام تین تین بار بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پڑھ لیگا اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(نوٹ) مناجات مقبول کی ایک منزل اگر ہر روز پڑھ لی جائے تو سات دن میں اکثر ادعیہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی ورد ہو جاویں گی

دُعا

ہر پریشانی اور بے چینی کو دفع کرنے کے لئے

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَرَبَہٗ اَمْرٌ یَقُوْلُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ۔

حال راوی اس حدیث کے راوی حضرت انس رضؓ ہیں، یہ انس بن مالک رضؓ ہیں۔ دس سال کی عمر میں اسلام لاتے ان کی والدہ کا نام ام سُلیم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں تعلیم فقہ کے لئے بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔

(اسماء الرجال صہ ۵۸۹ لصاحب المشکوٰۃ)

ترجمہ حدیث حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کرب یعنی بے چینی اور پریشانی ہوتی تھی تو آپ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی اے زندہ حقیقی اے سنبھالنے والے آپ ہی کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

حل لغات وتشریح: یَاحَیُّ ای اَزَلاً آبَداً وَحَیاۃُ کُلِّ شَیْءٍ بِہٖ مُؤَبَّداً

ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا۔ اور ہر شے کی حیات حق تعالیٰ ہی کی اس صفت حیات سے قائم ہے۔

یَاقَیُّوْمُ ای قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیْرَہٗ بِقُدْرَتِہٖ یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات سے قائم ہیں اور تمام کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے قائم رکھتے ہیں

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ صہ ۲۲۱)

سُوٓءِ قضا اور جہد البلاء سے حفاظت کی دُعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ

مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ۔

حالِ راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا مگر اسلام کے بعد ان کا نام عبد اللہ یا عبد الرحمٰن تھا۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رح نے ۳۵ اقوال سے ثابت کیا ہے کہ ان کا نام عبد الرحمٰن تھا، اپنی کنیت سے ایسے مشہور ہوئے کہ کمن لا اسم لہٗ ہو گئے جیسے کہ ان کا نام ہی نہ تھا۔ ۵ ہزار ۳۶۴ احادیث کے حافظ تھے، مدینہ منورہ میں ۸ سو تابعین اور صحابہ کرام کو پڑھاتے تھے۔ حضرات صحابہ میں بڑے اکابر صحابہ بھی ان کے شاگرد تھے۔ جیسے عبد اللہ ابن عمر رض، عبد اللہ بن عباس رض حضرت جابر رض اور حضرت انس رض، ابوہریرہ نام کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت اپنی آستین میں بلی کا بچہ رکھتے تھے۔ اور اس سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اسی سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ابوہریرہ رکھ دیا۔ (یعنی بلی کا ابا) خیبر کے سال ایمان لائے اور ہر جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور تعلیم کے لئے ہر وقت سفر وحضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ کان راغبًا فی العلم وراضیًا بشبع بطنہ وکان یدور معہ حیث دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دین کے علم کے لئے صرف پیٹ کی روٹی پر راضی رہتے ہوتے ہر وقت صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر باش تھے۔

(اسماء الرجال صـ۶۲۶ ومرقات ج ۱ صـ۶۹)

ترجمہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! پناہ مانگو سخت ابتلاء سے اور بدبختی کے پکڑ لینے سے اور ہر وہ قضا جو تمہارے لئے مضر ہو اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔ پس طریقہ دعا یہ ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔

حل لغات جَھْدِ الْبَلَاءِ وہ بلا ہے جس میں آدمی اس کی انتہائی شدت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے لگے۔ یعنی زندگی سے موت کو ترجیح دے۔

شَقَاءِ۔ شین پر زبر ہے سعادت کی ضد ہے جس کو بدبختی سے تعبیر کیا جاتا ہے (مرقاۃ جلد ۵ صہ ۲۲۲)

مزاح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس سے مستنبط مسائل

مزاح کی تعریف | انبساط مع الغیر من غیر ایذاء

ترجمہ :- مزاح نام ہے کسی کے ساتھ خوش طبعی کا بشرطیکہ ایذا نہو۔ اگر ایذاء ہو تو وہ مزاح نہیں بلکہ تمسخر اور مذاق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی فرما لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے چھوٹے اخیافی (ماں شریک) بھائی کبشہ رض نے بلبل پالا تھا جس کی موت سے وہ غمگین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دل خوش کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

اے ابو عمیر تمہارا بلبل کیا ہو گیا۔

(متفق علیہ)

حال راوی | حضرت انس رض اس حدیث کے راوی ہیں ان کی والدہ کا نام ام سلیم ہے۔ ان کے والد کا نام مالک بن نضر انصاری ہے یہ دس سال کی عمر میں تھے کہ ان کی والدہ صاحبہ نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرکے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا اخو یدک ادع اللہ لہٗ
یہ آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرما دیجئے۔ آپ نے دعا
فرمائی۔ اللّٰھم بارک فی مالہٖ وولدہٖ واطل عمرہٗ واغفر ذنبہٗ
اے اللہ اس کے مال اور اولاد میں برکت دے اس کی عمر کو دراز فرما
اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے ہمارے
پھل کے درختوں میں سال میں دو مرتبہ پھل آنے لگے اور اولاد میں
اس قدر برکت ہوئی کہ میں نے اپنی صلبی اولاد ۹۸ عدد دفن کی۔
لقد دفنت من صلبی مائۃ الا اثنین اور عمر میں اس
قدر برکت ہوئی لقد بقیت حتی سئمت الحیاۃ اتنا زندہ رہا کہ جیتے
جیتے زندگی سے تھک گیا۔ چنانچہ اسماء الرجال میں ہے کہ ۱۰۳ سال کی
عمر پائی۔ اور فرمایا کہ چوتھی دعا کی امید رکھتا ہوں یعنی مغفرت کی۔ یہ بصرہ
کے آخری صحابی ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہو گیا
عہد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تعلیم فقہ کے لئے بصرہ منتقل
ہو گئے تھے۔ انتقل الی البصرۃ لیفقہ الناس وھو اٰخر
من مات من الصحابۃ بالبصرۃ۔ ان کی کنیت ابو حمزہ رضؓ
تھی۔ خلق کثیر نے ان سے روایت کی۔ ولہٗ من العمر مائۃ
وثلث سنین۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۳) اسماء الرجال ص ۵۸۵)

متن عبارت حدیث عن انس ان کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لیخالطنا حتی یقول
لاخ لی صغیر یا ابا عمیر ما فعل النغیر وکان لہٗ
نغیر یلعب بہ فمات۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہم لوگوں کے ساتھ انتہائی حسنِ معاشرت سے ملے جلے رہتے حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی کا ایک بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا وہ مرگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دل جوئی کے لئے ارشاد فرمایا:۔

اے ابو عمیر! تمہارا بلبل کیا ہو گیا۔ (بخاری ومسلم)

اس مزاح نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے محدثین نے حسب ذیل مسائل کا استنباط فرمایا:۔

(۱) جوازُ تکنّی الصِّغار (چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز)

ابو عمیر کا اصل نام کبشہ تھا۔ اس کنیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب فرمانے سے چھوٹے بچوں کی کنیت کا جواز ثابت ہوا حالانکہ وہ عمیر کے ابا نہ تھے بچے تھے۔ لیکن صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ یہ تفاؤل ہے۔ کذب نہیں۔ لا یدخل ذالك فی باب الکذب لانہ قصد بہ التفاؤل وفیہ جواز تکنی الصغار۔

(۲) اباحۃ تصغیر الاسما

ناموں کی تصغیر کا جواز معلوم ہوا۔ عمیر اور نغیر دونوں میں تصغیر ہے۔

(۳) استحباب استمالۃ قلوب الصغار

چھوٹے بچوں کے قلوب کو بہلانا اور مانوس کرنا مستحب ہے۔ اس سے ان کی وحشت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی تربیت و اصلاح میں مدد ملتی ہے اور اس طبعی موانست سے وہ اکابر کے اخلاق کو جلد جذب کر لیتے ہیں احقر عرض کرتا ہے کہ اس میں مشائخ کے لئے بھی تعلیم ہے کہ وہ اپنے طالبین کے قلوب کو اس طرح مانوس کریں اور مدارس میں اساتذہ

کرام کے لئے بھی سبق ہے کہ بچوں کو پٹائی اور سختی سے متوحش نہ کریں گاہ گاہ خوش طبعی سے مانوس کریں۔ شان رحمت کو غالب رکھیں۔

پرندوں کو دل بہلانے کے لئے پالنا

وانہ لاباس ان یعطی الصبی الطیر لیلعب بہ من غیر ان یعذ بہ۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۷۲)

پس معلوم ہوا کہ پرندوں کا پالنا اور ان سے دل بہلانا درست ہے بشرطیکہ ان کے کھانے پینے کا خیال رکھا جاوے اور پنجرہ اتنا بڑا ہو کہ جس سے ان کی آزادی میں خلل نہ آوے اور وہ اپنے کو قیدی محسوس کر کے اذیت محسوس نہ کریں۔

جیسا کہ چڑیا گھر وغیرہ میں بہت بڑی جگہ کو چاروں طرف سے آہنی جال لگا کر اس میں پرندوں کو رکھا جاتا ہے۔

بحوالہ ارشاد الہائم فی حقوق البہائم۔ مصنفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رح ص ۳

(۵) مدینہ کے حرم میں شکار درست ہے بخلاف حرم مکہ کے

(۶) فیہ مراعاۃ السجع فی الکلام

کلام مباح میں سجع اور قوافی کی رعایت کا جواز معلوم ہوا۔ عمیر پر قافیہ نغیر کا استعمال ہوا۔ جبکہ عرب کی لغت میں ایک ایک لفظ کے متعدد مترادفات ہوتے ہیں جیسے شیر کو اسد۔ غضنفر، ضیغم، حفص، لیث۔ قسورہ بھی کہتے ہیں مگر سجع کی رعایت کی گئی ہے۔

(۷) فیہ اباحۃ الدعابۃ۔

اس حدیث سے مزاح اور

خوش طبعی کا جواز معلوم ہوا۔ بلکہ مستحب ہے اگر دل خوش کرنے کی نیت ہو۔ بل استحبابہ اذا کان تطییبًا۔

(۸) وفی ھذا تسلیۃ لہ علی فقدہ بموتہ

اس مزاح میں ابو عمیر کو بلبل کی موت سے جو غم تھا اس کی تسلی بھی ہے
(مرقاۃ ج ۹ ص ۱۷۲)

شرائط مزاح

علامہ محی الدین ابو زکریا نووی فرماتے ہیں کہ مزاح سنت مستحبہ ہے بشرطیکہ (۱) مزاح قلیل ہو (۲) مزاح سے مقصود مخاطب کا دل خوش کرنا ہو۔ (۳) ایذا رسانی کی حد سے محفوظ ہو۔
مزاح کثیر سے ممانعت کا حکم ہے۔ ایاکم و کثرۃ المزاح
(حدیث)

مزاح کثیر سے ممانعت کے اسباب

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مزاح کثیر سے ممانعت اس سبب سے ہے کہ کثرتِ مزاح کثرتِ ضحک کا سبب ہے۔ جو دل کو سخت کرتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرتا ہے۔ اور مہماتِ دین کی فکر سے غافل کرتا ہے۔ اور اکثر اوقات ایذاء رسانی کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور کینہ یعنی گرانی طبع کا سبب ہو جاتا ہے۔ اور انسان کا وقار زائل کر دیتا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح ان امور سے پاک
اور محفوظ تھا

سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے

چند روشن منارے

باب اول

کمالِ ایجازِ کلام اور علاجِ غضب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ جن کو مرقاۃ میں حضرت ملا علی قاریؒ نے ھو افضل الصحابۃ بعد خلفاء الراشدین فرمایا ہے۔ یہ فقہاء صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے ایک مملوک غلام کی پٹائی کر رہا تھا کہ ایک آواز پیچھے سے سُنی کہ اے عبداللہ بن مسعود رضؓ! جتنی طاقت تجھے اس غلام پر حاصل ہے اس سے زیادہ طاقت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو پایا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس غلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی (مشکوٰۃ رواہ مسلم)

فائدہ اس حدیث میں غصہ کا جو علاج ہے وہ جس طرح معنوی اعتبار سے نہایت مؤثر اور اکسیر ہے اسی طرح اس کے الفاظ میں بھی عجیب بلاغت ہے جس کو اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس مختصر عبارت میں جو چند ضمائر پر مشتمل ہے کیا حُسنِ تعبیر

اور صنعت ایجاز ہے ارشاد فرمایا:۔ اعلم ابا مسعود للہ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ۔ اس اختصار کی لذت جو الفاظ قلیلہ او معانی کثیرہ کا مصداق ہے کس قدر وجد آفریں ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

کمالِ عقلِ نبوت کی ایک تابندہ مثال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی (بدو) آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ پس تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹ کر اس کا پیشاب منقطع کرنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لا تزرموه" اس کا پیشاب مت منقطع کرو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ آزادی سے پیشاب کر لے پس سب نے اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کو بلا کر سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا نامناسب فعل ہے۔ مساجد ذکر اللہ اور نماز اور قرآت قرآن کے لئے ہوتی ہیں۔ اور آپ ؐ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ایک ڈول پانی لائے پھر آپ نے اس کے پیشاب پر اس کو بہا دیا۔

(مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

فائدہ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال عقل واضح ہوتا ہے کہ اگر اس کو اسی حالت میں جذباتی طور پر

شور کر کے بھگا دیا جاتا تو پوری مسجد میں پیشاب پھیل جاتا اور اسکی صفائی اور نظافت میں مشکل ہوتی۔ لیکن عموماً ایسے وقت جذبات عقل پر غالب آجاتے ہیں۔ لیکن ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عقلِ کامل سے ہم محوِ حیرت ہیں کہ آپ نے کس طرح جذبات پر غالب رہتے ہوئے اپنی حسنِ تدبیر سے پوری مسجد کو نجاست سے بچالیا۔ سوائے تھوڑے حصہ کے جو ایک ڈول پانی سے پاک ہو گیا!۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

فرق بادشاہت و رسالت

حاتم طائی جن کو سخاوت میں تاریخی شہرت حاصل ہے ان کے صاحبزادے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مذہبًا عیسائی تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عقیدتمندیوں اور جہاد کا ساز و سامان دیکھ کر ان کو یہ فیصلہ کرنا کچھ دشوار معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا پیغمبر ہیں۔ دفعتہً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آتی ہے اور کہتی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے! فرمایا دیکھو مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری بات سن سکتا ہوں یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ اس ظاہری جاہ جلال کے پردہ میں یہ عاجزی، خاکساری اور یہ تواضع دیکھ کر حضرت عدی رضؓ کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دل میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہے۔ فوراً اگلے سے صلیب اتار دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا حلقہ غلامی اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہو جاتے ہیں۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

(خطبات مدراس ص۸۸ علامہ ندویؒ)

کمالِ عبدیت اور فتح مکہ

دس ہزار صحابہ کرام رضؓ کی جاں نثار فوج کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں۔ تو عظمتِ حق اور رحمتِ حق اور نصرتِ حق کا استحضار اور اپنی بندگی کا احساس آپ پر اس قدر غالب ہوتا ہے کہ آپ غلبۂ شکر اور تواضع سے آگے کو جھک جاتے ہیں یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک اونٹنی کے کجاوہ کی لکڑی سے لگ جاتی ہے۔ (رواہ ابن اسحاق مرسلاً) اور آپؐ نے اپنی عبدیت کاملہ کے زاویہ قائمہ کو ایک اعشاریہ بھی متزلزل نہیں ہونے دیا۔ اسوقت خادم اور خادم زادہ حضرت اسامہ بن زیدؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے لیکن آپ تواضع سے سر جھکائے ہوئے تھے۔ (رواہ الحاکم لبند جید) از سیرت مصطفےؐ حصہ سوم ص۲۰ از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحؒ)

جیسا کہ ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ:۔

"ہم نے تاریخ میں کسی فاتح حکمران کو اس تواضع کی شان سے مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مکہ میں جس نے

کس بے رحمی سے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا اور جو لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے ان پر حکمرانی کے لیے فاتحانہ داخل ہوتے وقت انتہائی تواضع کے ساتھ داخل ہوئے،،۔

یہ ادا آپؐ کے کمال عبدیت کو واضح کرتی ہے۔ پھر اہل مکہ کے ساتھ آپ نے کیا سلوک کیا وہ بھی قابل ذکر ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے اہلِ قریش آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا کہ لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں۔ اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو۔ یہ ہے کارنامہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

۲۳ سالہ دورِ نبوّت کی جامع دُعا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بہت دعائیں مانگی ہیں اور ہم نے کچھ بھی تو یاد نہ رکھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ابوامامہ کی حسرت اور غم پر مائل بہ کرم ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اے ابوامامہ کیا ہم تمہیں ایسی دعا نہ بتادیں کہ جو ہماری تمام دعاؤں کو اپنے اندر شامل کرلے۔ اور فرمایا کہ تم یہ دعا کرلیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ
نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ
مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْكَ الْبَلَاغُ

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (جواہر البخاری ۲، ۵ رواہ الترمذی)

ترجمہ اے اللہ میں سوال کرتا ہوں آپ سے تمام ان بھلائیوں کا جن کے لئے سوال کیا آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پناہ مانگتا ہوں آپ سے ان تمام برائیوں سے جن سے پناہ مانگی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ ہی کی ذات مستعان ہے یعنی مدد مانگنے کے قابل ہے اور آپ ہی پہ فریادرسی ہے۔ اور نہیں طاقت ہے برائیوں سے بچنے کی اور نہ نیک کام کرنے کی طاقت ہے مگر آپ کی توفیق اور مدد سے۔

فائدہ یہ کلام نبوت کے اعجاز وایجاز کا بے مثال تعبیری نمونہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ۲۳ سال کی تمام دعائیں مختصر سے چند جملوں میں سمو دیں۔ جو چاہے مختصر وقت میں اس دعا کو مانگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی کی تمام دعاؤں کو حق تعالیٰ شانہٗ سے مانگ لے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

زبان رسالت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین پر یہ دعا پڑھ کر دم فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پر دم کیا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وھامۃ
ومن کل عین لامۃ

فائدہ یہ دعا گر اپنے بچوں پر دم کر دیں تو ہر قسم کے شیطانی اثرات اور نظر لگ جانے سے حفاظت رہے۔

سُنّتِ نبوی کی قیمت

ایک سنت کو زندہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کا ثواب سو شہید کے برابر ہے۔ من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد۔ (حدیث مشکوٰۃ)

اس حدیث کے پیش نظر بخاری شریف کی ایک روایت سے ایک اہم سنت کی طرف امت کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے جس پر عمل کرنے سے سو شہید کا ثواب ملیگا اور زبان ذاکر ہو گی ہم لوگ سفر میں بلندیوں پر چڑھتے اور اترتے ہیں مگر خاموشی کے ساتھ۔ لیکن اگر ہم تھوڑی سی فکر کر کے اوپر چڑھتے وقت اللہ اکبر اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ پڑھ لیا کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہو جاویگی اور مفت کا ثواب کثیر ہاتھ لگے گا۔

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وعن جابرؓ۔ كنا اذا صعدنا كبّرنا واذا نزلنا سبّحنا۔ حضرت جابر رضؓ جو شام کے آخری صحابی ہیں ان کے انتقال کے بعد شام صحابہؓ سے خالی ہو گیا۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے تھے اور نیچے پستی کی جانب اترتے ہوئے سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

فائدہ بلندی شان ہے اللہ تعالیٰ کی اس لئے بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کی تعلیم دی گئی۔ اور نیچا ہونا اللہ

تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے اس لئے نیچے اترتے ہوئے عیب سے پاکی کی تعلیم یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے کی تعلیم دی گئی۔

اگر امت مسلمہ اس سنت پر عمل کرے تو دن میں بار بار ذکر کی توفیق ہو جاوے گی۔

اسی طرح بُخاری شریف میں جوتا پہننے کی سنت بیان فرمائی گئی ہے کہ جوتا پہنتے وقت پہلے داہنے پیر میں پہنے اور اتارتے وقت پہلے بائیں پیر سے اتارے۔ اور یہی سنت کرتا پائجامہ پہننے کی بھی ہے ان سنتوں پر ہر مسلمان کو ہر وقت عمل کا موقعہ مل سکتا ہے اور بار بار سنتوں پر عمل کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے اور بندہ جلد محبوب ہو جاتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی قرآن میں محبوب بنا لینے کا وعدہ ہے۔

(فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ)

نوٹ :۔ احقر کا ایک کتابچہ انوار سنت ہے اس پر عمل کرنے سے سنت کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔

یارب صلّ وسلم دائمًا ابدًا
علی حبیبک خیر الخلق کلّہم

خصوصیات امت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

باب دوم

خصوصیت ۱ ــــــ جماعت کی نماز

علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ اور وہ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تھے، جماعت مشروع نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اندر رکوع کو فرض فرمایا۔ اور جماعت کی نماز کی نعمت بخشی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ واركعوا مع الراكعين اى صلوا مع المصلين وعبر بالركوع عن الصلوٰة احترازا عن صلوٰة اليهود فانها لا ركوع فيها وانما قيد ذالك بكونه مع الراكعين لان اليهود كانوا يصلون وحدانا فامروا بالصلوٰة جماعة۔ (روح المعانی ج۱ ص۲۴۷)

ترجمہ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔ اور رکوع سے تعبیر کیا نماز کو تاکہ یہودیوں کی نماز سے احتراز ہو جاوے۔ کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ اور مع الراکعین کی قید اس لئے لگائی کہ یہود تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے پس نماز باجماعت کا حکم دیا گیا۔

علامہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جماعت

کی نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ کسی امت کو یہ دولت نہیں دی گئی۔

والجماعۃ من خصائص الدین فانہا لم تکن مشروعۃ فی دین من الادیان ۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۴۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ الجماعۃ من سنن الھدیٰ لا یتخلف عنہا الا منافق ۔ نماز سنن ہدیٰ سے ہے تارکِ جماعت بدونِ عذر صرف منافق ہی ہو سکتا ہے ۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۴۵)

خصوصیت نمبر ۲ ——— الاسترجاع

دوسری نعمت جو اس امت کو خاص طور پر دی گئی ہے وہ مصائب پر انا للہ وانا الیہ راجعون کی ہے ۔ اس کو پڑھنے کا نام شریعت میں استرجاع ہے ۔

الاسترجاع من خواص ھذہ الامۃ ۔ روح المعانی ج ۲ ص ۲۳

مصائب پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے متعلق علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

اعطیت امتی شیئاً لم یُعطہ احد من الامم: ان تقول عند المصیبۃ انا للہ وانا الیہ راجعون.

اور ایک روایت میں ہے ۔ اعطیت ھذہ الامۃ عند المصیبۃ شیئاً لم تعطہ الانبیاء قبلھم انا للہ وانا الیہ راجعون ولو اعطیھا الانبیاء قبلھم لاعطیھا یعقوبؑ اذ یقول یا اسفا علی یوسفؑ . (روح المعانی ص ۲۳ ج ۲)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو ایک نعمت ایسی دی گئی ہے کہ کسی کو بھی اس سے پہلی امتوں کو نہیں دی گئی۔ وہ یہ کہ تم کہو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس امت کو مصیبت کے وقت ایک ایسی نعمت دی گئی ہے جو اس امت سے قبل کسی نبی کو بھی نہیں دی گئی وہ نعمت انا للہ وانا الیہ راجعون ہے۔ اور اگر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ نعمت دی جاتی تو حضرت یعقوب علیہم السلام کو یہ نعمت دی جاتی اور وہ یا اسفا علی یوسف نہ فرماتے یعنی یا اسفا علی یوسف کی جگہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے علامہ آلوسیؒ ایک اور روایت کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں کہ سنت استرجاع اس طرح سے مکمل ہوتی ہے جب ان کلمات کو بھی ادا کرے۔

حضرت ام سلمہ رض روایت کرتی ہیں کہ جو شخص مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منھا پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس نقصان کا نعم البدل عطا فرمائیں گے چنانچہ میں نے اپنے شوہر ابو سلمہ رض کے انتقال پر یہ دعا پڑھی تو حق تعالیٰ نے میرا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے مرفوعًا روایت ہے کہ

من استرجع عند المصیبة جبر اللہ تعالیٰ مصیبته
واحسن عقباہُ وجعل لهٗ خلفًا صالحًا یرضاہُ۔

(روح ص۲۴ ج ۲)

جو شخص کسی تکلیف اور مصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیگا حق تعالیٰ اُس کے اِس نقصان کی تلافی فرمائیں گے اور اس کے انجام کو بہتر فرمائیں گے اور اس کو نعم البدل ایسا عطا فرمائیں گے جس سے وہ راضی ہو جاوے گا۔

یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹا چبھنے پر، مچھر کے کاٹنے پر، جوتے کا تسمہ ٹوٹنے پر اور چراغ بجھنے پر بھی پڑھا ہے۔ جیساکہ حضرت آلوسیؒ نے روایت نقل فرمائی اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے حتی لدغ الشوکۃ ولسع البعوضۃ وانقطاع الشسع وانطفاء المصباح وقد استرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذالک وقال کل مایؤذی المومن فھو مصیبۃ لہٗ واجر ـــ ہر اذیت والی چیز مومن کے لئے مصیبت ہے۔ اور اس کے لئے اجر ہے۔

خصوصیت نمبر ۳ ربنا ولا تحمل علینا اصرًا کما حملتہ علی الذین من قبلنا کی تفسیر میں علامہ آلوسی رح فرماتے ہیں کہ اصرًا سے مراد تکالیف شاقہ ہیں۔ سالقہ امم پر جو تکالیف شاقہ تھیں انہیں سے پناہ مانگی گئی ہے من قبلنا سے

صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

سالقہ امتوں کی تکالیف شاقہ سے مراد وھو ماکلفہ بنو اسرائیل من قتل النفس فی التوبۃ او فی القصاص لانہ کان لا یجوز غیرہ فی شریعتھم وقطع موضع النجاسۃ من الثیاب ونحوھا۔ وقیل من البدن۔ وصرف ربع المال فی الزکاۃ۔ (روح المعانی ج ۳ صـ)

فائدہ اس امت کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ بنو اسرائیل پر جو تکالیف شاقہ کے احکام تھے وہ اس امت سے اٹھا لئے گئے اور وہ تکالیف شاقہ یہ ہیں۔

۱۔ قصاص اور توبہ کیلئے قتل نفس ضروری تھا۔

۲ــ نجاست کی جگہ لباس یا بدن کو کاٹنا پڑتا تھا۔

۳۔ زکوٰۃ چوتھائی فرض تھی۔

جبکہ اس امت سے قصاص معاف کیا جا سکتا ہے یا قتل کی جگہ دیت دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نجاست کو پانی سے دھو دیا جاتا ہے۔ کپڑا یا بدن کو قطع کرنا نہیں پڑتا۔ اور زکوٰۃ صرف ڈھائی فیصد ہے۔

مزید ۵ خصوصیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی امت کیلئے

مسئلہ تیمم میں علامہ شامی بن عابدینؒ شامی جلد ۱ ص۱۶۸ پر بخاری ومسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

(حدیث)، اعطیت خمسًا لم یعطہن احد من الانبیاء قبلی۔ نُصِرتُ بالرعب مسیرۃ شہر وجعلت لی الارض وفی روایۃ ولامتی مسجدًا وطہورًا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ۔ (رواہ الشیخان وغیرھما وقال السیوطی انہ متواتر)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو ۵ نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے کسی نبی کو نہیں نوازا گیا۔

(۱) ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب پہنچتا ہے، حق تعالیٰ نے میری نصرت اس رعب سے فرمائی ہے۔

(۲) میرے لئے اور بعض روایات میں ہے کہ میری امت کے لئے اللہ

تعالیٰ نے پوری زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔ اور پوری زمین کو تیمم کیلئے یعنی وضو کا نائب بنا دیا ہے،

سابقہ امتوں کے لیۓ خاص جگہ عبادت کی مقرر ہوتی تھی اور تیمم کسی امت کے لیۓ جائز نہ تھا یہ قانون صرف اس امت کے لیۓ خاص ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت اس امت کے لئے خاص ہے۔ تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اس امت کے لئے بنا دیا گیا ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے

روئے زمیں کو کوچہ جاناں کئے ہوئے۔

(۳) مال غنیمت کسی نبی کے لئے حلال نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیۓ اور آپکی امت کے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔

(۴) شفاعتِ کبریٰ کا حق آپ کو عطا فرمایا گیا اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

(۵) ہر نبی اپنی قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے اور مجھے تمام کائنات کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ الحدیث

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت

علمِ نحو سے

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحبؒ برکت فی العمر کے لئے یہ دعا پڑھتے تھے ۔ اللھم اجعل عمری مائۃ وعشرین سنۃ واجعلنی محبوبًا فی قلوب المؤمنین۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مائۃ وعشرین سنۃ کی ترکیب نحوی سے ایک عظیم الشان مسئلہ تصوف ہاتھ لگا۔ فن نحو کا قاعدہ ہے کہ عشرین کی تمیز مفرد منصوب اور مائۃ کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے مذکورہ عبارت میں سنۃ پر عشرین کا عمل ہوا ۔ اور مائۃ کا عمل نہ ہو سکا۔ جبکہ مائۃ ، عشرین سے پانچ گنا زیادہ طاقت میں ہے یہاں عشرین عامل قریب ہے اس نے اپنی صحبت کا اثر سنۃ پر ظاہر کیا ۔ اور مائۃ کو اثر نہ کرنے دیا۔

اسی طرح معاشرہ موجودہ خواہ کتنا ہی خراب ہو لیکن ہمارا عامل قریب صالح ہو تو اسی کا اثر ہم پر ظاہر ہوگا۔ اور گمراہ کن عوامل بعیدہ کے شرور اور فتن سے ہم محفوظ رہیں گے۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے اوپر کسی صالح قریب کا سایہ رکھے اس کی برکت سے مضر بعید سایوں سے محفوظ رہیگا اگرچہ وہ کتنے ہی قوی ہوں۔

تاثیرِ صحبت کی دوسری عجیب وغریب مثال

ایک شخص کے پاس مثلاً دس ہزار روپیہ ہیں اور اس پہ زکوٰۃ ایک سال گذرنے پر واجب ہوگی۔ جب گیارہ مہینے گذر گئے تو دس ہزار اس کے پاس اور آگئے۔ ایک مہینہ کے بعد اس شخص پہ زکوٰۃ پورے بیس ہزار پہ واجب ہوگی۔ اور جس رقم پہ ابھی صرف ایک مہینہ گذرا ہے ضابطہ سے اس کو وجوب زکوٰۃ کے لئے گیارہ مہینہ اور گذرنا چاہئے تھا لیکن چونکہ یہ اس رقم کی صحبت یافتہ ہوئی جس پہ گیارہ مہینہ کا مجاہدہ گذر چکا ہے اس کی صحبت کی برکت سے ایک ہی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بعد والی رقم کو پہلی رقم کے مقام میں اس کو تسلیم فرمالیا ایک ہی مہینہ میں یہ دوسری رقم بھی رقم سابق کی صحبت کی برکت سے بارگاہ حق میں وجوب زکوٰۃ کے لئے قبول ہوگئی اور حولانِ حول کی شرط اس پہ باقی نہ رہی

اسی طرح جن مشائخ نے بڑے بڑے مجاہدات اٹھا کر بارگاہِ حق میں مقام قرب حاصل کیا ہے ان کی صحبت میں انسان رہ کر بہت جلد مقرب بارگاہِ الٰہی ہوسکتا ہے۔

اسمِ ذاتِ حق اور ہماری آہ کا تعلق

اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کو جب ہم طویل سانس کھینچ کر لیں تو اس

اسم ذات میں ہماری آہ بھی شامل محسوس ہوگی۔ اس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا حقیقی خالق و مالک صرف اللہ ہے جس نے اپنے بندوں کی آہ کو اپنے نام پاک میں شامل کر رکھا ہے۔ جبکہ دوسرے باطل خداؤں کے نام میں ہماری آہ شامل نہیں ہے۔ جیسے نمرود، شداد، فرعون، پس جو ہماری آہ کا خریدار نہیں وہ ہمارا خدا بھی نہیں

احقر کا ایک شعر ہے۔

بر درِ رحمت چو دربانے نبود
آہ را در وصل حرمانے نبود

ترجمہ:۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دروازے پر کوئی دربان نہیں رکھا لہذا ہر مظلوم کی آہ براہ راست اور جلد عرش الٰہی تک پہنچ جاتی ہے۔

احقر کا ایک دوسرا شعر ہے۔

میرا پیام کہدیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کی فطرت تخلیقیہ میں یہ کیفیت رکھی ہے کہ جب غم پہنچتا ہے تو بے ساختہ آہ نکل جاتی ہے۔ اور اسم اللہ کو لمبی سانس کے ساتھ لے کر بندہ اپنی آہ کو آغوشِ رحمتِ اسمِ ذات میں محسوس کر کے کیسی تسلی پاتا ہے۔ کیسے کریم مالک ہیں کہ اپنے غلاموں کی آہ کو اپنے نام پاک سے گلے لگا رکھا ہے۔ یہ خود دلیل اعظم ہے کہ ہمارا اصلی مالک اللہ ہے۔ جس نے ہماری آہ کو ایسی پذیرائی اور شرف قرب عطا فرمایا ہوا ہے۔

احقر نے یہ مضمون نہ کہیں سنا تھا نہ کہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے بزرگوں کی برکت سے یہ مضمون عطا فرمایا۔ جس کو جہاں بھی عرض کیا اہل ذوق اور اہل علم کے ہر طبقہ نے وجد اور عجب کیف محسوس کیا

والحمد للہ تعالیٰ علی ذالک۔

شانِ محبوبیت باری تعالیٰ کی عجیب دلیل

(الف) رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب قیدخانہ مجھے زیادہ محبوب ہے ان اعمال سے جن کی طرف زنانِ مصر مجھے دعوت دے رہی ہیں۔ یعنی قیدخانہ کی تکلیف آپ کی رضا اور قرب کی وجہ سے مجھے عزیز ہے۔

اس آیت سے حق تعالیٰ کی عظیم الشان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ جس کا حسنِ تعبیر یہ ہے کہ جن کی راہ کے قیدخانے محبوب ہی نہیں بلکہ محبوب تر ہوتے ہیں۔ تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔

(ب) وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ:۔ اس آیت سے بھی حق تعالیٰ کی شان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔

ترجمہ:۔ اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ان کے نام کی لذت نہایت مرغوب چیز ہے۔

(ج) کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔

اس آیت سے اللہ کی عظیم الشان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا کہ ہرگز نہیں قیامت کے دن کفار اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ موقع سزا میں اپنے دیدار سے محجوب کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے دنیا میں کسی سلطان وقت نے اپنی مملکت میں کسی مجرم کو یہ سزا نہیں دی کیونکہ یہ حاکم محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ اس آیت

سے رویت باری تعالیٰ کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔

تقدم فجور کا تقویٰ پر کیوں ہے؟

(د) فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ۔ ضابطہ سے اچھی چیز کو مقدم کیا جاتا ہے لہذا تقویٰ کو مقدم ہونا چاہیئے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فجور کو کیوں مقدم فرمایا۔؟

جواب یہ ہے کہ فجور تقویٰ کا موقوف علیہ ہے ہر نہی مقتضی ہے منہی عنہ کے ثبوت کو اور تقوی کا حاصل نھی النفس عن الھوٰی ہے اگر مادۂ فجور نہ ہوتا تو تقویٰ کا وجود بھی نہ ہوتا جیسے کوئی شخص کہے کہ میرا قلم

مت دیکھو اور اس کے پاس قلم ہی نہ ہو تو اس کا کلام لغو ہو جائیگا اسی طرح تقاضائے شہوت اور مادۂ فجور ضروری تھا جس پر عمل نہ کر کے انسان متقی بنتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رح نے تحریر فرمایا ہے کہ مادر زاد عنین ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

صلوٰۃ عیدین کیلئے راستوں کو بدلنے کے اسرار

عن جابرؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم عید خالف الطریق ۔ (رواہ البخاری) مشکوٰۃ ص ۱۲۶

خالف الطریق ای رجع فی غیر طریق الخروج (مرقاۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ کو جس راستے سے

تشریف لیجاتے تو واپسی پر دوسرے راستے سے تشریف لاتے ۔

مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۲۹۰ پر حضرت ملا علی قاریؒ نے حسب ذیل اسرار اس سنت نبوی کے ارقام فرمائے ہیں ۔

۱۔ دونوں راستوں کے بسنے والوں کو صلحاء کی ملاقات اور دیدار کے برکات ملیں گے ۔

۲ دونوں راستوں کے لوگوں کو مسائل معلوم کرنے کے لئے موقع ملیگا

۳ ذکر اللہ کی اشاعت ہو گی ۔

۴ کفار کے کید سے تحفظ اور احتراز ہو گا ۔ یعنی دوسرے راستے پر اجتماع کفار اور ان کی سازش کا خاتمہ ہو گا ۔

۵ ۔ دو راستوں میں جو داہنی طرف ہو گا اس کو اختیار کرنے سے الایمن فالایمن کی سنت ادا ہو گی

۶ ۔ طویل راستے کے انتخاب سے ثواب اقدام میں اضافہ ہو گا اور واپسی پر مختصر راستہ کے انتخاب سے جلد گھر پر واپسی کی سنت ادا ہو گی!

۷ ۔ دونوں راستوں کے فقراء پر صدقہ کرنا آسان ہو گا ۔ لیتصدق علی فقراء الطریقین ۔

۸ ۔ خیر پر گواہوں کیلئے دو راستے ۔ تعدد الشواھد علی الخیر کا سبب ہو گا

۹ ۔ دونوں راستوں کے قبرستانوں کی زیارت اور ایصال ثواب کا موقع ملیگا

۱۰ ۔ منافقین کو دو راستوں سے مسلمانوں کی شاندار نقل و حرکت باعث غیظ علی الغیظ ہو گی ۔

۱۱ ۔ التفاؤل بتغیر الحال ۔

۱۲ ۔ دو راستوں سے ازدحام کی کثرت کی کلفت سے نجات ہو گی

۱۳ ۔ دو راستوں سے طبیعت میں نشاط اور سرور کا اضافہ ہو گا ۔

خوفِ استدراج، استدراج نہیں ہوتا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں! سنستدرجھم من حیث لا یعلمون
ہم ان کو اس طرح ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا
آیت مذکورہ دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ جس کو استدراج میں
مبتلا فرماتے ہیں اس کو استدراج کا خوف اور اندیشہ ہی نہیں ہوتا
اب یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ بعض اکابر کو اپنے ساتھ رجوع خلق کا
ہجوم دیکھ کر خوف استدراج کا ہوا ہے۔ لہٰذا ان کا یہ خوف ہی دلیل
ہے کہ ان کو استدراج نہیں ہے۔ جو مستدرج ہوتا ہے وہ استدراج
سے بے خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ کافر کو اپنے کفر کے بارے میں صدمہ
یا خوف نہیں ہوتا ہے۔ پس مومن کو وسوسہ کفر پر صدمہ ہونا دلیل ہے
کہ یہ مومن کامل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ذاک صریح الایمان فرمایا گیا ہے

من رأنی فقد رأنی سے صحابی نہیں بن سکتا

مولانا عزیز گل نے حضرت شیخ الہندؒ سے معلوم کیا کہ حدیث میں ہے
من رأنی فقد رآنی۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں
دیکھنے والا صحابی بن سکتا ہے۔ فرمایا ہاں مگر خوابی صحابی بنے گا۔

مطالعہ کتب کی تعریف

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ مطالعہ کی حقیقت تمییز
المعلوم عن المجہول ہے۔

علمی استعداد کے لئے مجرب تدبیر

۱- اہتمام مطالعہ ۲- درس کو غور سے سننا ۳- تکرار- یہ تین کام طالب علم کو قابل بناتے ہیں۔

مجاہدات کا غم دل کو قربِ حق عطا کرتا ہے

احقر کا شعر۔ گرا کے بجلی میرا نشیمن جلا کے اپنا بنالیا ہے۔
غموں کے پھولوں سے میرے دل کو برائے مسکن سجالیا ہے

حسنِ فانی پر عشق کا جنازہ

میں نے جن کو سجن بنایا تھا
جن کو میں نے بھجن سنایا تھا
میر ان کے سفید بالوں نے
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

مفت دینی خدمت کرنا علامت اہل حق ہونے کی نہیں ہے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں - اتبعوا من لا یسئلکم اجراً وھم مھتدون - اتباع کرو ان لوگوں کی جو تم کو ہدایت کر کے اس پر اجرت نہیں مانگتے۔ تو آج کل امریکہ والے عیسائی مذہب پھیلانے کے لئے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ بلکہ رضائیاں کمبل دودھ کے ڈبے بھی غریبوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ تو کیا ان کی اتباع اس آیت سے

لازم آتی ہے ؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ آیت مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے آگے ارشاد ہے ... وھم مھتدون، دراں حالیکہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہوں - حال، ذوالحال کے لئے بمنزلہ قید ہوتا ہے -

عُلمائے دین کی جاگیرداری کا الزام غلط ہے

کیا اناڑی اور جہلاء کو یہ حق حاصل ہے کہ ایم - بی - بی ایس ڈگری والے ڈاکٹروں کو ڈاکٹری کی جاگیرداری کا الزام لگائیں - اسی طرح پروفیسروں، وکیلوں اور انجینئروں کو بھی قیاس کرلیں - پس علمِ دین کے ماہروں کو بھی یہ الزام باطل ہے -

استقامت اور حُسنِ خاتمہ کے لئے نو مُدَلَّل نُسخے

---

(۱) ہر فرض نماز کے بعد الحاح سے یہ دُعا پڑھنا :-

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط (پ۳ آل عمران)

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو حق کی طرف ہدایت کر چکے ہیں - اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرما دیجئے - (اور وہ رحمت یہ ہے کہ راہِ مستقیم پہ ہم قائم رہیں) ــــ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسنِ خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لئے سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے

اور جب شاہ خود درخواست کا مضمون عطا فرماتے تو اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس دعا کی برکت سے استقامت اور حسنِ خاتمہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور عطا ہو گا۔

تفسیر روح المعانی میں سے اس آیت کے متعلق کچھ اہم نکتے تحریر کئے جا رہے ہیں جس کے پیش نظر اس دعا کا لطف کچھ اور ہی محسوس ہو گا

یہاں رحمت سے مراد استقامت علی الدین ہے، قال آلوسی السید محمود البغدادی فی الروح المراد بھذہ الرحمۃ التوفیق للاستقامۃ علی طریق الحق۔

اور وَهَبْ کے بعد لَنَا اور مِنْ لَّدُنْكَ دو متعلقات نازل فرما کر اصل مطلوب خاص یعنی نعمت استقامت اَلْمُعَبَّرُ بِالرَّحْمَةِ کا کچھ فاصلہ کر دیا تشویقاً للعباد تاکہ بندوں کے شوق میں اضافہ ہو۔

جیسے باپ چھوٹے بچے کو لڈو دکھا کر ہاتھ کچھ اوپر کر لیتا ہے تو بچہ شوق سے کودنے لگتا ہے۔ یہ قدر نعمت کا لطیف عنوان ہے۔ (کذا فی الروح)

لفظ ہبہ سے کیوں تعبیر فرمایا۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ بات یہ ہے کہ حسن خاتمہ اور استقامت علی الدین دونوں نعمتیں مترادف ہیں اور لازم و ملزوم ہیں۔ پس یہ دو عظیم الشان نعمتیں جن کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت عطا ہو جاوے یہ ہماری محدود زندگی کے ریاضات کا صلہ ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کو اس اہم حقیقت سے مطلع فرما دیا کہ خبردار اپنے کسی عمل کے معاوضہ کا تصور بھی نہ کرنا۔

یہ استقامت جس کو حسن خاتمہ لازم ہے یہ وہ عظیم اور غیر محدود دولت ہے جو دخول جنت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے کیونکہ مثلاً ۶۰ برس کے نماز روزوں سے ۶۰ برس کی جنت ملنے کا قانون اور ضابطہ سے جواز ہو سکتا تھا لیکن ہمیشہ کے لئے غیر فانی حیات کے ساتھ جنت کا عطا ہونا اور محدود عمل پر غیر محدود اجر و انعام صرف حق رابطہ اور عطائے حق ہے۔ پس لفظ ہبہ سے درخواست کرو کیونکہ ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ہبہ میں واہب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے دیدے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اسی نکتہ کو بیان فرماتے ہیں۔

وفی اختیار صیغۃ الھبۃ ایماءٌ ان ھذہ الرحمۃ ای ذالک التوفیق للاستقامۃ علی الحق تفضلٌ محضٌ بدون شائبۃِ وجوبٍ علیہ تعالیٰ شانہٗ۔ (روح المعانی)

ترجمہ: اور صیغہ ہبہ سے تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا کہ اس رحمت سے مراد وہ توفیق حق ہے جس کی برکت سے بندہ دین حق پر قائم رہتا ہے اور جو کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ان کا کرم ہے جس کو عطا فرمائیں۔ انک انت الوھاب یہ معرض تعلیل میں ہے کہ تم کو ہم سے ہبہ مانگنے کا کیا حق ہے اور کیوں حق ہے۔ کیونکہ ہم بہت بڑے داتا اور بخشش کرنے والے ہیں۔ قال العلامہ الوسیؒ انک انت الوھاب بہ معنیٰ لانک انت الوھاب ہے (تفسیر روح المعانی پ ۳ ص ۹۱)

حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر ۲

اس دعا کا معمول بنالیں جو حدیث پاک میں ہے۔ استقامت اور

حسنِ خاتمہ کے لئے کثرت سے پڑھیں۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ
اَسْتَغِیْثُ (مشکوٰۃ صـ۲۱۶)

ترجمہ:۔ اے زندہ حقیقی کہ جس کی برکت سے تمام کائنات کی حیات قائم ہے۔ اور ہر ذرہ کائنات کا بقاء جس کے فیض پر منحصر ہے آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

یَا حَیُّ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے انسان نفس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ ازلاً ابداً وحیاۃ کل شئی بہٖ موبداً۔ حی کے معنی ہیں جو ازل سے ابد تک حی ہو اور ہر شے کی حیات اس سے قائم ہو۔ حی اور قیوم میں اسم اعظم کا اثر ہے۔

یَا قَیُّوْمُ ای قائم بذاتہ ویقوم غیرہ بقدرتہٖ۔ قیوم وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور تمام کائنات کو اپنی قدرت غالبہ کاملہ سے قائم رکھنے والا ہو۔

اَسْتَغِیْثُ ای اطلب الاغاثۃ واسئل الاعانۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جـ۵ صـ۲۲۱)۔ طلب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے فریاد رسی کو اور اس کی اعانت کو۔

یاحی یاقیوم برحمتک استغیث۔ کا ورد استقامت اور حسنِ خاتمہ کے لئے اور ہر بلا اور غم سے نجات کے لئے اکسیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم اور صدمہ اور کرب و اضطراب لاحق ہوتا تھا تو آپ اس ورد کو کثرت سے پڑھتے تھے۔

پوری عبارت متن حدیث عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کربہٗ امر

يقول يا حي يا قيوم برحمتك استغيث - (مشکوٰۃ ص۲۱۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایک لمحہ بھی انسان نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا - ارشاد باری تعالیٰ ہے :- ان النفس لامارۃ بالسوٓء الا ما رحم ربی - (پ ۱۳ سورۃ یوسف)

ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن نفس تو ہر ایک کو بری بات تبلاتا ہے بجز اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے جیساکہ انبیاء کے نفوس مطمئنہ ہوتے ہیں - جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے - خلاصہ یہ کہ میری عصمت میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ رحمت و عنایت الٰہیہ کا اثر ہے -

اَمَّارَۃٌ - کثیرۃ الامر (للمبالغۃ) یہاں الف لام علی السوٓء للجنس ہے - پس قیامت تک کے معاصی کے تمام انواع موجودہ اور مستقبلہ اس لفظ میں شامل ہیں کیونکہ جنس انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے - پس وہ نئے نئے ایجادات و آلات معاصی بھی اس سوء میں شامل ہو گئے جو قیامت تک ایجاد کیے جائیں گے -

روح المعانی میں ہے کہ ما رحم میں ما مصدریہ ظرفیہ زمانیہ ہے - جس کی تفسیر یہ ہے کہ الا فی وقت رحمۃ ربی وعصمتہ یعنی نفس ہر وقت برائی کی طرف راہ دکھاتا ہے مگر جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کے سائے میں رہتا ہے نفس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا - مولانا رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے -

ع گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

ترجمہ :- اگر ہزاروں گناہ کے جال ہر قدم پر ہوں - مگر اے خدا آپ کی

عنایت کے ہوتے ہوتے کوئی غم نہیں۔

ترجمہ جو ماضی تھا ما مصدریہ نے اسے مصدر بنادیا۔ پس علامہ آلوسی رح کی تفسیر روح المعانی کے مذکورہ مضامین سے معلوم ہوا کہ کسی کا نفس اگر ایک نفس بھی عصمتِ حق اور رحمتِ حق سے محروم ہوجاوے تو جس سوء میں بھی مبتلا ہوجاوے سب کا خوف ہے۔

(روح المعانی پ ۱۳ ص ۲)

حُسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۳ | مسواک کرنا ہے!

علامہ شامی بن عابدین رح ج ۱ ص ۸۴ پر رقمطراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: صلوٰۃ بسواک افضل من سبعین صلوٰۃ بدون سواک۔ ترجمہ: مسواک والے وضو سے جو نماز ادا کی جائیگی اس کا ثواب ستر گنا ان نمازوں سے زیادہ ہوگا جو بغیر مسواک والے وضو سے پڑھی جاویں گی۔

سنت مسواک کی برکت سے موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آجاویگا ومن منافعہ تذکیر الشہادۃ عند الموت۔ رزقنا اللہ تعالیٰ بمنّہٖ وکرمہٖ۔ (شامی ص ۸۵ ج ۱)

ترجمہ اور مسواک کی سنت کے منافع سے موت کے وقت کلمہ شہادت کا یاد آنا ہے ــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرماویں اپنے احسان وکرم سے۔ آمین۔

مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ

بحوالہ شامی جلد ۱ ص ۸۵ بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رض یہ ہے کہ

چھنگلیا (چھوٹی انگلی) کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے اوپری حصہ کے نیچے رکھے۔ اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۴ | ایمان موجودہ پر شکر ہے

یعنی ہر روز موجودہ ایمان پر شکر ادا کرنا۔ اور وعدہ ہے کہ:۔ لئن شکرتم لازیدنکم (پ ۱۳ ابراھیم)

ترجمہ:۔ اگر تم لوگ شکر ادا کروگے تو ہم اپنی نعمتوں میں ضرور ضرور اضافہ کردیں گے

پس ایمان پر شکر ایمان کی بقاء بلکہ ترقی کا ذریعہ ہے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۵ | بدنظری سے حفاظت

بدنظری سے حفاظت پر حلاوتِ ایمان عطا ہونے کا وعدہ ہے۔ اور حلاوتِ ایمان جب دل کو ایک مرتبہ عطا ہوجاوے گی تو پھر کبھی واپس نہ لی جاویگی پس حسنِ خاتمہ کی بشارت اس عمل پر بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

ان النظر سہم من سہام ابلیس مسموم من ترکہا مخافتی ابدلتہٗ ایماناً یجد حلاوتہ فی قلبہٖ۔ (طبرانی عن ابن مسعودؓ کنز العمال ج ۵ ص ۳۲۸) یہ حدیث قدسی ہے جس کی تعریف ملا علی قاریؒ نے اس طرح فرمائی ہے۔

تعریف حدیث قدسی | ھو الحدیث الذی یبینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظہٖ وینسبہ الیٰ ربہٖ

حدیث قدسی وہ ہے کہ جس کو نبی اپنے الفاظ سے بیان کرے اور نسبت

اس کی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف کرے۔ مرقاۃ ج ۱ ص۵

ترجمہ حدیث تحقیق نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بجھایا ہوا ایک تیر ہے۔ جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو (نامحرم لڑکی سے یا حسین لڑکے سے) محفوظ رکھا۔ اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ا۔ وقد ورد ان حلاوۃ الایمان

اذا دخلت قلبًا لا تخرج منہ ابدًا۔ مرقاۃ جلد ۱ ص۴۲)

اور یہ حلاوت ایمان کبھی واپس نہ ہو گی۔ پس اس عمل پر بھی ایمان پر خاتمہ کی بشارت ثابت ہو گئی۔ یہ دولت حسن خاتمہ آجکل سڑکوں پر تقسیم ہو رہی ہے۔ نظر کی حفاظت کیجئے اور یہ دولت حاصل کر لیجئے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۶ اذان کے بعد کی دُعا ہے

جس کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں۔ اذان کے کلمات کا جواب دیدیجئے پھر جب اذان ختم ہو آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھئے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ (بخاری)

اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔

اس دعا پر وعدہ ہے کہ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو اس دعا کو پڑھیگا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاوے گی۔ اور جب اس دعا پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو گی تو ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔ ففیه اشارة الی بشارة حسن الخاتمة۔ اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کافر کو نہیں مل سکتی۔

مرقاۃ ج ۲ صہ ۱۶۳ باب الا ذان

حُسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر (۷)

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے محبت کرنا صرف اللہ کیلئے

بخاری شریف کی دو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمل مذکور سے حسنِ خاتمہ کا فیصلہ مقدر ہو جاتا ہے۔

روایت نمبر (۱) اہل ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں حدیث وارد ہے کہ ایک شخص مجلس ذکر میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی حاجت سے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان فرمایا۔ تو ایک فرشتہ نے کہا کہ یا اللہ مگر فلاں شخص تو کسی ضرورت سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اور وہ خطاکار بھی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا وله قد غفرت میں نے اس کو بھی بخش دیا۔

حضرت ابن حجر عسقلانیؒ شرح بخاری فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ:۔ ان جلیسھم یندرج معھم فی جمیع ما یتفضل اللہ تعالیٰ به علیھم۔ اکراماً لھم۔

ترجمہ:۔ تحقیق اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہو جاتا ہے تمام ان نعمتوں میں جو ان پر اللہ تعالیٰ فضل فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہے جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی اعلیٰ نعمتیں ان کی خاطر دے دی جاتی ہیں (فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۱۳)

دوسری روایت

بخاری و مسلم میں ہے کہ تین خصائل جسمیں ہوں گے وہ ان کی برکت سے ایمان کی حلاوت پائے گا۔

(۱) جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں۔

(۲) جو کسی بندہ سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے

(۳) اور جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانے کو۔

ایمان پر خاتمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرنا ایک عظیم ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ والوں ہی کے ساتھ اعلیٰ اور کامل درجہ کی ہوتی ہے پس اس کا کامل نسخہ کسی اللہ والے سے محبت کرنا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد ۱ ص ۷۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جب ایک مرتبہ عطا ہو جاتی ہے تو کبھی واپس نہیں لی جاتی (یہ شاہی عطیہ ہے، شاہ کریم عطیہ دے کر کبھی واپس نہیں لیا کرتا ہے) پس اللہ والوں کی محبت سے حلاوت ایمانی کا عطا ہونا اور اس پر حسن خاتمہ کا عطا ہونا نہایت واضح ہو گیا۔

اللہ والی محبت کی پانچ شرطیں

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ محبت خالص اللہ والی حب ہوتی ہے کہ :- لا یحبه لغرض ولا عوض ولا عرض ولا یشوب محبته حظ دنیوی ولا امر لبشری۔

(۱) یہ محبت غرض سے نہ ہو ۲۔ معاوضہ مطلوب نہ ہو (۳) سامان دنیوی مطلوب نہ ہو۔ ۴) دنیوی لطف مطلوب نہ ہو۔ ۵) بشری تقاضہ سے پاک ہو

(مرقاۃ ج ۱ ص ۷۵)

حلاوتِ ایمانی کی ۵ علامات

(۱) استلذاذ الطاعات عبادات میں لذت ملتی ہے

(۲) ایثارها علی جمیع الشهوات تمام خواہشات پر طاعات کو ترجیح دیتا ہے

(۳) تحمل المشاق فی مرضات اللہ۔ اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

(۴) تجرع المرارات فی المصیبات ہر مصیبت میں صبر و رضا کا گھونٹ پی لیتا ہے۔

(۵) الرضاء بالقضاء فی جمیع الحالات۔ ہر حال میں اپنے مولیٰ کی قضاء پر راضی رہتا ہے۔ اعتراض اور شکایت نہیں کرتا نہ زبان سے نہ قلب میں۔ (مرقاۃ جلد ۱ ص ۴۷)

وعظ محاسن اسلام میں ہے، کہ ہندو آریوں نے جب سارے مسلمانوں کو ہندو مذہب میں لانے کی تحریک چلائی۔ تو وہ لوگ جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے تھے ان کو سخت مایوس کرتے تھے۔

چنانچہ کانپور میں ایک موقع پر کسی نے کہا کہ اتنے جوتے سر پر لگاؤں گا اگر تم نے اسلام کے خلاف کوئی بات کی۔ تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ ہم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔

اور دہلی کے آریہ مرکز کے دفتر میں رپورٹ آئی کہ ہمارا اثر ان لوگوں پر بالکل نہیں ہوا جو کسی اللہ والے سے تعلق رکھتے ہیں۔

؎ یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ترجمہ:۔ ایک زمانہ اولیاء اللہ کی صحبت، سو سال کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ان کی صحبت سے ایسا یقین اور ایمان

عطا ہوتا ہے کہ جو مرتے دم تک سلب نہیں ہوتا۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ صحبت اہل اللہ سے قلب میں ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ فسق و فجور ہو جاوے مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مردودیت تک نوبت نہیں پہنچتی۔ لیکن اس کے برعکس ہزار برس کی عبادت شیطان کو مردود ہونے سے نہ روک سکی، یہی معنی ہیں اس شعر کے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے وہ ہزار سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

(ملفوظات حسن العزیز ص ۱۵ مطبوعہ ملتان)

حُسنِ خاتمہ کا آٹھواں نسخہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّدَقَۃَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ
(ترمذی) مشکوٰۃ صـ ۱۶۸)

ترجمہ :۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحؒ نے لمعات میں تحریر فرمایا ہے کہ بُری موت کے دفع کرنے سے مراد سوءِ خاتمہ سے حفاظت ہے۔
(حاشیہ مشکوٰۃ)

ملا علی قاری رحؒ فرماتے ہیں تدفع میتۃ السوٓء۔ ای تمنع انزال المکروہ والبلاء فی الحال وتدفع سوء الخاتمۃ فی المآل۔ (مرقاۃ جلد ۴ صـ ۲۰۸)

ترجمہ :۔ صدقہ بری موت سے حفاظت کرتا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ موجودہ بلاء و ناگوار امور سے محفوظ رکھتا ہے اور انجام میں سوءِ خاتمہ کو دفع کرتا ہے یعنی حُسنِ خاتمہ کا ذریعہ ہے۔

حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر (۹)

اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنا ہے اور محبت کے اعمال اختیار کرنا ہے۔ اور ان دونوں کا ذریعہ اہل محبت اللہ والوں سے محبت کرنا ہے۔ حدیث نبوی میں ارشاد ہے :۔

اللّٰھم انی اسئلک حبّک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی حبّک (جواھر البخاری صـ ۵۷۳)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا اور ان اعمال کا

جو آپ کی محبت کا ذریعہ بنیں۔

محبت حق اور محبت اعمال برائے محبت حق کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کی درخواست کی گئی ہے جو دونوں کا ذریعہ ہے یعنی اللہ والوں کی محبت سبب ہوگا ان کی صحبت اور مجالست کا اور یہ سبب ہوگا محبت حق اور اعمال صالحہ کا۔

اہل محبت سوء خاتمہ سے محفوظ ہوں گے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! جو تم میں سے مرتد ہوگا دین اسلام سے تو اللہ تعالیٰ جلد ایسی قوم پیدا فرمائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اپنی محبت کی تقدیم میں اشارہ فرما دیا گیا کہ تمہاری محبت اصل نہیں ہماری محبت کا عکس اور ظل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارتداد کے مجرمین کے مقابلہ میں اہل محبت کو بیان فرمانا واضح دلیل ہے کہ یہ ارتداد سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اہل محبت کی تین علامات بیان فرمائیں۔

(۱) اذلۃٍ علی المؤمنین الخ ایمان والوں سے اپنے کو مٹا کر نہایت تواضع سے ملتے ہیں۔ اور کفار پر سخت ہوتے ہیں۔

(۲) یجاھدون[۲] فی سبیل اللہِ ولا یخافون[۳] فی اللہ لومۃ لائم۔ اللہ کی راہ میں ہر مجاہدہ کو برداشت کرتے ہیں۔ اور ملامت[۳] کرنے والوں کی ملامت سے اندیشہ نہیں کرتے۔

ذالک الفضل من اللہ۔ الخ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فنائیت اور عبدیت کی تعلیم دی ہے کہ محبت کی مذکورہ نعمتیں جن کو عطا ہوں وہ اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ

ہمارا فضل سمجھیں - حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے بیان القرآن کے مسائل السلوک میں فرمایا ہے کہ۔ فان بعض المغترین من الصوفیاء والسالکین ینسبون کمالاتہم الی مجاھداتہم وھذا عین الکفران ترجمہ بعض صوفیاء دھوکہ میں مبتلا ہوکر اپنے کمالات کو بجائے فضل حق سمجھنے کے اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے اور اس کے حقوق بھی غیر محدود ہیں۔ پس ہمارا کوئی مجاہدہ خواہ کتنا ہی عظیم الشان ہو وہ محدود اور ناقص ہوگا اور واجب الاستغفار ہوگا۔ اور ناقص پر ثمرات کا عطا ہونا عقلاً بھی محض فضل ہے۔

علم عجیب حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں پس حق تعالیٰ جس کے قلب کی بستی میں اپنا نور خاص داخل کرتے ہیں تو اس کے قلب کے تکبر اور عجب کے چودھریوں کو فنا کر دیتے ہیں پس تعلق مع اللہ کے لئے فنائیت لازم ہے - ان الملوک الخ

اصلاح نفس اور حصول نسبت مع اللہ کی تدابیر

برائے سالکین کرام

۱۔ اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام اور حقوق مصلح یعنی اطلاع۔ اتباع اعتماد و انقیاد کا التزام۔ کم از کم ہر مہینہ اطلاع کرنا اور ان کے ارشادات پر عمل کرنا۔

اپنے رہائشی مقام پر بھی صالحین کی مجالست اختیار کرنا۔ مضر اور بری صحبت سے دوری اختیار کرنا بالخصوص محلِّ شہوت نوجوانوں اور نامحرم عورتوں سے دور رہنے کا سخت اہتمام کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا۔ یعنی حدود الٰہیہ کے قریب بھی مت جاؤ۔ پس جو لوگ حسین نوجوانوں سے اور نامحرم عورتوں سے لا تقربوا رہتے ہیں وہی لا تفعلوا رہتے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لا تقربوا کا لا ہٹا کر تقربوا ہوتے ہیں تو ان کا تقویٰ بھی لا ہو جاتا ہے اور وہ تفعلوا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ جملہ معاصی سے بچنے کا اہتمام خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ اگر کوئی شخص دل کی طاقت کے لئے خمیرہ مروارید کھاتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ سنکھیا بھی کھاتا رہے تو اس شخص کا جو حال ہوگا وہی اس سالک کا بھی ہوگا جو ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا زہر بھی کھاتا رہتا ہے

قصد السبیل، تبلیغ دین، بہشتی زیور کا حصہ نمبر ۷، روح کی
۳۔ بیماریاں اور ان کا علاج، مواعظ و ملفوظات حضرت حکیم
الامت مولانا تھانوی رح کا مطالعہ (چند صفحات کا ہر روز مطالعہ)۔۔

ذکر اللہ کا اہتمام۔ ۵ تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی اس طرح
۴۔ سے پڑھیں۔

(الف) مربعہ (آلتی پالتی) بیٹھیں قبلہ رو باوضو خلوت میں۔
(ب) جب لا الٰہ کہیں تو ذرا سا داہنی طرف جھک جائیں اور تصور کریں کہ میری لا الٰہ ساتوں آسمانوں کو عبور کرتی ہوئی عرش اعظم تک پہنچ گئی اور الا اللہ کہتے وقت بائیں طرف کو جھک جائیں اور تصور کریں کہ میرے قلب میں عرش اعظم سے میری لا الٰہ انوار الا اللہ کو لے کر قلب میں داخل ہو رہی ہے۔ اور آٹھ دس مرتبہ کے بعد محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک) کلمہ کو پورا کریں۔

پانچ تسبیح ذکر اسم ذات اس تصور سے کریں کہ میرے قلب میں
۵۔ بھی زبان ہے اور قلب سے اور ہر بن مو سے اور ہر ذرہ کائنات سے دشت و دمن اور صحرا و چمن سے چاند و سورج سے ستاروں سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ بحالت ذکر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ؎

دل مرا ہو جائے اک میدان ہو	تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو
اور مرے تن میں بجائے آب و گل	دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر	تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

نوٹ:۔ ذکر کرتے وقت یہ نیت ہونی چاہئے کہ اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے۔

کہ لے اللہ اپنے نام کی برکت سے میرے دل میں اپنی محبت پیدا فرما دے

۶ :- تین تسبیح درود شریف صلی اللہ علی النبی الامی و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

۷ :- تلاوت قرآن پاک بقدر تحمل۔

نوٹ :- اگر کسی کا دماغ کمزور ہو اور مذکورہ ذکر کا تحمل نہ ہو سکے تو جتنا تحمل ہو سکے اتنا کرے۔ اور اپنے مصلح کو اطلاع کرے کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے اور اتنا نہیں ہو سکتا۔

۸ :- ذکر میں ترقی باعتبار کیفیت کے اور تعلق مع اللہ میں قوت اور ترقی کے لئے حسب ذیل مراقبات بھی ضروری ہیں، ذکر اور فکر دونوں سلوک میں ترقی کے لئے ضروری ہیں۔

مراقبہ نمبر (۱) اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۔ کیا بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ۳ منٹ۔

مراقبہ نمبر (۲) اَللّٰہُ حَاضِرِیْ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ اَللّٰہُ مَعِیْ (۳ منٹ)

مراقبہ نمبر (۳) مراقبہ موت و مابعد الموت۔ اس طرح سے کہ میں مر گیا ہوں۔ مجھے نہلایا جا رہا ہے۔ پھر مجھے کفنایا جا رہا ہے۔ پھر میرا جنازہ قبرستان لے جایا جا رہا ہے پھر مجھے قبر میں لٹایا جا رہا ہے اور تختے لگائے جا رہے ہیں پھر مٹی ڈالی جا رہی ہے اس کے بعد سب لوگ واپس آگئے اور میں تنہا رہ گیا ہوں اور حساب شروع ہو گیا۔ اور میدان محشر قائم ہے اور جہنم سامنے ہے اور سوالات ہو رہے ہیں کہ تم نے فلاں فلاں نافرمانی کیوں کی۔ پھر اعلان ہو رہا ہے کہ لے فرشتو! اسے پکڑ و اور زنجیروں میں کس دو، اور جہنم میں ڈال دو۔ یہاں تک پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے رونا شروع کر دے۔ استغفار و توبہ کرے۔

مراقبہ نمبر ۱۳، مراقبہ انعامات الٰہیہ۔ بندے کی معروضات اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرے کہ یا اللہ مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر ایمان کی دولت بدون سوال و درخواست عطا فرما دی۔ آپ کا بے شمار شکر ہے۔ اور آپ نے زمین آسمان، سورج چاند ستارے، پہاڑ، دریا۔ حیوانات، نباتات، جمادات ہماری تربیت کے لئے خلق فرمائے۔

ابر و باد و مہہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اور آپ نے صالحین کی وضع قطع نصیب فرمائی۔ عقائد صحیحہ سے اور اہل حق سے اور اہل اللہ کے دامنوں سے وابستہ فرمایا۔ سلیم الاعضاء خلق فرمایا لنگڑا۔ لولا۔ اندھا۔ کانا معذور نہیں بنایا۔ آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ گناہوں کی ستاری اور پردہ پوشی فرمائی۔ ہر مصیبت اور ہر معصیت سے حفاظت فرمائی۔ نیک بیوی اولاد، رزق حلال۔ رہائش کا مکان دوست احباب صالح نصیب فرمائے۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر علی نعمائک کلھا۔ ہر نعمت پر کہے۔ جہالت کے اندھیروں سے بچایا۔ علم دین کی دولت سے نوازا۔ اے اللہ قلیل شکر کے باوجود آپ نے اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرمایا۔ اور قلیل صبر کے باوجود آپ نے ہم کو رسوا نہ فرمایا۔ اور اے اللہ آپ نے اپنی نافرمانیوں میں ہم کو مشغول دیکھا اور رسوا نہ فرمایا۔

یا من قلَّ عند نعمتہٖ شکری فلم یحرمنی ویا من قل عند بلیتہ صبری فلم یخذلنی ویا من رانی علی الخطایا فلم

بفضلی ۔

اے اللہ آپ کے بے شمار انعامات کا ہر ذرہ کائنات کی لسان سے ہم شکر ادا کرتے ہیں اور شکر کا حق ادا نہ کرنے کی تقصیر پر ندامت کے ساتھ استغفار کرتے ہیں ۔

تفسیر وعصیٰ اٰدم ربہٗ ۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق نسبت عصیان جائز نہیں

بعض نادان لوگوں کو عصیٰ اٰدم ربہٗ سے شبہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عصیان صادر ہوا ۔ لیکن یہ جہل عظیم ہے ۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے عصیان سے آپ کے نسیان کو تعبیر فرمایا ہے بوجہ آپ کے علو شان اور علو مرتبت بقاعدہ حسنات الابرار سیئات المقربین ۔

علامہ آلوسی رح پ۱۶ ص ۲۷۵ پر ارقام فرماتے ہیں ۔ کہ یہ تعبیر یدل علی استعظام ذالك منه لعلو شانه علیه السلام

اور فرماتے ہیں کہ نسبت عصیان کی اپنے آباد اجداد کے ساتھ جائز نہیں ہے پھر کیسے جائز ہوگی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ۔

نیز اکل شجرہ کا واقعہ قبل عطاء نبوت کا ہے جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے ثم اجتبٰه ربه پھر ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنالیا

نیز یہ عصیان درحقیقت نسیان تھا ۔ جیسا کہ علامہ آلوسی رح روح المعانی پ۱۶ ص ۲۷۰ پر ارقام فرماتے ہیں ۔ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ۔

فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا۔ ای علی الذنب فانہ علیہ السلام اخطأ ولم یتعمد۔

ترجمہ و تفسیر پس حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے ان کے اندر کسی قسم کا ارادہ اور عمد گناہ کا نہ پایا۔ (نکرہ تحت النفی فائدہ عموم کا دیتا ہے) یہ محض سہو اور چوک تھا۔ لیکن بڑوں کی چوک اور سہو کو بھی عظیم سمجھا جاتا ہے اس لئے آپ کی شان عظمت کے اظہار کے لئے نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمایا گیا۔ (چونکہ علم الٰہی میں تھا کہ بعض نادان اس آیت سے مقام نبوت کو اپنے قلم سے مجروح کرکے ضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا (گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے) کے مصداق ہوں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دوسری آیت سے اس عصیان کی تفسیر نسیان سے فرمادی)

تفسیر مَعِیْشَۃً ضَنْکًا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کو تلخ زندگی دنیا ہی میں دی جاتی ہے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ غفلت عن الحق سے قلب کا سکون چھن جاتا ہے اور قناعت، زہد، توکل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ پس یہ شخص شدید الحرص علی الدنیا ہو جاتا ہے اور متھالک لازدیادھا خائف من انتقاصھا یعنی ہر وقت دنیا کی زیادتی کے لئے ہلاک ہوتا رہتا ہے اور دنیا کی کمی سے خوفزدہ رہتا ہے۔ یہی تلخ زندگی ہے (روح المعانی پ۱۶ ص۲۷۷)۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحؒ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ اگر شہوت کے گناہ میں مبتلا ہے تو اس کو ہر وقت خوف رہتا ہے کہ کسی کو کہیں اطلاع نہ ہو جاوے۔ پس یہ بھی تلخ زندگی ہے اور معیشۃً ضنکًا ہے۔

نگاہِ اقربا، بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا
جس طرف کو رُخ کیا تو نے گلستاں ہو گیا
اور پھیرا جس طرف سے رُخ بیاباں ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ کی تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے اوپر اپنی جانب سے محبت عظیمہ ڈالدی ہے پس جو آپ کو دیکھے گا محبت کریگا۔

پ ۱۶ روح المعانی صـ۱۸۹ پر ارقام ہے۔

ای محبة عظیمة کائنة منی قد زرعتها فی القلوب فکل من رآک احبّک بحیث لایصبر عنک۔ محبت عظیمہ اپنی جانب سے دلوں میں بو دی ہے پس جو آپ کو دیکھے گا آپ سے محبت کرے گا اور آپ سے صبر نہ کر سکے گا۔

آگے ارقام فرماتے ہیں۔ کان فی عینیه ملاحة مارأه احد الا احبه۔ آپ کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے خاص ملاحت پیدا فرما دی تھی جس سے جو بھی آپ کو دیکھتا تھا پیار کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ یہاں سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ حُسن کا مدار آنکھوں کی ملاحت پر ہے۔ اگر تمام جسم حسین ہو اور آنکھیں خراب ہوں تو حُسن

بے بنیاد ہو جاتا ہے۔

آگے ارقام فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب دریائے نیل میں تابوت کے اندر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ڈال دیا تو یہ تابوت فرعون کے محل کے پاس ساحل کے قریب گذرا اور فرعون اپنی اہلیہ کے ساتھ ساحل پر تفریح کر رہا تھا۔ اس تابوت کے دیکھتے ہی اس نے اعلان کیا کہ جو اس کو اٹھا لائے گا اس کو آزاد کر دونگا اس وقت اس کے پاس چار سو غلام اور جاریہ تھیں ایک غلام دوڑ کر اس کو اٹھا لایا۔ کھول کر دیکھا تو ایک بچہ ہے جو اصبح الناس اور اجمل الناس ہے اس خوشی میں اس نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ کے مقبولین کی کیا شان ہے کہ جس طرف سے گذرتے ہیں رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے)

پھر حضرت آسیہ رضہ نے کہا کہ قرۃ عین لی ولک لاتقتلوہ۔ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو مت قتل کرو۔ فقال لھا یکون لک واما انا فلا حاجۃ لی فیہ۔ فرعون نے کہا کہ یہ بچہ تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور بہر حال میں پس مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ امام نسائی اور ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

لواقر فرعون بان یکون قرۃ عین لہٗ کما قالت امراتہٗ لھداہ اللہ تعالیٰ بہٖ کما ھدیٰ بہٖ امرأتہٗ ولکن اللہ تعالیٰ حرمہ ذالک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر فرعون بھی اقرار کرتا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جس طرح اس کی بیوی نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت فرما دیتا جیسا کہ ہدایت کی اس قول کی برکت سے اس کی عورت کو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس نعمت سے محروم رکھا۔ (روح المعانی پ ۱۶ ص ۱۸۹) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مقبولین

بندوں کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنانا چاہیے اور زبان سے کہنا بھی چاہیئے کہ اس کی برکت سے ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور اس کے عکس سے وبال کا خطرہ ہوتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ شانہٗ)

حضرت امام احمد بن حنبل رحؒ

ملا علی قاری رحؒ فرماتے ہیں کہ صحیح نسخہ میں امام احمد بن محمد بن حنبل ہے بمقام بغداد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی کل عمر ۷۷ سال کی پائی۔ ان کی کتاب مسند احمد احادیث صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ فقہ حنبلی کے امام ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کی مجالست آخرت کی مجلس ہوتی تھی۔ دنیا کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔

ان کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو نمازوں کے بعد اکثر یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔ کنت اسمع ابی کثیرًا یقول فی دبر صلوٰته۔ اللھم کما صنت وجھی عن السجود لغیرك فصن وجھی عن المسئلة لغیرك، اے اللہ جس طرح سے آپ نے ہمارے چہرہ کو دوسروں کو سجدہ کرنے سے محفوظ فرمایا ہے اسی طرح آپ ہمارے چہرے کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ فرمائیے۔

میمون بن الاصبغ فرماتے ہیں:۔

قال میمون بن الاصبغ کنت ببغداد فسمعت ضجةً فقلت ما ھذا فقالوا احمد بن حنبل یمتحن فدخلت

فلما ضرب سوطًا قال بسم الله فلما ضرب الثانی قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ - فلما ضرب الثالث قال القرآن کلام اللہ غیر مخلوق فلما ضرب الرابع قال لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا فضرب تسعۃ وعشرین سوطًا وکانت تکۃ احمد حاشیۃ ثوب فانقطعت فنزل السروال الی عانتہ فرمی احمد طرفۃ الی السماء فحرک شفتیہ فما کان باسرع من ارتقاء السروال ولم ینزل فدخلت علیہ بعد سبعۃ ایامٍ فقلت یا عبداللہ رأیتک تحرک شفتیک فای شئٍ قلت قال قلتُ - اللھم انی اسئلک باسمک الذی ملاءت بہ العرش ان کنت تعلم انی علی الصواب فلا تھتک لی سترًا -

میمون بن اصبغ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا ۔ اچانک شور کی آواز سنی - دریافت کیا کہ یہ کیسا شور وغل ہے - لوگوں نے بتایا کہ آج امام احمد کا امتحان ہو رہا ہے ۔

ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحان
آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں
حق پرستی کی سزا جورِ عیاں
ہے یقیناً سنّتِ پیغمبراں

حضرت میمون بن الاصبغ فرماتے ہیں پس میں بھی وہاں داخل ہوا جب پہلا کوڑا مارا گیا تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا بسم اللہ جب دوسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا لَاحَولَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ، جب تیسرا

کوڑا مارا گیا تو فرمایا قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں ہے

مجھ کو جی بھر کے سنالیں شوق سے
میں نہ کھولوں گا خلافِ حق زباں

فَلَمَّا ضُرِبَ الرَّابِعَ قَالَ لَنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۔ جب چوتھا کوڑا مارا گیا تو فرمایا لَنْ یُّصِیْبَنَا الخ یعنی ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے نفع کے لیے لکھدی ہے ۔ ؎

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں
سب میں شامل ان کا ہے لطفِ نہاں
ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ میں تھا اس قابل کہاں
ہے مدد پر جب مکینِ لامکاں
پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں

اس طرح سے کل ۲۹ کوڑے مارے گئے ۔

امام احمد بن حنبلؒ کی کرامت

جس وقت کوڑے لگ رہے تھے آپ کے پاجامہ کا ازاربند کپڑے کا تھا جو ٹوٹ گیا فَنَزَلَ السَّرَاوِیْلُ اِلٰی عَانَتِهٖ پس پاجامہ آپ کے پیڑو تک اتر گیا اور آپ ڈر گئے کہ نیچے گر جائے گا پس آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا ۔ پس پاجامہ بہت تیزی سے اٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود بندھ گیا اور گرنے نہیں پایا ۔

میمون بن اصبغ کہتے ہیں کہ میں سات دن کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے اس نام کے صدقہ سے جس سے عرش اعظم کو آپ نے بھر دیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ مَلَئْتَ بِہِ الْعَرْشَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الصَّوَابِ فَلَا تَھْتِکْ لِیْ سِتْرًا۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیجئے۔ پس فورًا دعا قبول ہوگئی۔

احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ کو خواب میں دیکھا میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟ قَالَ غَفَرَ لِیْ۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور فرمایا یَا اَحْمَدُ ضُرِبْتَ فِیَّ اے احمد کیا میرے راستہ میں تجھے کوڑے مارے گئے تھے۔؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے رب۔ فرمایا یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لئے مباح کر دیا۔

حضرت امام شافعیؒ نے جب یہ خبر سُنی کہ آپ کے کوڑے مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجئے جو کوڑے مارنے کے وقت آپ کے جسم پر تھی پس امام احمد نے وہ قمیص بھجوادی فَغَسَلَہُ الشَّافِعِیُّ وَشَرِبَ مَائَہٗ۔ پس امام شافعیؒ نے اس قمیص کو دھو کر اس کا پانی پی لیا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وَھٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِہٖ یہ ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے کیونکہ امام شافعی امام احمد کے استاد تھے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گذر رہا تھا اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہو گئے

اَسْلَمَ یَوْمَ وَفَاتِہٖ عِشْرُوْنَ اَلْفًا ؕ

؎ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہ ہے اللہ والوں کے جنازہ کی شان کہ جسے دیکھ کر اتنے کفار مسلمان ہو گئے بدون وعظ کے۔

؎ اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ :۔

گرچہ تفسیرِ زباں روشنگر است

لیک عشقِ بے زباں روشن تر است

یعنی زبان سے تفسیر اگرچہ روشنگر ہے۔ لیکن عشق بے زبان ہی جو تفسیر کرتا ہے وہ روشن تر ہے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں

(عرفان محبت)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ:۔
دو سو تیس ۲۳۰ سال کے بعد جب آپ کی قبر کے قریب کسی معزز شہری کو اُن کے پہلو میں دفن کیا جا رہا تھا تو ان کی قبر اچانک کھل گئی فَوُجِدَ كَفَنُهٗ صَحِيْحًا لَمْ يَبْلَ وَجُثَّتُهٗ لَمْ تَتَغَيَّرْ۔ پس آپ کا کفن بالکل صحیح وسالم پایا گیا اور آپ کے جسمِ مبارک میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا گویا کہ ابھی ابھی دفن کیا گیا ہے (مرقاۃ جلد ۱ صـ۲۲)

کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں
جس کے قبضہ میں نہیں سود و زیاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں
گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں

(عرفانِ محبت)

امام صاحبؒ کے دوسرے بیٹے صالح بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب نے پانچ حج کئے تھے جن میں سے تین پیدل کئے تھے۔
امام ابوداؤد سجستانیؒ فرماتے ہیں۔ كَانَتْ مَجَالِسُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مَجَالِسَ الْاٰخِرَةِ لَا يُذْكَرُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا
امام احمد بن حنبلؒ کی مجلسیں خالص آخرت کی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں دنیا کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔
اصغر گونڈوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہاں تو اک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
انہیں سے پوچھئے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

فضیلت علم اور علماء
قرآن و حدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پ ۲۸ مجادلہ)

ایمان والوں میں سے جن کو علم دین عطا ہوا ہے، ان کے اخروی درجات کو اللہ تعالیٰ بلند کر دے گا۔ (از بیان القرآن)

اس آیت سے قبل يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ،، اللہ تعالیٰ اس حکم کی اطاعت سے تم میں ایمان والوں کے درجات کو بلند کر دے گا۔

حضرت حکیم الامتؒ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ایک بار آپ صفہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس میں مجمع زیادہ تھا۔ کچھ اہل بدر آئے تو ان کو کہیں جگہ نہ ملی اور نہ اہل مجلس مل مل کر بیٹھ گئے کہ جگہ کھل جاتی۔ آپ نے جب یہ دیکھا تو بعضے آدمیوں کو مجلس سے اٹھنے کے لئے فرما دیا۔ منافقین نے طعن کیا کہ یہ کونسی انصاف کی بات ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائی کے لئے جگہ کھول دے۔ سو لوگوں نے جگہ کھول دی اس پر آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا الخ نازل ہوئی۔ رواہ ابن کثیر عن ابن ابی حاتم۔

مجموعہ اجزاء روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول آپ نے جگہ کھولنے کے لئے فرمایا ہوگا۔ سو بعضوں نے تو جگہ کھول دی جو کافی نہ ہوئی ہوگی

اور بعض نے جگہ نہیں کھولی آپ نے تادیباً یعنی ادب سکھانے کے لیے یا اس قاعدے کے مطابق کہ علم حاصل کرتے ہیں طلبا باری باری سے آتے ہیں جیسا کہ عربی مدارس میں ہوتا ہے ان کو اٹھ جانے کے لئے فرمایا جو کہ منافقین کو ناگوار ہوا۔ حَتّٰی عُرِفَتْ کَرَاهَةٌ فِیْ وُجُوْهِهِمْ۔ (کذا فی الروح)

حضرت حکیم الامت تحریر فرماتے ہیں کہ اس امر کے امتثال کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) غیر اہل ایمان جو کسی مصلحت دنیویہ سے مان لیں جیسے منافقین وہ تو بقید مِنْكُمْ کے اس وعدہ سے خارج ہیں۔

(۲) دوسرے اہل ایمان غیر اہل علم۔ ان کے لئے نفس رفع درجات ہے

(۳) تیسرے اہل ایمان اہل علم۔ چونکہ بوجہ معرفت وعلم کے ان کے امتثال کا منشاء زیادہ خشیت اور زیادہ خلوص ہے جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے ان کے لئے مزید رفع درجات ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ میں ذکر اہل ایمان کے بعد اہل علم کا خصوصیت سے الگ تذکرہ کیا گیا حالانکہ یہ اہل ایمان میں شامل تھے اس اسلوب بیان کا نام التخصیص بعد التعمیم ہے ـــــ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اس آیت سے اہل علم کی تعظیم ثابت ہوتی ہے اور عام مؤمنین سے اہل علم ایمان والوں کو بذریعہ عطف الگ بیان کرنا کانهم جنس آخر گویا کہ یہ لوگ دوسری جنس ہیں۔ اس سے علماء کا عظیم الشان مقام واضح ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔ ما خص اللہ تعالیٰ العلماء فی شیء من القران ما خصهم فی هذه الاية۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کی جو خصوصیت بیان فرمائی ہے ایسی خصوصیت پورے قرآن میں نہیں۔ بیان فرمائی۔

چند احادیثِ مبارکہ علماء کی فضیلت میں

از تفسیر ــــــــــــــ روح المعانی

حدیث (۱) عن ابی الدرداء مرفوعاً ـ فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علیٰ سائر الکواکب ، (ترمذی وابوداؤد)

ترجمہ : عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت چودہویں کی رات میں تمام ستاروں پر ہوتی ہے .

حدیث (۲) عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ و بین النبیین درجۃ . (دارمی)

ترجمہ ـ طالب علمی کی حالت میں جس کو موت آجائے اور اس طالب علم کا مقصد اسلام کو زندہ کرنا ہو تو اس عالم اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ ہے ـ یعنی انبیاء کے مقام اور اس کے مقام میں ایک درجہ کا فصل ہے ـ

حدیث (۳) وقال صلی اللہ علیہ وسلم بین العالم والعابد مائۃ درجۃ بین کل درجتین حضر الجواد المضمر سبعین سنۃ ـ (حوالہ بالا)

ترجمہ :ـ عالم اور عابد کے درمیان سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے

درمیان میں اتنا طویل فاصلہ ہے کہ جس فاصلہ کو تیز رو تضمیر کیا ہوا گھوڑا ستر سال میں طے کر سکتا ہے۔

حدیث (۴) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔ (بحوالہ مذکورہ)

ترجمہ :۔ قیامت کے دن تین قسم کے حضرات شفاعت کریں گے ۱۔ انبیاء ۲۔ علماء ۳۔ شہداء

حدیث (۵) وعن ابن عباس رض : خُیّرَ سلیمان علیہ السلام بین العلم والملک والمال فاختار العلم فاعطاہ اللہ تعالیٰ الملک والمال تبعاً لہٗ

(بحوالہ مذکورہ)

ترجمہ ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا علم اور ملک اور مال کے درمیان ۔ پس آپ نے علم کو اختیار فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص کی برکت سے آپ کو علم بھی عطا فرمایا اور علم کی بدولت ملک اور مال بھی عطا فرمایا۔

حدیث (۶) عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع اللہ العلماء یوم القیامۃ فیقول انی لم اجعل حکمتی فی قلوبکم الا و انا ارید بکم الخیر اذھبوا الی الجنۃ فقد غفرت لکم علی ما کان منکم۔ (مسند ابی حنیفہ رح)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو جمع فرمائیں گے اور فرمائیں گے کہ میں نے تمہارے قلوب میں علم وحکمت نہیں رکھی تھی مگر اس لئے کہ میں تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا تھا ۔ پس جاؤ اور جنت میں داخل

ہو جاؤ۔ اور میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا جو تم سے صادر ہوئے تھے۔

بعض مفسرین نے آیت مذکورہ کے متعلق یہ تفسیر بھی کی ہے۔

یرفع اللہ الذین اوتوا العلم من المؤمنین علی الذین لم یؤتوا العلم درجٰت۔

ترجمہ: اہل علم ایمان والوں کو غیر اہل علم ایمان والوں پر درجات کثیرہ کی فضیلت ہے۔ (روح المعانی پ ۲۸ ص ۲۹)

نوٹ۔ علم سے مراد علم شرعی ہے۔ (کذا فی الروح)

علامہ شامی ابن عابدین رح لکھتے ہیں۔ کہ جس شخص کی موت طالب علمی کے زمانہ میں ہو اس کو شہادت کی موت نصیب ہو گی۔

ومن مات وھو طلب العلم (ای العلم الشرعی)

طلب علم کی حالت میں موت شہادت ہے اگرچہ پورا انہماک نہ ہو۔ کہ ایک دن میں صرف ایک ہی درس لیتا ہو تو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے۔ ان کان لہٗ اشتغال بہ تالیفاً او تدریساً او حضوراً انما یظھر ولو کل یوم درساً ولیس المراد الانھماک (شامی ج ۱ ص ۶۷۳)

ترجمہ: علم کے ساتھ اشتغال کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ تالیف کا سلسلہ ہو یا تدریس کا یا صرف کسی درس میں شامل ہوتا ہو اگرچہ ایک دن میں ایک ہی درس ہو یعنی انہماک مراد نہیں۔

علامہ ابن کثیر دمشقی رح علماء کی فضیلت میں ابن ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر رض سے نافع بن عبد الحارث کی عسفان میں ملاقات ہوئی اور حضرت عمر رض نے ان کو مکہ کا گورنر بنایا تھا۔ پس فرمایا کہ اے نافع تم نے مکہ میں اپنی جگہ کس کو نائب بنایا ہے۔؟ نافع نے

جواب دیا کہ میں نے اپنے غلاموں میں سے ایک غلام ابن البزی کو نائب بنایا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم نے ایک غلام کو اپنا خلیفہ بنایا۔؟ جواب دیا کہ وہ کتاب اللہ کے قاری ہیں اور فرائض کے عالم ہیں اور علم قضاء سے بھی واقف ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خوب غور سے سنو! کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ یرفع بھٰذا الکتاب قوماً ویضع بہ اٰخرین۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب کے ذریعہ سے قوموں کو بلندی دیتا ہے بوجہ ان کی اطاعت کے اور علم کتاب کے۔ اور اسی کتاب کے ذریعہ دوسری قوموں کو ذلیل کرتا ہے بسبب ان کی ناقدری کے۔ ابن کثیر ج ۴ ص ۳۲۶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ:۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہئے کہ علم والے اور جہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں۔؟ (بیان القرآن)

(نوٹ) عالم سے مراد باعمل عالم ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اللہ کا ہر نافرمان جاہل ہے۔ جو علم سبب عمل نہ ہو وہ شریعت میں علم نہیں

من عصی اللہ فھو جاھل لان العلم اذ لم یکن مورثاً للعمل فلیس علماً فی الشریعۃ۔ مرقاۃ ص ۳۳۳/۴۲

؎ علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است!

جو علم حق تعالیٰ تک نہ پہنچا دے وہ جہالت ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

علم آں باشد کہ بکشاید رہے + راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

ترجمہ:۔ علم وہ ہے جو عمل کا راستہ کھولدے اور راہ وہ ہے جو حق تعالیٰ تک پہنچادے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:۔

کل من عصی اللّٰہ فھو جاھل اجمع علیہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ ہر وہ شخص جو اللہ کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے۔

(مرقاۃ ج ۹ صـ ۱۳۲)

علامہ آلوسی رح تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ اور ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔ فیعملون بمقتضیٰ علمھم اور وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کی تفسیر بمقتضیٰ جھلھم وضلالھم سے فرمائی ہے۔ یعنی اہل علم وہ ہیں جو اپنے علم کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں اور جاہل وہ ہیں جو جہل کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں۔

(روح المعانی ج ۲۳ ص ۲۴۶)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کونوا ربانیین کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے۔ ای کونوا حکماء۔ علماء۔ فقہاء یعنی ربانی وہ شخص ہے جو صاحب حکمت، صاحب علم، صاحب فقہ ہو۔ اور کہا جاتا ہے الربانی ھو الذی یربی الناس بصغار العلم قبل کبارہٖ۔ (بخاری جلد ۱ صـ ۱۶) ربانی وہ شخص ہے جو لوگوں کی تربیت کرتا ہو آسان مسائل سے قبل مشکل مسائل کے۔

علماء سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ۔

ترجمہ:۔ خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔ (بیان القرآن)

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ المراد بالعلماء العالمون باللہ عزوجل وبما یلیق بہ من صفاتہ الجلیلۃ وافعالہ الجمیدۃ وسائر شئونہ الجمیلۃ لا العارفون بالنحو والصرف مثلاً ھ فمدار الخشیۃ ذالک العلم لا ھذہ المعرفۃ فکل من کان اعلم باللہ تعالیٰ کان اخشیٰ (روح المعانی ۲۲پ صہ۱۹۱)

ترجمہ علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کی عظمتوں سے باخبر ہیں نہ یہ کہ صرف صرف ونحو کے جاننے والے وغیرہ۔

پس خشیت کا مدار اللہ تعالیٰ کی معرفت کے علم پر ہے جو جتنا ہی عارف باللہ ہوتا ہے اتنا ہی اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انا اعلمکم باللہ واخشاکم بہ۔ یعنی اے لوگو! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان اللہ عزیز غفور۔ ھذہ الایۃ تعلیل لوجوب الخشیۃ۔ یہ آیت وجوب خشیت کی علت بیان کرتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ زبردست طاقت والے ہیں تو ان کو انتقام پر بھی کمال قدرت حاصل ہے اور کامل القدرت سے ڈرنا عین مقتضائے عقل ہے۔ اور مغفرت ورحمت کا تعلق نہیں قائم ہوتا ہے مگر اس ذات سے جو سزا پر قادر ہو۔ پس عزیز اور غفور کا ربط واضح ہو گیا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور خشیت کے آثار ہر وقت ان کے چہرے پر نمایاں رہتے تھے۔ (روح المعانی صہ۱۹۲ ج ۲۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رح لکھتے ہیں والذین اوتوا العلم درجٰت کی تفسیر میں۔ یرفع اللہ المومن العالم علی المؤمن غیر العالم ورفعة الدرجات تدل علی الفضل۔ یعنی اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو فضیلت عطا فرماتے ہیں مومن غیر عالم پر۔ درجات کی رفعت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر۔ والمراد بالعلم العلم الشرعی۔ اور یہاں علم سے مراد علم شرعی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر رض کا واقعہ بیان فرمایا جب ان کے زمانہ میں ایک غلام کو مکہ شریف کا گورنر بنایا گیا کیونکہ وہ کتاب اللہ کا عالم اور قاری تھا۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۱)

علامہ آلوسی رح قل رب زدنی علماً کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور علم کی زیادتی کی دعا کی مطلوبیت ثابت ہو جاتی ہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کی زیادتی کی دعا کے علاوہ کسی چیز کی زیادتی کی دعا کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور اس کے ثبوت میں یہ روایت لکھی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انفعنی بما علمتنی وعلمنی بما ینفعنی وزدنی علماً والحمد للہ علیٰ کل حالٍ۔ ترمذی ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ اے اللہ مجھے نفع عطا فرمائیے ان علوم سے جو آپ نے مجھے سکھائے اور سکھا دیجئے ایسے علوم جو نافع ہوں مجھ کو اور میرے علم کو زیادتی نصیب فرمائیے۔ اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے ہر حال میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ:۔

اللّٰھم زدنی ایماناً وفقھاً و یقیناً و علماً۔

اے اللہ میرے ایمان اور فقہ میں اور یقین و علم میں زیادتی عطا فرما۔

اور حضرت علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔ و ما ھذا الا لزیادۃ فضل العلم۔ یعنی یہ سب علم کی فضیلت کی زیادتی پر دلالت ہے۔

(روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۶۹)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فضیلت علم کے سلسلہ میں ایک حدیث، حضرت ابوذر رضہ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابوذر! (یہ ایک صحابی کا نام ہے) اگر تم کہیں جاکر ایک آیت قرآن کی سیکھ لو یہ تمہارے لئے سو رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تم کہیں جاکر ایک مضمون علم (دین) کا سیکھ لو خواہ اس پر عمل ہو یا عمل نہ ہو یہ تمہارے لئے ہزار رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ اس حدیث سے علم دین حاصل کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بعضے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ جب عمل نہ ہوسکا تو پوچھنے اور سیکھنے سے کیا فائدہ؟ یہ غلطی ہے۔ دیکھو اس میں صاف فرمادیا ہے کہ خواہ عمل ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اس کی تین وجہ ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو گمراہی سے تو بچ گیا یہ بھی بڑی دولت ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی تو عمل کی بھی توفیق ہوجائے گی

(۳) تیسری وجہ یہ کہ کسی اور کو بھی بتلادے گا یہ بھی ضرورت اور ثواب کی بات ہے۔ (حیوٰۃ المسلمین روح دوم ص ۷۹-۸۰)

فضیلتِ علم

از تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۹۸ تا ۲۰۰

امام فخر الدین رازی رح وعلّم آدم الاسماء کلها کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اپنی حکمت کے کمال کو صفت علم کے ذریعہ ظاہر فرمایا اگر علم سے اشرف کوئی شئے ہوتی لکان من الواجب اظہار فضلہ بذالک الشئ۔ تو ضروری ہوتا اظہار کرنا اس شئے کے ذریعہ اپنے فضل کا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت کو اپنے فضل کے اظہار کے لئے منتخب فرما کر علم کے اشرف و افضل ہونے کو واضح فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں علما کے پانچ مناقب بیان فرماتے ہیں۔

فان اللہ تعالیٰ وصف العلماء فی کتابہ بخمس مناقب

قرآن میں علماء کے پانچ اوصاف

---

(۱) الایمان - والراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ۔

ترجمہ: ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں " اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن پ ۳ ال عمران)

(۲) التوحید والشہادۃ: ۔ شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم ۔ پ ۳ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ۔ گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس کی ذات کے

کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی۔
(بیان القرآن)

(۳) البکاء: یخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعاً۔
(پ۱۵ ۔ بنی اسرائیل) ترجمہ:۔ (حق تعالیٰ اہل علم کے بارے میں فرماتے ہیں)
اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے

(۴) الخشوع:۔ ان الذین اوتوا العلم من قبلہ اذا یتلیٰ علیھم
یخرون للاذقان سجدًا الخ، (پ۱۵ بنی اسرائیل)
بے شک جن کو قرآن سے قبل علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا
ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں سجدہ میں۔

(۵) الخشیۃ۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰوٓء۔ (پ۲۲ فاطر)
ترجمہ:۔ خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔
(تفسیر کبیر ج ۲ صـ۱۹۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاحتمل السیل زبدًا رابیاً (پ۱۳)
اس آیت کے متعلق بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ سیل سے مراد یہاں علم ہے
حق تعالیٰ نے علم کو پانی سے پانچ وجوہ کے سبب تشبیہ دی ہے۔

(۱) ان المطر ینزل من السماء کذالک العلم من السماء۔
بارش آسمان سے اترتی ہے اسی طرح علم بھی آسمان سے اترتا ہے۔

(۲) ان صلاح الارض بالمطر فاصلاح الخلق بالعلم۔
بے شک زمین کی درستگی بارش سے ہوتی ہے، پس مخلوق کی اصلاح علم
سے ہوتی ہے۔

(۳) ان الزرع والنبات لا یخرج بغیر المطر کذالک الاعمال

والطاعة لا تخرج بغیر العلم۔

بے شک کھیتی اور پودے بغیر بارش کے نہیں نکلتے اسی طرح اعمال اور اطاعت بغیر علم کے نہیں نکلتے۔

(۴) ان المطر فرع الرعد والبرق کذالک العلم فان العلم فرع الوعد والوعید۔

بارش فرع ہے کڑک اور بجلی کی اسی طرح علم فرع ہے وعد اور وعید کی۔

(۵) ان المطر نافع وضار کذالک العلم نافع وضارّ۔

بے شک بارش نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی ہے۔ اسی طرح علم نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔

نافع لمن عمل بہ وضار لمن لم یعمل بہ۔ علم پر عمل کرنے والوں کے لئے علم نفع مند ہوتا ہے اور علم پر عمل نہ کرنے والوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔

بہت سے خدا کی یاد دلانے والے خود خدا سے غافل ہیں اور بہت سے خدا سے ڈرانے والے خود خدا پر جری ہیں اور بہت سے خدا سے قریب کرنے والے خود خدا سے دور ہیں۔ اور بہت سے خدا کی طرف دعوت دینے والے خدا سے بھاگے ہوئے ہیں۔ اور بہت سے خدا کی کتاب کی تلاوت کرنے والے خدا کی آیات کی کھال اتارنے والے ہیں

گلشنِ دنیا کی زینت ۵ چیزوں سے ہے

(۱) علم العلماء۔ (۲) عدل الامراء (۳) عبادۃ العباد

(۴) امانۃ التجار (۵) نصیحۃ المحترفین۔ (پیشہ وروں کا پیشہ)

پس ابلیس پانچ جھنڈے لے کر آیا اور ان پانچوں کے پاس ان کو گاڑ دیا۔
(۱) علم کے پاس حسد کا جھنڈا۔ (۲) عدل کے پاس ظلم کا جھنڈا۔
(۳) عبادت کے پاس ریاء کا جھنڈا۔ (۴) امانت کے پاس خیانت کا جھنڈا۔ (۵) نصیحت کے پاس ملاوٹ کا جھنڈا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی فضیلت تابعین پر پانچ وجوہ سے تھی

(۱) کسی چیز کا حکم دوسروں کو نہ فرماتے جب تک اس کو خود نہ کر لیتے
(۲) کسی چیز سے لوگوں کو منع نہ فرماتے جب تک خود اس سے نہ رک جاتے
(۳) جو شخص ان سے کوئی چیز طلب کرتا علم سے یا مال سے تو آپ اس کو عطا فرمانے میں بخل نہ فرماتے۔
(۴) اپنی دولتِ علمیہ کے سبب لوگوں سے مستغنی رہتے۔
(۵) ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

جو شخص اپنے علم کو اپنے لئے مفید بنانا چاہے وہ اپنے اندر پانچ خوبیاں حاصل کرے

(۱) فقر سے محبت کرنا تاکہ زیادہ دنیا کمانے سے فارغ رہے۔

(۲) عبادت کی محبت طلب ثواب کے لئے۔
(۳) دنیا سے بے رغبتی یعنی زہد کی محبت طلب فراغ کے لئے۔
(۴) حکمت کی محبت طلب صلاح قلب کے لئے۔
(۵) خلوت کی محبت مناجات رب کے لئے۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں طلب کرو!

(۱) عزت کو تواضع میں نہ کہ مال اور خاندان میں۔
(۲) مالداری کو طلب کرو قناعت میں نہ کہ کثرت میں۔
(۳) امن کو طلب کرو جنت میں نہ کہ دنیا میں
(۴) راحت کو طلب کرو قلت میں نہ کہ کثرت میں
(۵) علم کی منفعت کو طلب کرو عمل میں نہ کہ کثرتِ روایت میں۔

علم مال سے سات وجوہ سے افضل ہے!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

(۱) علم میراثِ انبیاء ہے اور مال میراث ہے فراعنہ کی۔
(۲) علم نہیں کم ہوتا ہے خرچ سے اور مال اس کے برعکس ہے۔
(۳) مال محتاج ہوتا ہے پاسبان کا اور علم محافظ ہوتا ہے صاحبِ علم کا
(۴) جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا مال زمین کے اوپر رہ جاتا ہے اور علم داخل ہوتا ہے قبر میں صاحب علم کے ساتھ۔
(۵) مال حاصل ہوتا ہے مومن و کافر دونوں کو لیکن علم دین نہیں عطا کیا جاتا مگر مومن کو۔
(۶) ساری دنیا کے انسان دینی امور میں اہل علم کے محتاج ہوتے ہیں۔

اور اہل علم صاحب مال کے محتاج نہیں ہوتے۔

(۷) علم آدمی کو قوت دیتا ہے صراط مستقیم پر چلنے کے لئے اور مال اس کے برعکس ہے۔

علماء کی مجالس کی فضیلت

جو شخص علماء کے پاس بیٹھتا ہے اگرچہ وہ ان کے علم کو محفوظ نہ کر سکے سات نعمتیں پھر بھی اس کو حاصل ہوں گی!

(۱) طالب علموں کی فضیلت

(۲) جب تک اس مجلس میں رہیگا گناہوں سے محفوظ رہیگا۔

(۳) جب اپنے گھر سے طلب علم کے لئے نکلے گا تو اس پر رحمت نازل ہو گی۔

(۴) جب حلقۂ علم میں بیٹھے گا تو جو رحمت اہل علم پر نازل ہو گی اس میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا۔

(۵) جب تک یہ دین کی باتیں سنتا رہیگا کراماً کاتبین اس کے لئے اطاعت لکھتے رہیں گے۔

(۶) اگر کوئی علمی بات نہ سمجھنے سے غمگین ہو گا تو یہ غم اس کے لئے قرب الٰہی کا وسیلہ بنے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے حدیث قدسی میں کہ:۔ انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی۔ (ترجمہ) میں ٹوٹے ہوئے دلوں سے بہت قریب ہوں۔

(۷) اس عالم کا اعزاز اپنی آنکھوں سے خود دیکھے گا اور اس کے مقابلہ میں نافرمانوں کی ذلت دیکھے گا۔ تو فساق سے اس کو نفرت ہو گی اور علماء کی طرف میلان ہو گا۔

آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے آٹھ چیزیں پیدا ہوتی ہیں!

فقیہ ابو اللیثؒ کا ارشاد

(۱) مالداروں کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت اور رغبت۔
(۲) فقراء کے پاس بیٹھنے سے حق تعالیٰ کی تقسیم پر رضا اور شکر۔
(۳) سلاطین کے پاس بیٹھنے سے قساوت و کبر۔
(۴) عورتوں کے پاس بیٹھنے سے جہالت و شہوت۔
(۵) بچوں کے پاس بیٹھنے سے لہو و مزاح۔
(۶) نافرمانوں کے ساتھ بیٹھنے سے گناہوں پر جرأت اور توبہ میں سستی۔
(۷) صالحین کے ساتھ بیٹھنے سے عبادت میں رغبت۔
(۸) اور علماء کے پاس بیٹھنے سے علم اور پرہیزگاری میں ترقی۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے سات چیزوں کا علم سات حضرات کو عطا فرمایا ہے!

(۱) تعلیم اسماء حضرت آدم علیہ السلام کو (وعلم اٰدم الاسماء کلھا)
(۲) حضرت خضر کو علمِ فراست (وعلمناہ من لدنا علماً)
(۳) حضرت یوسف علیہ السلام کو علمِ تعبیر۔ (رب قد اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث)
(۴) حضرت داؤد علیہ السلام کو صنعتِ زرہ کا علم (وعلمنٰہ صنعۃ

لبوس لکم)

(۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی کا علم (یا یہا الناس علمنا منطق الطیر)

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توراۃ و انجیل کا علم (و یعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل)

(۷) حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توحید و شریعت کا علم۔ (وعلمک مالم تکن تعلم، ویعلمھم الکتاب والحکمۃ، الرحمٰن علم القرآن) (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازیؒ ج ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹)

قیامِ لیل کی فضیلت کے اسباب مع فضیلت علم

علامہ محمود نسفی اپنی تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:۔ کہ اعمال کا ذکر حق تعالیٰ شانہ، نے اٰناء اللیل ساجداً و قائماً میں بیان فرمایا۔ اور رات میں قیام لیل کو ترجیح فرمائی کیونکہ رات کو پوشیدگی زیادہ ہوتے سے ریاد سے حفاظت آسان ہے۔ نیز رات کی تاریکی جمیعت اور سکون قلب کا باعث ہوتی ہے۔ اور نظر الی الاشیاء سے محفوظ ہوتی ہے۔ پس جب قلب احوال خارجیہ کے اشتغال سے فارغ ہوتا ہے تو توجہ الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ نیز رات میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس کو جاگنا شاق ہوتا ہے پس مشاہدہ بقدر مجاہدہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر ان اعمال مذکورہ کو علم کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ختم فرمایا۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون)

افتتح اللہ تعالیٰ بالعمل وختمھا بالعلم ان العمل من باب المجاھدات والعلم من باب المکاشفات اور یہی منتہائے مقام ہے پس مجاہدہ اور مکاشفہ جمع ہو کر انسان کے کمال فضل پر دلالت کرتے ہیں

(تفسیر خازن ج ۴ صفحہ ۵)

اور علامہ محمود نسفی رح یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات - کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایمان والوں کو ان کی اطاعت کے سبب ان کو رفعت عطا فرماتے ہیں اور اہل علم ایمان والوں کو ان پر درجات کثیرہ سے فضیلت عطا فرماتے ہیں - غیر اہل علم اہل ایمان سے صرف جنت میں داخل ہونے کو کہا جاویگا اور اہل ایمان اہل علم کو کہا جاوے گا کہ ابھی ٹھہرو آپ لوگ دوسرے لوگوں کی شفاعت کیجئے - یقال للعالم قف فاشفع فی الناس - یعنی علماء کرام کو شفاعت کا حق بھی عطا فرمایا جاوے گا -

حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اس آیت سے خوب سمجھ لو کہ یہ آیت تم کو علم کے لئے ترغیب دینے والی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں - یرفع اللہ الذین الخ ای یرفع المؤمن العالم فوق المؤمن الذی لیس بعالم درجات - یعنی اللہ تعالیٰ مومن عالم کو مومن غیر عالم پر درجات کثیرہ سے فضیلت عطا فرمائیں گے

حدیث قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینہ سے شام حضرت ابوالدرداء کے پاس دمشق حاضر ہوا - فرمایا کیسے آئے ہو؟ عرض کیا کہ ایک حدیث جو آپ روایت کرتے ہیں آپ سے براہ راست سننے آیا ہوں - فرمایا کیا تم کو کوئی اور حاجت مثل تجارت وغیرہ نہیں - کہا نہیں صرف طلب حدیث کے لئے آیا ہوں -

فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص علم کے لئے سفر کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں -

اور فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے قمر کی تمام ستاروں پر علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار اور درہم نہیں ہوتی۔ صرف علم دین کی وراثت ہوتی ہے۔ پس جس نے پالیا علم دین کو بڑی دولت سے ہمکنار ہوا۔ (اخرجہ الترمذی و ابوداؤد)

حدیث

حضرت معاویہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ جس کے لئے ارادہ خیر کا فرماتے ہیں اس کو علم دین کی نعمت عطا فرماتے ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۴۱)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے عالم مومن کو غیر عالم مومن پر درجات کثیرہ کے ساتھ فضیلت کا اس آیت والذین اوتوا العلم میں اس لئے بیان فرمایا ہے کہ مومن عالم میں علم و عمل دونوں جمع ہیں۔ فان العمل اذا صدر من اھل العلم یوتیٰ من الاجر مالا یوتیٰ غیرہٗ لانہٗ یقتدیٰ بہ دون الجاھل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہٗ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ اہل علم سے جو عمل صادر ہوتا ہے اس کا امت بھی اقتدا کرتی ہے اور علم کی روشنی میں عمل زیادہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کے اندر جس کسی نے اچھے عمل کی بنیاد رکھی تو اس کا اجر و ثواب بھی اسے ملیگا اور جو لوگ آئندہ اس پر عمل کریں گے اس کا ثواب بھی اس کو ملیگا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں سے کچھ کمی ہو۔ (مسلم شریف)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے۔ (ترمذی شریف)

اہل علم کے لئے خصوصی نصیحت!

حق تعالیٰ اہل علم کے فضل کو بیان فرما کر آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

واللہ بما تعملون خبیر۔ اے اہل علم اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کرنا کہ مطابق اپنے علم کے عمل بھی کیا یا نہیں۔ فیجازیکم علیہ پس تم کو ان اعمال کی جزا ملے گی۔ اس آیت کے اندر عمل کے اہتمام کی ترغیب دی گئی ہے

فیہ ترغیب لمن عمل و تهدید لمن لم یمتثل الامر واستکرھہ

اس آیت میں ترغیب ہے عمل کی اور ڈانٹ ہے ان لوگوں پر جو عمل اور اطاعت نہیں کرتے اور امتثالِ امر کو ناگوار سمجھتے ہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۹ و ۱۰۔ ص ۲۲۴، و ۲۲۵)

علامت مقبولیت اہل علم

اہل علم کی مقبولیت کی علامت ان حضرات کی خشیت اور عبدیت اور فنائیت ہے۔ اور تکبر، پندار، تحقیر الناس، احساس برتری، جاہ اور مال طلبی، اہل اللہ کی دعاؤں اور صحبتوں سے اعراض اور استغناء علامت قساوت قلبی ہے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
مرعسس را دید و در خانہ نہ شد

حقیقت یہ ہے کہ نورِ علم کا صحبت اہل اللہ کی برکتوں سے نکھرتا ہے

کیونکہ عطر لگانے والے کے کپڑوں میں اگر پاخانہ لگا دیا جاوے تو پاخانہ کی بدبو سے عطر کی خوشبو مغلوب ہو جاوے گی۔ پس اہل اللہ کی صحبتوں سے تکبر و پندار و عجب جیسے تمام رذائل کا جب تزکیہ ہو جاتا ہے۔ پھر علم کی خوشبو خود اس عالم کو بھی مست کرتی ہے اور اس کے پاس جو بیٹھتے ہیں ان کو بھی مست کرتی ہے۔ صحبت اہل اللہ سے علم کا نور نفس کے اندھیروں کے بادلوں سے نجات پا جاتا ہے۔

نکھرتا آرہا ہے رنگ گلشن
خس و خاشاک جلتے جا رہے ہیں۔

مولانا گنگوہیؒ، مولانا نانوتویؒ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضرت حاجی صاحبؒ کی صحبت سے اپنے علوم میں جو برکتیں محسوس فرمائی تھیں ان کا ذکر ان حضرات نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ فرمایا ہے۔

مولانا گنگوہی رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے علم دین کی جو مٹھائیاں کتابوں میں پڑھی تھیں جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی تو وہاں کھانے کو ملیں۔ مولانا رومی رحؒ نے خوب فرمایا ہے:

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو
بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

ترجمہ:۔ کچھ دن قیل و قال کو ملتوی کرکے صاحب حال بننے کے لئے کسی کامل کی صحبت میں رہ لو۔ پھر اس کی صحبت کی برکت سے بغیر کتاب اور استاد کے اپنے اندر علوم انبیاء کا فیضان محسوس کرو گے۔

صد ہزاراں فضل دارد از علوم
جانِ خود را مے نہ داند ایں ظلوم

ترجمہ :۔ اگر قلب میں تعلق مع اللہ اور خشیت نہ ہو تو ایسے شخص کو علم کی صفت لازمی حاصل نہیں ۔ آگ ہو اور حرارت نہ ہو تو اس کو آگ کی صورت حاصل ہے حقیقت سے محروم ہے ۔ مولانا روم رحؒ فرماتے ہیں ۔ کہ ایسا شخص سینکڑوں علم و فضل رکھنے کے باوجود اپنے انجام اور میدان محشر کے نتیجہ سے بے خبر ہے ۔

سید سلیمان ندوی رحؒ فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں !

تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے
لیکن یہ بتا کیا تجھے اپنی بھی خبر ہے
میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

مولانا رومی رحؒ فرماتے ہیں ؎

جانِ جملہ علم ہا ایں است و ایں
کہ بدانی من کیئم در یوم دیں

ترجمہ :۔ تمام علوم کی جان صرف یہ ہے کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن تیری کیا قیمت ہے ۔ میدان محشر سے پہلے اہلِ علم، اہل عمل، اہل زہد و تقویٰ، اہل تصوف کسی کو بھی اپنی قیمت لگانا عقلاً اور نقلاً نادانی ہے

حقیقی علم پر خشیت کے آثار

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں ۔

خشیت ابو بکر صدیق رضؓ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا

کرتے تھے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا اور کبھی فرماتے کہ کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔

ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ (حکایاتِ صحابہ از شیخ الحدیث رح)

خشیتِ حضرت عمر رض

حضرت عمر رض بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ اور کبھی فرماتے کہ کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ (بحوالہ بالا)

خشیتِ حضرت امام ابوحنیفہ رح

امام ابوحنیفہ رح ایک شب تمام رات وامتازوا الیوم ایها المجرمون پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب اس آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔ (بحوالہ بالا)

حکایت حضرت جنید بغدادی رح

ایک مسجد میں حضرت جنید بغدادی رح بیٹھے ہوئے تھے۔ ساری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اعلان کیا کہ اس مسجد میں جو سب سے بُرا انسان ہو وہ باہر آجائے۔ سب سے پہلے حضرت جنید دوڑ کر مسجد سے باہر آئے اور اعلان فرمایا کہ میں سب سے بُرا ہوں۔ حضرت شبلی رح کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری رح

ایک مرتبہ مصر میں سخت قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے حضرت ذوالنون

مصریؒ سے درخواست کی کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارش فرمائے۔ حضرت ذوالنون مصری مصر سے باہر جنگل میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ مصر میں سب سے زیادہ نالائق سب سے زیادہ گنہگار ذوالنون نے مصر خالی کر دیا ہے۔ اب آپ اپنی بارش رحمت کی فرما دیجئے۔ حضرت کی اس فنائیت اور تواضع پہ دریائے رحمت جوش میں آیا اور خوب بارش ہوئی۔ ؎

ازیں بر ملائک شرف داشتند،
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

ترجمہ:۔ خاصانِ خدا اسی واسطے شرف میں ملائکہ سے بڑھ جاتے ہیں کہ خود کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ

ایک بار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری رات کعبۃ اللہ میں یہ شعر سجدہ کی حالت میں پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

ترجمہ:۔ اے خدا اس بندہ کو رسوا نہ فرمایئے اگرچہ میں برا ہوں مگر میری برائیوں کو آپ اپنی مخلوق پر ظاہر نہ فرمایئے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

حضرت پر شانِ عبدیت کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا

ارشاداتِ حکیم الامتؒ

فرمایا کہ بندہ جب تک زندہ ہے جب تک تو شان بنانی ہی نہیں چاہیئے کیا خبر کیا حالت ہونے والی ہے۔ ہاں جب دنیا سے صحیح وسالم ایمان لیکر نکل جاوے پھر اینٹھے جتنا چاہے۔ نبدے وہ تھے جیسے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کہ فرمایا کرتے تھے اگر چار حرف جاننے کی تہمت نہ ہوتی اور اس سے لوگ نہ جان گئے ہوتے تو ایسا گم ہوتا کہ کوئی یہ بھی نہ پہچانتا کہ قاسم دنیا میں بھی پیدا ہوا تھا۔ (کمالات اشرفیہ ص۱۷۸)

اور ارشاد فرمایا کہ جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے اور محب دنیا ہو وہ جاہل ہے کوئی بھی ہو۔ (بحوالہ بالا ص۲۴۲)

اور فرمایا کہ مجھے ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ نہ جانے اشرف علی کا قیامت کے دن کیا حال ہو گا۔

ارشاد حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

ایمان چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

ترجمہ:۔ جب ایمان کو قبر میں سلامتی سے لیجاؤں گا اس وقت میں دین میں اپنی چستی و چالاکی کو بہ نظرِ استحسان دیکھوں گا۔

عالم اور عارف کا فرق

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا۔ جو حضرت حاجی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ تو خود لکھے پڑھے ہیں وہاں کیا چیز ہے جس کے لئے وہاں جاتے ہیں وہ کون سی بات ہے جو کتابوں میں نہیں۔ فرمایا کہ میں ایک مثال بتاتا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شخص تو وہ ہے کہ جس کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست موجود ہے مگر اس نے چکھی ایک بھی نہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ نام تو ایک مٹھائی کا بھی اس کو یاد نہیں مگر ہاتھ میں لئے ہوئے کھا رہا ہے۔ بتلاؤ تو مٹھائی کے فوائد حاصل کرنے میں آیا وہ نام یاد رکھنے

والا اس حقیقت جاننے والے کا محتاج ہے یا وہ حقیقت جاننے والا اس نام یاد رکھنے والے کا۔ ظاہر ہے کہ پہلا (یعنی مٹھائی کا نام یاد رکھنے والا) دوسرے کا محتاج ہے نہ کہ برعکس۔ اسی طرح ہم اہلِ الفاظ ہیں اور حضرت صاحبِ معنیٰ ہیں۔ تو صاحب معنیٰ محتاج نہیں ہوتا اہل لفظ کا، اور صاحب لفظ صاحبِ معنیٰ کا محتاج ہوتا ہے۔ واقعی خوب حقیقت واضح ہوگئی جس سے علماء اور عرفاء میں فرق سمجھ میں آگیا۔

(کمالات اشرفیہ ص ۳۰۷)

خلاصۃ المقالۃ

حقیقت علم اور علماء کی خشیت الٰہیہ ہے۔ ان العلم یقتضی الخشیۃ من اللہ وان العلماء العاملون ھم الذین یخشون اللہ۔ (روح المعانی) ـــــ علم حقیقی وہ ہے جس کے ساتھ خشیت ہو اور علماء درحقیقت وہ ہیں جو اپنے علم پر عامل ہوں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

خشیت اور خوف کا فرق

خشیت اس خوف کا نام ہے جس کے اندر تعظیم شامل ہو۔ الخشیۃ خوف مع تعظیم۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۱۱) (سانپ سے بھی ڈرتے ہیں مگر اس کی عظمت دل میں نہیں ہوتی)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو خشیتِ مطلوبہ عطا فرماویں اور خشیت مطلوبہ یہ ہے کہ۔ اللھم اقسم لنا من خشیتک ما یحول بہ بینی وبین معاصیک: (جامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸)

ترجمہ :- اے اللہ میں آپ سے آپ کی خشیت کا اس قدر حصہ مانگتا ہوں جو میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان حائل اور مانع بن جائے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتنی خشیت مطلوب نہیں کہ ہم بیمار ہو کر اعمال سے معطل ہو جائیں۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خشیت کی مقدار کی وضاحت فرمادی۔

علم اور ذکر کا تعلق

حق تعالیٰ نے اہل علم کو اہل ذکر سے تعبیر فرمایا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ○ اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل ذکر سے سوال کرو یعنی اہل علم سے۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو اہل ذکر سے تعبیر فرما کر اہل علم کو ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کی خاص شان اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ غفلت ایک سانس کو بھی نہ ہو۔ ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

علامہ آلوسی رح نے تفسیر روح المعانی میں اہل ذکر سے مراد علماء لکھا ہے المراد باھل الذکر العلماء اور قرینہ لا تعلمون بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ جن سے سوال کیا جائے وہ اہل علم ہوں، ورنہ بے علم سے سوال کر کے کیا پائے گا۔؟ اور حضرت فرماتے تھے کہ امام بخاری نے

ذکر کی حدیث پر بخاری شریف کو ختم فرمایا تاکہ علماء صرف پڑھنے پڑھانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ذکر کے اہتمام سے اپنے مالک کا قرب حاصل کریں۔

؎ کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی۔

حضرت تھانوی ؒ فرماتے تھے کہ ذکر کا نفع اہل اللہ کے ساتھ تعلق سے پورا نصیب ہوتا ہے جیسے تلوار کاٹ تو کرتی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

انعام ذکر

(۱) اطمینان اور سکونِ قلب
(۲) شہوت کی مغلوبیت
(۳) حیات حقیقی حیات قلبی
(۴) دین پر ثبات اور استقامت اور ہمت میں ترقی اور مشکلات میں آسانی۔
(۵) قرب اور تعلق مع اللہ میں ہر آن ترقی۔

؎ میں رہتا ہوں ہر وقت جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں ۔ (مجذوبؒ)

(۶) عنایاتِ الٰہیہ کی پیہم بارش۔

؎ جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں۔

(۷) حسن خاتمہ۔ دخول جنت۔

احقر کے چند منتخب اشعار برائے نشاط طبع ذاکرین

ہر تلخی حیات و غم روزگار کو
تیری مٹھاس ذکر نے شیریں بنا دیا

ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

نورِ حق از ذکرِ حق در جاں رسد
از زباں در دل ز دل تا جاں رسد

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

وہ مرے لمحات جو گذرے تمہاری یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے ہے

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

دونوں عالم میں بھی نہیں پایا
جو مزہ تیری یاد میں آیا

آہ و نالوں سے مٹ گئے ظلمات

ان کی یادوں سے مل گئے نفحات

ہر نفس اب تو ان سے باتیں ہیں

ان کے عاشق کے ہیں یہی درجات

مرے ہر بُن مُو سے اللہ نکلے

زبان و دل و جاں سے اللہ نکلے

چھا جائے گا جب دل پہ تری یاد کا عالم

کچھ اور ہی ہوگا دل برباد کا عالم

ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا

گذرتے دن مری جانِ حزیں کے

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیئے

دل ہمارا غم تمہارا چاہیئے

....

اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرمائیں۔ اور ہم سب کو اس پر عمل نصیب فرمائیں، آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ رحمۃ للعٰلمین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم
کا
نو سیکنڈ کا عجیب جامع وعظ

آپ حضرات اپنی اپنی گھڑیوں پر نظر رکھئے صرف نو سیکنڈ میں وعظِ نبوت ختم ہو گا۔ لیکن تمام عبادات، حسنِ معاشرت اور اخلاقیات کی اصلاح کا جامع ہے۔ غور سے گھڑی دیکھئے۔ جب الفاظ نبوت شروع ہوں اس وقت سے وقت کا شمار کیجئے۔ ٹھیک نو سیکنڈ میں یہ وعظ مکمل ہو جاویگا۔

ارشاد فرمایا:۔

اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ

وَلَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْہُ غَدًا وَاَجْمِعِ

الْاَیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ ط (صرف نو سیکنڈ میں ختم ہوا)

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں ان سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو نصیحت (وعظ) فرمائیے اور مختصر فرمائیے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جملوں میں وعظ فرمایا۔

۱ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ

ترجمہ:۔ جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس نماز کو آخری نماز سمجھ کر خوب احسن طریقے سے ادا کرو۔"

حل لغت مُوَدِّعٍ کی دال مشدد ہے اور اس پر کسرہ ہے۔

ملا علی قاری رح اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ اِیْ اِجْعَلْ صَلوٰتَکَ اٰخِرَ الصَّلوٰۃِ فَرْضًا فَحَسِّنْ خَاتِمَۃَ عَمَلِکَ وَاَقْصِرْ طُوْلَ اَمَلِکَ لِاِحْتِمَالِ قُرْبِ اَجَلِکَ

ترجمہ:۔ اپنی نماز کو آخری نماز فرض کرو اور اپنے عمل کے خاتمہ کو حسین کر لو اور اپنے طول اَمَل کو مختصر کرو اس سبب سے کہ نہ معلوم کب موت آجائے۔

شرح صلوٰۃ مُوَدِّعٍ اِیْ مُوَدِّعٍ لِمَا سِوَی اللّٰہِ بِالْاِسْتِغْرَاقِ فِیْ مُنَاجَاۃِ مَوْلَاہُ۔

ترجمہ:۔ اپنے مولیٰ کی مناجات کے لئے ما سوی اللہ کا تارک ہو جا۔

حضرت علامہ طیبی رح فرماتے ہیں:۔ اِیْ فَاَقْبِلْ عَلَی اللّٰہِ بِشَرَاشِرِکَ وَوَدِّعْ غَیْرَکَ لِمُنَاجَاۃِ رَبِّکَ۔

شرح ولا تکلم بکلام تعذر منہ غدًا اِیْ یوم القیمۃ وھو المعنی بقولہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔

ترجمہ:۔ ایسا کلام مت کرو کہ کل قیامت کے دن تم کو ندامت ہو اور آدمی کے اسلام کا حُسن یہ ہے کہ لا یعنی اور غیر مفید بات کو چھوڑ دے۔

شرح واجمع الایاس مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی امیدوں کو قطع کر دو اور ترکِ طمع کر دو۔

شرح مما فی ایدی الناس اِیْ قَنَاعَۃً بِالْکِفَایَۃِ الْمُقَدَّرَۃِ

بِالْقِسْمَةِ الْمُحَرَّرَةِ الْمُقَدَّرَةِ (مرقاۃ ص۱۹۳ ج۹)

ترجمہ: یعنی قناعت کرنا اور کافی سمجھنا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے مقدر اور تقسیم فرمائی ہے اپنی تحریر ازلی کے مطابق۔ اور اسی کا نام غنائے قلبی ہے یعنی لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ مال و دولت ہے اپنے قلب کو اس سے مستغنی کر لینا اور اپنے مولیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد میں تمام عبادات کی اصلاح ہے یعنی جو نیک عمل کرے اس کو اپنا آخری عمل سمجھے اس سے وہ عمل بہتر طریقہ سے ادا کیا جائیگا۔ پس تمام عبادات کو اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ شاید موت کے سبب دوبارہ ہمیں اس عمل کا موقعہ نہ ملے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشاد میں تمام معاملات اور معاشرت کی اصلاح ہے کہ لین دین اور وعدہ اور ہر کلام میں احتیاط کا اہتمام کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ایذاء نہ پہونچے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے ارشاد میں اخلاقیات کی اصلاح ہے کہ جب اپنے قلب کو لوگوں کے مال و متاع سے مستغنی کر لے گا تو طمع تملق اور دین فروشی اور حرص مال سے محفوظ ہو جاویگا مختصر وقت میں بھی وعظ سے عظیم الشان نفع پہنچ سکتا ہے جیسے کہ سخت سردی میں ایک پیالی گرم چائے مزاج کو بدل دیتی ہے اور ایک سو چار ڈگری بخار کو ایک انجکشن اتار دیتا ہے جو چند سیکنڈ میں لگایا جاتا ہے

حکایت میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بمبئی کے ایک بڑے جلسہ میں قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہونی تھی کہ اچانک ان کو ۱۰۴ ڈگری کا بخار چڑھ گیا۔ جلسہ کے مہتمم صاحب نہایت پریشانی کی حالت میں ایک امریکن ڈاکٹر سے رجوع ہوئے اور اس کو بہت بڑی فیس دینے کی لالچ دی

اور کہا کہ میری عزت کا معاملہ ہے ایسا انجکشن لگا دیجئے کہ قاری صاحب کی طبیعت ٹھیک ہو جائے اور ان کی تقریر ہو جاتے لہٰذا ڈاکٹر نے ایسا انجکشن لگایا کہ جس سے بخار بھی اتر گیا اور قاری صاحب کی تقریر بھی ہو گئی۔

لہٰذا جب جسمانی بیماریوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی دوائیں پیدا کی ہیں تو روحانی بیماریوں کے لئے چند سیکنڈ کے وعظ سے نفع ہو جانا کیا مشکل ہے بالخصوص انبیاء علیہم السلام کے وعظ میں تو عجیب ہی اثر ہوتا ہے۔ ؎

جی اٹھے مردے تیری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

بیوی کے متعلق تمام پریشانیوں کا علاج

از ارشادات

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

بیوی کی نااتفاقی کی وجہ سے کلفت اٹھانا بھی مجاہدہ ہے

سوال: ایک شخص نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ جناب کی شفقت بزرگانہ پر بھروسہ کر کے کچھ اپنی دردناک حالت عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بدقسمتی سے میرا عقد جس خاتون سے ہوا ہے وہ اور میں دونوں بالکل متضاد طبیعت کے واقع ہوئے ہیں، اس میں نہ میں اپنی شریک قسمت کو الزام دیتا ہوں نہ حقیقتاً ان میں کوئی نقص ہے بلکہ میں ہی ایک انوکھی طبیعت کا شخص ہوں اس مختلف الخیالی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونوں میں بجائے انس کے ایک ایسی بیگانگی و وحشت کی دیوار کھڑی ہو گئی ہے کہ جو روز بروز مضبوط ہی ہوتی جاتی ہے۔ ان خانگی پیچیدگیوں نے جو اثر میری زندگی اور کاروبار پر ڈالا ہے اس کا ضبط تحریر میں لانا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک دائمی افسردگی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور روز بروز میری زندگی معرض اندیشہ میں ہوتی جاتی ہے۔ میں بچپن سے اپنے مستقبل کو تابناک سمجھتا رہا تھا مگر میرا مستقبل اب بالکل تیرہ و تار (یعنی تاریکی میں) ہو گیا ہے

اس مایوسی اور ناامیدی کی حالت نے میری دنیا اور دین دونوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ جناب بزرگ ہیں مقدس ہیں دعا کیجئے خدا مجھے اس پریشانی سے نجات دے۔ کسی صورت سے سکون قلب حاصل ہو جائے۔ ۳۰ سال سے برابر اس عذاب الیم میں مبتلا ہوں۔ اپنی موت کی آرزو کرتا ہوں مجبور ہو کر یہ قصد کیا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں۔ مگر کوئی ایسا صاف باطن مجھے نہیں ملتا جو اپنے رنگ میں رنگ لے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ چند روز کے لئے خدمت والا میں حاضر ہو کر حضور کی توجہات سے مستفید ہوں

الجواب۔ آں عزیز کا خط آیا برخوردار ماشاء اللہ تعالیٰ آپ ایک مستقل با ہمت آدمی ہیں پھر اس قدر بے صبری اور بے استقلالی۔ یہی تو مواقع ہوتے ہیں عزم وہمت دیکھنے کے۔ یہاں آنے کو جو لکھا ہے میرے سر آنکھوں پر۔

؎ کرم نمائے فرود آ کہ خانہ خانۂ تست۔ مگر یہ تو سمجھئے کہ جس غرض کے لئے ایسا خیال ہے وہ خود موقوف ہے مجاہدہ پر اور جو ناگواری آپ کو پیش آرہی ہے یہ خود ایک بڑا مجاہدہ ہے۔ اگر آپ کو دوسرے رنگ کی طلب ہے تو اس کے لئے حالت موجودہ میں آپ خوب تیار ہو سکتے ہیں۔ پس برداشت کیجئے۔ پھر موقع پر یہاں آئیے کہ تھوڑی سی تدبیر میں کام بن جائے گا۔

(تربیت السالک حصہ اول ص ۳۶۸)

نوافل میں بیوی کی طرف میلان میں حرج نہیں

سوال اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مکان کے اندر جب میں نماز پڑھتا ہوں میرے برابر ہی میری بیوی تھوڑے سے فاصلہ پر نماز پڑھتی ہوتی ہے مگر وہ علیحدہ اور میں اپنی علیحدہ اور ایسی حالت میں کبھی ان کی جانب کسی قدر میلان بھی ہوتا ہے۔ تو کیا ان کو پیچھے ہٹا دیا جایا کرے یعنی برابر نہ کھڑے ہونے دیا جایا کرے یا کوئی حرج نہیں۔

جواب کوئی حرج نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بسا اوقات نماز تہجد کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لیٹی ہوتیں اور آپ سجدہ میں جانے کے وقت ان کے پیر کو انگلی لگا دیتے اور وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ جو تعلق حبی تھا اس سے عادۃً میلان ہونا لازم ہے مگر پھر بھی اس کا انسداد نہ کیا گیا۔ (تربیت السالک حصہ اول ص ۵۲۵)

محبوبہ بیوی کی موت سے صدمہ کا علاج

سوال عرصہ ڈیڑھ دو برس کا گذرا کہ میری ایک بی بی تھی جس سے مجھ کو کمال الفت تھی بلکہ میں اس کا عاشق تھا اس سے اولاد بھی اب تک موجود ہے اور وہ انتقال کر گئی۔ اس کے مرنے کا اس قدر رنج ہے کہ زبان قلم سے بیان نہیں ہو سکتا۔ اتنا عرصہ گذرا اب تک وہی حالت ہے۔ بس مجنون کی تشبیہ کافی ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ میرے ورد و وظائف بالکل چھوٹ گئے

ہیں بمشکل نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن خشوع وخضوع کا تو نام ہی نہیں ہے۔ اس کے دفعیہ کی بہت سی ترکیبیں کیں لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی۔ میں اس قدر مجبور ہوں کہ میرا دین اور دنیا دونوں خراب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ میں قرضدار ہو گیا جو اسباب میرے پاس تھا وہ رہن ہو چکا فروخت ہو گیا۔ اور عاقبت کا انجام بھی بہتر نہیں سمجھتا اللہ رحم کرے میں بہت ہی خائف رہتا ہوں اور لرزاں۔ مگر مجبور ہوں لہذا استدعا ہے کہ حضور دعا کریں کہ مجھے کوئی عورت ملے ویسی ہی ہو یا جو خیال ہے بالکل دفع ہو جائے۔ اور ان دونوں میں میرے لئے جو بہتر ہو اس کی آپ دعا کریں۔ بلکہ اس محبت کے عوض آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا گھر میرے دل میں ہو اور مجھے بھی کوئی ترکیب تحریر کریں۔

جواب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ دعائے خیر کرتا ہوں نکاح کرنے سے نفع ہو گا۔ اگرچہ ویسی عورت نہ ہو پس اگر کوئی امر مانع قوی نہ ہو تو نکاح کر لینا چاہئے اور جب تک نکاح کا سامان نہ ہو رسالہ تبلیغ دین میں مضمون "زہد وذم دنیا"، کو مطالعہ میں رکھیں۔ (تربیت السالک حصہ اول ص ۵۳۴)

بیوی سے محبت بڑھنا علامت تقویٰ ہے۔

سوال طبیعت کو اس طرف زیادہ خیال ہو رہا ہے اور جو بات میرے واسطے مفید ہو اس سے مطلع فرما دیجئے گا اور کچھ عرصہ سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہو گئی ہے یہ میرے واسطے کوئی مضر تو نہیں ہے۔

جواب عین سنت اللہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات نیک دونوں کو عطا فرما دے جب تقویٰ بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت

بڑھ جاتی ہے۔ (تربیت السالک حصہ اول ص ۵۵۲)

شوہر کی چیز بلا اجازت چندہ وغیرہ میں دینا جائز نہیں

فرمایا کہ عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ شوہر کی چیز بلا اجازت چندہ میں دیں اور جو چیز ان کی اپنی ملکیت ہو اگرچہ بلا اجازت اس کا دینا جائز ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شوہر سے مشورہ کر کے دے

(ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۱۰۳)

بیوی کا ستانا بھی مجاہدہ ہے

حال ایک صاحب نے لکھا کہ میری بیوی کے لئے دعا کریں کہ مجھ کو بہت تنگ کرتی ہے۔

جواب بیوی کے تنگ کرنے سے پریشان نہ ہوں یہ بھی ایک مجاہدہ ہے جس میں تم کو ثواب ملتا ہے ستانے دو۔

(تربیت السالک ج ۱ ص ۲۳۴)

مباشرت اہل کا خلاف نفس کشی نہ ہونا

سوال:۔ عرض یہ ہے کہ احقر بیاہ کے بعد آج تک بعد نماز عشاء و دیگر نماز وظیفہ ادا کرنے کے بعد مکان پر واپس آتا ہے۔ ہفتہ میں دو تین بار نفس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ بجز بی بی سے خلوت کئے نیند نہیں آتی مجبور ہوں۔ ہر چند سعی کرتا ہوں کہ تہائی رات گذرنے کے بعد بی بی سے خلوت کی جائے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ سونے کے وقت تیمم کر کے

سوتا ہوں - اس لئے نادم ہوں کہ سوتے وقت بے غسل ہوں بمقتضائے نفس مجبور ہوں - نفس نتواں کشت الاظلِّ پیر -

جواب یہ نفس کشی کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ حقوق زوجہ سے ہے چنانچہ اس کے عتاب کی صورت میں وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ (ترجمہ :- اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو) تجویز ہوئی ہے - (تربیت السالک حصہ اول ص۶۵۹)

بی بی سے محبت کا غیر مضر ہونا

سوال حضرت آج کل میں ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں وہ یہ کہ اپنی بی بی سے زیادہ محبت ہو گئی ہے جس کی وجہ سے معمولات میں حرج واقع ہوتا ہے جس کا علاج ضروری معلوم ہوتا ہے - اور یہ کہ اس محبت کو مائل الی اللہ کر دیا جائے - معمولات گرتے پڑتے کسی طرح ادا کئے جاتا ہوں اور کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے جس کی وجہ وہی محبت ہے مگر وہ بات نہیں جو حضرت کی خدمت میں تھی اللہ تعالیٰ پھر بہت جلد حضرت کی قدمبوسی کروائے، آمین

جواب بی بی سے خواہ کتنی ہی محبت ہو جائے مذموم و مضر نہیں ہاں وہ محبت دین و اعمال دین سے مانع نہ ہونا چاہیئے سو یہ امر اختیاری اور متعلق ہمت کے ہے اور حضور و غیبت کا تفاوت امر طبعی ہے - کیا حضرت حنظلہ رض کا شبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب آپ کو معلوم نہیں - باقی دعائے خیر کرتا ہوں -

سوال عرض یہ ہے کہ معمولات بحمد اللہ تعالیٰ بخوبی ادا ہو رہے ہیں مگر ایک بات اکثر خیال میں آتی ہے اسی سے متفکر ہوں کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے - وہ یہ کہ اہلیہ کے انتقال کو ساڑھے دس ماہ

کا عرصہ ہو گیا ہے مگر ان کا خیال کسی وقت دور نہیں ہوتا جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس قدر بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے غیر اللہ کی مفارقت کا افسوس کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو کس منہ سے حاضری ہوگی۔ چاہئے یہ تھا کہ غیر اللہ سے محض ضابطہ کا تعلق ہوتا اور تعلق قلبی حق تعالیٰ شانہ سے ہی ہوتا۔ یہاں اس کا عکس ہے۔ نماز میں اس قدر حضور نہیں ہوتا جس قدر قبرستان میں جی لگتا ہے۔ مرحومہ کی قبر پر جمعہ کے جمعہ جاتا ہوں وہاں سے واپسی کو دل ہی نہیں چاہتا۔ ابھی عید کا واقعہ ہے کہ صبح بعد تلاوت مکان سے چلا گیا راہ میں قبرستان ہے وہاں جا کر بیٹھ گیا پونے سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک بیٹھا رہا۔ اول تو کچھ پڑھ کر بخشا اس کے بعد خاموش بیٹھا کرتا ہوں بیٹھ گیا۔ ایک دیوار ہے چھوٹی سی قبر کے پاس اس پر بیٹھ جایا کرتا ہوں اسی پر بیٹھ گیا۔ وہاں اس قدر مستغرق ہوا کہ کسی کے آنے جانے کا بھی پتہ نہ رہا اور اس کا علم یوں ہوا کہ شام کو حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تو قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے کئی آوازیں دیں مگر تو نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر میں چلا گیا تجھے تیرے حال پر چھوڑ کر۔ اس کو سُن کر اور بھی فکر ہے کہ نماز میں تو آہستہ کی آواز بھی کان میں پڑ جاتی ہے اور قبرستان میں کئی آوازیں دی جاویں اور وہ کان میں بھی نہ پڑیں۔

لہٰذا عرض ہے کہ خدا کے واسطے خادم کا علاج تجویز فرما دیں۔ احقر تو بالکل گیا گذرا ہے اسی حالت میں موت آ گئی تو کیا ہو گا۔ للہ خبر لیجئے

جواب حلال محبت میں ایسا انہماک اگر غیر اختیاری ہو جس سے اعمال ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آوے ذرا بھی دین میں مضر نہیں نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ

یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی۔ تو یہ دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں۔ اور اگر حق تعالیٰ کی محبت قلب میں نہ ہوتی یا کم ہوتی تو اس حالت سے فکر و غم نہ ہوتا۔ بالکل اطمینان رکھیں اگر اس حالت پر موت آگئی تو ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں۔ البتہ دوسرے مصالح پر نظر کر کے اگر نکاح کر لیا جاوے تو انفع ہوگا۔

(تربیت السالک ج ۱ ص ۴۸۳)

بی بی اور بچوں کے پاس ذکر کرنا

ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ بچوں اور بی بی کے پاس رہئے گو طبیعت کو ناگوار ہو مگر ان کے حقوق کی رعایت سے زیادہ نفع ہوگا۔ (تربیت السالک ج ۱ ص ۴۸۳)

شوہر مرحوم پر صبر اختیاری ہونا چاہئے

سوال۔ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ برس گذر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوب حقیقی رب العزت کی یاد میں دل جمعی سے عبادت میں گذار دوں۔

جواب برخورداری! سکون مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے ظاہری بھی باطنی بھی، ظاہری تو جانتی ہو باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو۔ مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا۔ سکون و دلجمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔

(تربیت السالک ج ۲ ص ۵۴۴)

عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے متعلق ہدایات

سوال حضرت اقدس! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنا کروں اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اور نیت یہ ہوتی ہے کہ میرے شوہر خوش رہیں اور میرے شوہر بھی یہی چاہتے ہیں۔ مگر مرض یہ ہے کہ جب کسی عورت کو کوئی عمدہ کپڑے پہنے دیکھتی ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں لے لوں۔ اکثر تو خاموش رہتی ہوں مگر کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں اور پھر مل بھی جاتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ مرض ہے۔ اگر مرض ہو تو علاج تجویز فرمائیں۔

جواب زینت کے درجات ہیں۔ افراط و تفریط مذموم ہے۔ اور اعتدال محمود ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اسی وقت مت بناؤ۔ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے فبہا اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو تو اس وقت وہی پسند آیا ہوا کپڑا بنالو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو، اور اگر دیکھو کہ اس مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو مگر بناؤ مت۔ بناؤ اس وقت جب نئے کپڑے بنانے کی ضرورت ہو تاکہ اس کے عوض کا کپڑا بچ جاوے۔ اور شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو۔ اور اگر تمہارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان و نفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہوں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے خرچ کی رقم سے خرید و تاکہ نفس حدود میں محصور رہے۔

(تربیت السالک حصہ سوئم ص ۱۳۶)

بیوی کا ہمراہ آنا نفع باطن کے منافی نہیں

سوال ایک صاحب کا خط آیا کہ وہ اصلاح کے سلسلہ میں یہاں آنا چاہتے ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ میری بی بی بھی جو کہ پہلے سے بیعت ہیں آنا چاہتی ہیں مگر ان کے آنے سے میری یکسوئی جاتی رہیگی۔ نیز وہ بچوں کے ساتھ بے جا سختی کرتی ہیں جس سے مجھ کو اذیت ہو گی۔

جواب ان میں (یعنی بی بی میں) ہزار کھوٹ سہی مگر جب وہ بلا ترغیب خود طلب کریں ان کی اعانت خود طاعت و نافع باطن ہے گو ان کو ساتھ لانے سے ایک درجہ میں تشویش بھی ہو۔ مگر تشویش نفع باطن کے منافی نہیں۔ البتہ وہ نفع عاجلاً محسوس نہیں ہوتا مگر بصیرت کے بعد خود محسوس ہو گا کہ نفس میں کونسا ملکہ محمودہ پیدا ہو گیا (تربیت السالک حصہ سوئم ص ۳۱۷)

فساد بین الزوجین اصل ہے سینکڑوں فساد کی

فرمایا کہ میاں بی بی کا فساد سب فسادوں کی مُرغی ہے یعنی سیکڑوں فساد کو پیدا کرتی ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۶۴)

بیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی!

فرمایا کہ جنت میں یہ بیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی اجمل ہونگی اور اجمل کی طلب نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔ اس لئے اپنی بیویوں

کے ملنے کے لئے دعا کرنا نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔
(ملفوظات کمالات اشرفیہ صـ۱۱۸)

بی بی کا ایک حق جیب خرچ بھی ہے!

فرمایا کہ بی بی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے مثلاً روپیہ، دو روپیہ، دس، بیس، پچاس روپے جیسی گنجائش ہو
(ملفوظات کمالات اشرفیہ صـ۱۲۰)

عورتوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح خاوند سے بہ نسبت پیر کے زیادہ ہو سکتی ہے۔ (بحوالہ بالا)

عورتوں پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے،

اور عورتوں کو پردے میں رکھنا عین دلجوئی ہے

فرمایا کہ حدیث میں ہے استوصوا بالنساء خیراً فانما عن عوات عند کم۔ یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں۔ اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو اور ہر طرح اس کے بس میں ہو اس پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے لفظ عوان سے پردہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقید ہو کر رہنے ہی کا نام تو

پردہ ہے - نیز پردہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کا منشاء حیاء ہے اور حیا عورت کے لئے امر طبعی ہے اور امر طبعی کے خلاف پر کسی کو مجبور کرنا باعث اذیت ہے ۔ اور اذیت پہنچانا دل جوئی کے خلاف ہے - پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا ان پر ظلم نہیں بلکہ حقیقت میں دلجوئی ہے -

(ملفوظات کمالات اشرفیہ صد ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کی سفارش عورتوں کے بارے میں

فرمایا کہ مردوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش فرمائی ہے - فرماتے ہیں :-

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ط (القرآن)

یعنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائیاں رکھدی ہوں - مثلاً عورت کی بدخلقی پر صبر کرنے سے اجر کثیر کا وعدہ ہے - یا مثلاً اس سے کوئی اولاد ہو جاوے جو قیامت میں اس کی دستگیری کرے - (ملفوظات کمالات اشرفیہ صد ۱۲۱)

ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیئے

فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیئے دو وجہ سے - ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو

تکلیف پہنچائی جائے۔

دوسرے دین کی وجہ سے کیونکہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ بات کوئی ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ پس عورتوں کو حقیر وذلیل نہ سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بیکس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرمالیتے ہیں اور اس کے درجات بڑھا دیتے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص۱۲۴)

آج کل عورتوں کی اصلاح کا طریق

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ کتب دینیہ کا مطالعہ کرتی رہیں باقی آجکل ایسا نمونہ کہ جس کو وہ خود مشاہدہ کرکے اپنے اخلاق درست کریں عورتوں میں ملنا قریب بہ محال ہے۔ اور خاوند کی معتقد نہیں ہوتیں اس لئے کتابیں پڑھایا سنا کریں۔ خاوندوں کو ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے آگے چاہے اصلاح ہو یا نہ ہو۔ بس اُن کو کتابیں پڑھ کر سناتے رہیں وہ تو مواخذہ سے بری ہو جائیں گے۔

(کمالات اشرفیہ ص۱۵۸)

عورتوں کی دو صفت قابل تعریف ہیں

فرمایا عورتیں قابل تعریف وترحم ہیں ان میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہیں۔ خدمت گاری اور عفت، عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں لیکن وسوسوں سے

کوئی شاید خالی ہو اور شریف عورتوں میں سے اگر سو کو لیا جاوے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہو۔
اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (المحصنٰت الغافلات (القرآن)
(کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۰۶)

عیب جوئی، عجب اور تکبر کا علاج

از ارشادات
حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ

کسی کی عیب جوئی کا علاج

سوال ایک شخص نے کہا حضور! مجھ میں تو ایک سخت عیب بھی ہے اور سختی کے ساتھ راسخ ہو گیا ہے کہ دوسروں کا عیب تو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ اس میں غیبت تک نوبت آجاتی ہے اور اپنا عیب نہیں معلوم ہوتا۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ یہ بد عادت مجھ سے دفع ہو جاوے لیکن کسی طرح نہیں جاتی۔ کوئی طریقہ ہدایت فرما دیں تاکہ اس پر عمل کرنے سے اس بد عادت کا استیصال ہو جاوے۔ اس خاص صورت میں حضور کی دعا کا متمنی ہوں۔

جواب دعا بھی کرتا ہوں۔ باقی تدبیر یہ ہے کہ آپ ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لیا کیجئے۔ کہ اگر یہ کلام میں نہ کروں تو کوئی ضروری نفع تو فوت نہ ہوگا۔ جس میں ضروری نفع کا فوت نہ ہونا معلوم ہو اس سے زبان کو بند رکھئے۔ یہ تو زبان کا انتظام ہے باقی اس کی جڑ کا انتظام یہ ہے کہ جب کسی کے عیب پر نظر پڑے تو یوں سوچا کیجئے کہ گو اس شخص میں یہ عیب ہے مگر ممکن ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ایسی ہوں جن کے

اعتبار سے اس کی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے عند اللہ احسن ہو پھر مجھ کو اس کی عیب جوئی یا عیب گوئی کا کیا حق حاصل ہے؟ جس طرح اندھے کو یہ حق نہیں کہ کانے کو چڑا دے۔ بار بار اس مضمون کے استحضار سے انشاء اللہ اس عیب کا استیصال ہو جاوے گا۔ اور اگر احیاناً و اتفاقاً پھر بھی اس کا صدور ہو جاوے تو لبطور جرمانے کے بیس رکعت نفل پڑھا کیجئے۔ انشاء اللہ نفس سیدھا ہو جاوے گا۔

(تربیت السالک حصہ اول صـ ۲۶۰)

غرور و تکبر کا علاج

سوال:۔ ایک شخص نے کہا کہ میرے اندر غرور اور تکبر بہت ہے، دوسرے لوگوں کو عقل اور ہوشیاری میں اور کبھی علم میں اور کبھی باپ دادا کی مالداری میں اپنے سے کمتر سمجھتا ہوں گو یہ مرض یہاں پر کم معلوم ہوتا ہے اپنی بستی میں بہت پایا جاتا ہے۔ حضور اس کا علاج بتلاویں۔

جواب ایک وقت بیٹھ کر اپنے عیبوں کو سوچا کرو اور زبان سے بھی کہا کرو کہ میں بڑا بے وقوف ہوں میں بڑا نالائق ہوں۔ آدھ گھنٹہ روزانہ اس میں صرف کرو اور پھر اطلاع دو۔

(تربیت السالک حصہ اول صـ ۲۷۱)

علمی و عملی عجب کا علاج

سوال ایک خیال اب زیادہ آنے لگا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس بیان میں اخلاق حسنہ، عقائد حقہ اعمال جوارح ضروریہ کی ترغیب و ضرورت بیان ہوئی ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو مجھ میں بفضلہ تعالیٰ پہلے ہی سے موجود ہیں اور جن امورات یا رسومات سے اجتناب ضروری ہے اس پر یہ خیال ہوتا ہے کہ تو ان سے ہمیشہ ہی مجتنب رہتا ہے تو وہ بیان کتاب دیکھنے میں بے رغبتی یا کم توجہی سے گذر جاتا ہے

مگر حضور کل سے خیال ہوا کہ یہ تو ظاہرا عجب معلوم ہوتا ہے اب حضور اس کا علاج فرما کر تسکین فرما دیں۔ اگرچہ بحمدہ تعالیٰ اس خیال کا اثر معمول پر نہیں پڑا۔ اور حضور ان خیالات کا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ضرور معالجہ فرما دیں اب یہ خیال زیادہ خراب نہ کر پا دے۔

جواب یوں سمجھنا چاہیئے کہ اول تو ہر عمل اور ہر خُلق میں درجات کمال کے بھی ہیں جو مجھ کو حاصل نہیں دوسرے جو کچھ حاصل ہیں ان کے بقاء کی بھی ضرورت ہے اور مطالعہ مکرر بقاء میں معین ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے علمی و عملی کوتاہی کی اصلاح ہو جاوے گی

(تربیت السالک حصہ اول صـ۲۸)

عجب کا علاج

سوال اگر بندہ احقر کے متعلق کوئی برائی کرتا ہے تو زیادہ غصہ نہیں آتا اور طبیعت فوراً رک جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص تعریف کرتا ہے تو طبیعت میں مسرت پیدا ہوتی ہے۔ مگر فوراً اپنی برائی کی طرف توجہ کر لیتا ہے اور اس کو فضل خداوندی سمجھتا ہے یہ مذموم تو نہیں۔

جواب یہ مذموم نہیں ہے۔ تربیت السالک حصہ اول صـ۲۸۲

کبر کا علاج

سوال کبر کا مرض اب بھی بہت ستاتا ہے، گو اُس سے بچنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا۔ اگر کبھی ہو جاتا ہے تو دل پر سخت بے چینی ہوتی ہے اور استغفار کرنے سے تسکین معلوم ہوتی ہے۔

جواب تبلیغ دین میں لکھا ہوا علاج کرتے رہیئے انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہو گی۔ (تربیت السالک حصہ اول صـ۲۸۷)

سوال جو لوگ شریعت کے خلاف کرتے ہیں وہ میری نظر میں حقیر معلوم

ہوتے ہیں حالانکہ میں اس کو بُرا سمجھتا ہوں۔

جواب طبعاً حقیر معلوم ہونا کبر نہیں البتہ عقلاً اتنا سمجھ لیجئے کہ شاید یہ شخص کسی خاص حالت کے اعتبار سے عند اللہ مجھ سے افضل ہو۔ بس کبر دور کرنے کے لئے اتنا کافی ہے۔

(تربیت السالک حصہ اول صہ ۲۸)

سوال جب کوئی شخص جس میں عیب ہوتا ہے سامنے سے گذرتا ہے تو اس کی حقارت کا خیال ہو جاتا ہے لیکن بفضل خدا فوراً دل سے آواز آتی ہے کہ تم سے تو اچھا ہے تم میں فلاں عیب ہے۔

جواب یہ مجاہدہ مطلوبہ ہے جو ایسے موقع پر ہونا چاہئے

ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھا بُرا سمجھنا درجہ احتمال میں کافی ہے یعنی یہ سمجھے کہ گو اس وقت ظاہراً یہ شخص ہم سے کمتر ہے لیکن ممکن ہے کہ اسی وقت اس کے باطن میں کوئی خوبی ہم سے زیادہ ہو۔

سوال حسب ہدایت جناب والا۔ تبلیغ دین، بیان اخلاق ذمیمہ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں مگر وجداناً تکبر معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ طلباء کا جوتا اٹھا لیا کرتا ہوں۔ ملنے والوں سے سلام میں ابتداء بھی کرتا ہوں خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔

جواب پھر تکبر نہیں ہے اور جو اثر وجداناً معلوم ہوتا ہے اس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے سے اس کا ازالہ بھی ہو جاوے گا اور جب تک زوال نہ ہو وہ قابل ملامت نہیں ہے۔ (تربیت السالک حصہ اول ص ۲۹)

●۔ کبر کے بارے میں ایک شخص کے پوچھنے پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کبر کا علاج استحضار اپنے عیوب کا اور استحضار اپنے ذنوب کا اور عظمت حق کا ہے اس کے تکرار سے انشاءاللہ تعالیٰ یہ مغلوب ہو جاوے گا۔ اور

طبیعت کا گرم ہو جانا یہ ایک اور بات ہے یہ غضب ہے اس کا علاج اس امر کا استحضار ہے کہ جس طرح یہ شخص ہمارا خطاوار ہے اسی طرح ہم حق تعالیٰ کے خطاوار ہیں۔ اگر وہ ہم سے انتقام لینے لگے تو کہاں ٹھکانہ ہے۔ بس جس طرح ہم اپنے عفو کو پسند کرتے ہیں اس کے ساتھ بھی ہم کو یہی معاملہ مناسب ہے۔

غیبت کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت سب سے بہتر یہ ہے کہ وہاں سے کسی بہانہ سے اٹھ جائیں اور پھر بھی لغزش ہو جاوے تو ہر غیبت پر دو رکعت صلوٰۃ توبہ کا التزام انشاء اللہ نافع ہوگا۔

(تربیت السالک حصہ اول ص۲۹۶)

کبر کی علامت کبر کی علامت یہ ہے کہ اگر آپ کی کوئی تعظیم نہ کرے تو آپ کو غصہ آوے اور اس کے درپے ہو جاویں

(تربیت السالک حصہ اول ص۲۹۵)

عجب کا علاج میں آج کل اکثر الگ رہتا ہوں کسی سے اختلاط نہیں رکھتا اس سے بھی کبھی عجب آمیز خیال پیدا ہوتا ہے،

جواب لا یضر (کوئی نقصان دہ نہیں)، اور ایسے خیالات کی وجہ سے اگر اختلاط کیا جاوے وہ مضر ہوگا شیطان کی یہ بھی ایک ترکیب ہے۔

سوال اور بعض لوگ اس عدم اختلاط کی وجہ سے کوئی بات مدح کی بھی کہہ دیتے ہیں اس سے نفس خوش ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔

جواب سمجھنا چاہئے کہ یہ مادحین (تعریف کرنے والے) نہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ میرے دوسرے عیوب سے۔ حسن ظن رکھتے ہیں جو ان کی تو خوبی ہے مگر میرے لئے حجت نہیں۔

(تربیت السالک حصہ اول ص۳۲۰)

سوال یوں تو اعتقاد ہے ہی کہ مغفرت بجز خدا کی رحمت کے ہو ہی نہیں سکتی۔ تاہم کوئی کام اگر توجہ دل سے اچھی طرح انجام پاتا ہے تو اس عمل کی طرف خیال جاتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمادیں گے تو یہ خیال بُرا تو نہیں۔

جواب یہ خیال بُرا نہیں ہے۔

سوال اگر کبھی کسی اچھے کام کی توفیق ہوجاتی ہے تو طبیعت نہایت ہشاش بشاش رہتی ہے۔

جواب یہ علامت ایمان ہے۔

سوال اس میں کچھ حرج تو نہیں۔ شبہ اس لئے ہوا کہ اس کا راز کہیں یہ نہ ہو کہ اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

جواب عمل میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک اپنا کمال اس اعتبار سے تو اس پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی رحمت ہے اس اعتبار سے اس پر مسرت خود مامور بہ ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (القرآن)

(تربیت السالک حصہ اول ص۳۲۲)

سوال ناجائز آمدنی کا دروازہ خداوند کریم کے فضل وکرم سے پہلے ہی سے بند ہے طبیعت میں تکبر اور غرور تو بالکل نہیں البتہ خودداری زیادہ ہے

جواب اپنے عیوب اور اپنا ہیچ ہونا اور فنا ہوجانا سوچا کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے اس میں کمی واقع ہوجاوے گی۔

سوال۔ کسی کی سخت بات کی خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز برداشت

بالکل نہیں۔

جواب بہ تکلف ضبط کرکے اپنے عیوب سوچنے لگا کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ اشتعال کم ہو جاویگا۔

سوال اپنی حالت کو دیکھ کر کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ اب میری حالت اچھی ہے۔

جواب صحیح خیال ہے مگر اس کے ساتھ یہ سمجھ لیا جائے کہ میں اس کا مستحق نہیں خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔

سوال مگر پھر بھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں عجب نہ ہو اور حق سبحانہٗ کو ناپسند نہ ہو کہ مراجعت قہقری (الٹے پیر زوال کی طرف لوٹنا) کا موجب ہو جاوے (اعاذنا اللہ منہ)

جواب ابھی اوپر جس امر کے سمجھنے کا میں نے مشورہ دیا ہے اس کے ساتھ نہ عجب کا احتمال ہے اور نہ انشاء اللہ نکس (دوبارہ عود مرض) کا اندیشہ۔ (تربیت السالک حصہ اول ص۳۲۲)

سوال حضرت! بندہ کو بعض وقت جب ذکر سے فارغ ہوتا ہوں نفس کو بہت خوشی و فرحت کی حالت محسوس ہوتی ہے اس خوشی کی حالت میں مجھے خوف محسوس ہوتا ہے کہ عجب وکبر کی علامت تو نہیں ہے؟

جواب اگر اس کو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر عطائے حق سمجھو اور اپنے کو مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

سوال پھر میں نفس کو کہتا ہوں اے نفس تو سرتاپا معصیت سے پُر ہے تو کیسے خوش ہوتا ہے تجھ کو چاہیئے کہ ہر وقت استغفار کرے۔ حضرت! بعض وقت قلب بالکل خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کسی کی طرف خیال نہیں رہتا ہے۔ پورا توکل خدا پر ہو جاتا ہے بعض وقت

یہ حالت قلب میں نہیں پاتا ہوں تو سخت پریشانی معلوم ہوتی ہے۔

جواب پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ابتداء میں ایسے انقلابات ہوا کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آخر میں استقامت ہو جاویگی اگر اسی طرح کام میں لگے رہے۔ (تربیت السالک حصہ اول ص ۳۲۳ - ۳۲۴)

سوال اور تواضع کا امتحان یہ معلوم ہوا کہ دوسرا بُرا کہے تو دل میں ذرا بھی بُرا نہ مانے سو غور کر کے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ میں متواضع نہیں ہوں۔ کیونکہ اگر کوئی چھوٹا شخص (باعتبار عمر وغیرہ) مجھ کو واقعی عیب پر بھی ملامت کرے تو سخت ناگوار ہوتا ہے بلکہ بعض مرتبہ ہمجولیوں اور بڑوں کا فرمانا بھی ناگوار و گراں ہوتا ہے۔

جواب گراں ہونا مضائقہ نہیں لیکن اس گرانی کے بعد اپنے نفس کو سمجھانا اور اس ناگواری کو دفع کرنا چاہیئے یہ بھی ایک درجہ تواضع کا ہے۔

سوال کبھی کبھی یہ دل میں آتا ہے کہ بحمد اللہ احقر ایسے مرشد بابرکت کی خدمت سے فیض حاصل کر رہا ہے کہ بہت لوگوں کو اس سے محرومی ہوئی۔ پھر اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ کبر میں شمار نہ ہو کہ میں تو ایسے پیر و مرشد سے تعلیم لیتا ہوں اور جن کو یہ بات حاصل نہیں ان سے میں اچھا ہوں۔

لہٰذا حضور والا سے امید ہے کہ واضح فرمادیں گے کہ اس خلجان کے رفع ہونے کی کیا صورت ہے اور یہ کبر میں داخل ہے یا نہیں کیونکہ شرارت نفس پر مطلع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

جواب نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

سوال لوگوں سے طبیعت میں بڑی وحشت ہوتی ہے یہ تکبر تو نہیں

جواب نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جن سے وحشت ہوتی ہے ان کو حقیر نہ سمجھے جیسے بعض مریض کو غذا سے نفرت و وحشت ہوتی ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتے۔ (تربیت السالک ح ۱ ص ۳۳۶)

کبر کیا ہے؟ کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔

کبر کا علاج یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو۔ یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے۔ دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکورہ پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت و عقوبت ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح و ثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو اعون فی العلاج ہے۔ تربیت السالک حصہ اول ص ۳۳۷

وسوسۂ کبر کا علاج

سوال اپنا حال بغرض اصلاح عرض ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی وضع خلاف شریعت ہوتی ہے یا جو خلاف شرع امور میں مصروف ہوتے ہیں ان کی ان باتوں سے دل میں نفرت ہوتی ہے اور بلا ضرورت ان سے ابتداء سلام و کلام کرنے کو محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے خیال سے دل نہیں چاہتا بایں ہمہ اپنے کو ان سے اچھا نہیں سمجھتا اور جو باتیں اپنے اندر موافق شریعت کے پاتا ہے ان کو محض حق تعالیٰ کا فضل و احسان جانتا ہے اور ان کے زوال کا اندیشہ ہے کیونکہ عطاء بلا استحقاق ہے

اور جو باتیں خلاف شریعت اپنے اندر جانتا ہے ان کو بھی بُرا اور قابل ترک سمجھتا ہے لیکن اپنے سے اتنی نفرت اپنے دل میں نہیں پاتا جس قدر اور لوگوں سے ان کی خلاف شرع باتوں پر ہوتی ہے اس وجہ سے اندیشۂ کبر ہوتا ہے ۔

جواب نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں ۔ نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے جیسے انسان کو اپنے پائخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پاخانہ سے زیادہ ہوتی ہے اور راز اس تفاوت کا تفاوت فی المحبت ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ انسانوں کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پائخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی جیسا غیر محبوب کے پائخانہ سے سو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں ۔

(تربیت السالک حصہ اول صـ ۳۶۴)

عجب وکبر کا علاج (مطبوعہ پرچہ)

المرتب ——— محمد اختر عفا اللہ عنہ

عجب :۔ اپنی نظر میں اپنے آپ کو اچھا سمجھنا ہے۔

کبر :۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر بھی سمجھنا اور حق بات کا قبول نہ کرنا۔ اگر کوئی شخص اپنے کو بڑا نہیں سمجھتا اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتا اور حق بات قبول کرتا ہے تو یہ دولت اور سلطنت اور شاندار لباس کے باوجود تکبر میں مبتلا نہیں۔

کمالات اشرفیہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ بندہ جس وقت اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا اور حقیر ہوتا ہے۔ اور جب اپنی نظر میں حقیر اور بُرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھلا اور اچھا ہوتا ہے عجب اور کبر کی بیماری بے وقوف اور بے عقل لوگوں کو ہوتی ہے۔

ایک لڑکی کو رخصتی کے وقت اس کی سہیلیوں نے خوب زیور اور اچھے کپڑوں سے سجا کر کہا بہن تم کو مبارک ہو کہ بہت اچھی معلوم ہو رہی ہو وہ رونے لگی کہ نہ معلوم شوہر کی نظر میں میرا یہ حُسن قبول ہوگا یا نہیں؟ میرے حسن کا فیصلہ شوہر کے ہاتھ میں ہے تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ گذارا تو شوہر کے ساتھ ہے اسی کی نظر کا فیصلہ اصل فیصلہ ہے۔ اِس لڑکی سے بھی اُس کی عقل خراب ہے جو اپنے مالک کے فیصلہ سے قبل

نوٹ :۔ یہ مطبوعہ پرچہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی سے مفت حاصل کریں۔

دنیا میں خود کو اچھا سمجھ رہا ہے اور چند انسانوں کی تعریف سے بے وقوف ہو گیا جبکہ قیامت کے دن کا فیصلہ باقی ہے جو اصل فیصلہ ہو گا۔ اس سے قبل اپنے کو اچھا اور بُرا سمجھنا انتہائی بے عقلی اور بے وقوفی ہے۔

سید سلیمان ندوی ؒ نے کیا عمدہ شعر کہا ہے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے + وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے۔

جو شخص لوگوں کی تعریف سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے گھوڑے کی لاتوں کی شرارتوں سے تنگ آکر دلال کو فروخت کرنے کے لئے دیا۔ دلال نے بازار میں اس گھوڑے کی خوب جھوٹی تعریفیں لوگوں کو سنانی شروع کیں۔

اس بے وقوف نے کہا کہ جب اس میں یہ خوبیاں ہیں تو ہم نہیں فروخت کرتے۔ حالانکہ تمام عمر اس گھوڑے کی خباثت اور شرارت کا تجربہ بھول گیا۔ اسی طرح جو مدتوں اپنے نفس کی شرارتوں اور معاصی سے واقف ہے کسی کی تعریف سے اس کا اپنے نالائق نفس کو لائق سمجھنا نہایت درجہ کا گدھا پن اور حماقت ہے۔

عجب اور کبر کی بیماری سے انسان حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اپنی ہر صفت کو یعنی علم اور دولت اور حسن وجمال یا صحت کو حق تعالیٰ شانہٗ کا عطیہ سمجھنا چاہیئے اور اس کو اپنی ذاتی صفت سمجھ کر اس پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے سامنے ایک آئینہ نکال کر اپنی ہی آنکھ ناک دیکھ رہا ہو تو ایسے عاشق کو اس کا محبوب دھکے دیکر نکال باہر کریگا۔

عجب اور کبر کا مرض دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ:۔

جو اپنے کو مٹاتے اور تواضع اختیار کرے تو حق تعالیٰ اس کو عزت اور

بلندی عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر مخلوق کی نظر میں با عزت اور کبیر ہوتا ہے۔

اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل فرماتے ہیں پس وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ مخلوق کی نظر میں وہ سور اور کتے سے بدتر ہوتا ہے۔

(بیہقی)

علاج کبر از مرقاۃ

اذا رأی من هو اکبر منه سناً قال هو خیر منی لانه اکثر منی طاعة واسبق منی ایماناً ومعرفة وان رأی اصغر منه قال انه خیر منی لانه اقل معصیة۔

ترجمہ

جب اپنے سے بڑی عمر والے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ ہم سے بہتر ہیں کیونکہ ان کی طاعات ہم سے زیادہ ہیں اور ایمان و معرفت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اگر اپنے سے عمر میں چھوٹے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں کیونکہ ان کی معصیت مجھ سے کم ہے۔ (مرقاۃ ج ۵ ص۷۷)

اہل اللہ اور مشائخ کی صحبت کے

برکات اور فوائد

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ، ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کی راہ آسان ہونے کا نسخہ کاملین کی صحبت اختیار کرنا ہے۔

کاملین کی صحبت کتنی ہو؟

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ کاملین کی صحبت میں اس اہتمام سے رہو کہ ان کے اخلاق و اعمال حسنہ تمہارے اندر جذب ہو جائیں۔

خالطوھم لتکونوا مثلھم فکل قرین بالمقارن یقتدی۔ (ص ۵٦ ج ۱۱)

باب مخالطتہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ طالب اور شیخ دونوں ہی طرف سے افادہ اور استفادہ کے لیے مصاحبت کا اہتمام ہو اور طالب مرشد کے کمالات کو جذب کر سکے۔

یہاں تک جذب کر لوں کاش تیرے حسن کامل کو
تجھی کو سب پکار اٹھیں گذر جاؤں جدھر ہو کر

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

مشکوٰۃ ص۴۲۷

ترجمہ:۔ ہر آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوجاتا ہے اس لئے غور کرلے ہر ایک کہ ہم کس سے دوستی کرتے ہیں!

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے دوست کے دین پر کیوں ہوجاتا ہے اس کی تفہیم اور توضیح کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہ نقل فرماکر الامام الغزالیؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔

مجالسة الحریص ومخالطته تحرك الحرص و مجالسة الزاهد ومخالطته تزهد فی الدنیا لان الطباع مجبولة علی التشبه والاقتداء بل الطبع یسرق من الطبع من حیث لایدری هل

موقاۃ ج۹ ص۲۵۷

ترجمہ:۔ مخالطت حریص کی حرص کو ابھارتی ہے اور زاہد کی مجالست دنیا کی بے رغبتی پیدا کرتی ہے کیونکہ انسان کی طبیعت نقل اور اقتداء کے فطری تقاضے پر پیدا کی گئی ہے بلکہ طبیعت دوسری طبیعت کے عادات اور خصائل کو غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر چوری کرلیتی ہے۔

کیا اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا

اشرف علی تھانوی رحؒ نے فرمایا کہ تزکیہ فعل متعدی ہے فعل لازم نہیں جو خود اپنے فاعل سے تمام ہو، پس تزکیہ کوئی بھی اپنے نفس کا خود نہیں کر سکتا جب تک کہ کوئی تزکیہ کرنے والا نہ ہو۔ فعل متعدی فاعل اور مفعول یہ دونوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے حضرت حکیم الامت رحؒ کا فتویٰ امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۳۹ باب السلوک میں حسب ذیل ہے۔

حاصل سوال میری عمر ۲۴ سال ہے میں ایک حامل شریعت واقف طریقت بزرگ سے بیعت ہوں اور اصلاح نفس کے لئے ان کی خدمت میں جایا کرتا ہوں میرے والد صاحب منع کرتے ہیں کیا اس صورت میں ان کی خدمت میں جانے سے باپ کی یہ نافرمانی گناہ ہے اور باپ حق پر ہے یا خطا پر؟

جواب منجیات قلبیہ کی تحصیل اور مہلکات قلبیہ کا ازالہ واجب ہے اور تجربہ سے اس کا طریق حضرات کاملین مکملین کی صحبت اور ان کی تعلیم پر عمل کرنا ثابت ہوا ہے اس لئے بحکم مقدمۃ الواجب واجب یہ بھی ضروری ہے اور ترک واجب میں والدین کی اطاعت واجب نہیں

قال علیہ السلام لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق

البتہ اگر اس مرشد میں خدانخواستہ کوئی شرعی فساد ہے تو اس کی صحبت سے بچنا واجب ہے،، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۶ / محرم ۱۳۲۶ھ

اہل اللہ کی نظر کے برکات اللہ والوں کی نظر میں برکت اور کرامت اور تاثیر کے متعلق حضرت ملّا علی قاری رحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے۔ أَفَاَسْتَرْقِیْ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَاِنَّهٗ لَوْ كَانَ شَیْءٌ سَابِقُ الْقَدْرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ۔ (رواہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر برحق ہے تو جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو اللہ والوں کی اچھی نظر کیسے نہ لگے گی۔ اکبر الٰہ آبادی نے خوب فرمایا ہے

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ:۔

قلت وضد هذا العين نظر العارفين فانه من حيث التاثير الا كسير يجعل الكافر مومناً و الفاسق صالحاً والجاهل عالماً والكلب انساناً وهذا الانهم منظورون بنظر الجمال والاغيار تحت استار نظر الجلال۔ (مرقاة ج ۹ ص ۳۶۴)

ترجمہ:۔ جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو عارفین اللہ والوں کی نظر کیسی تاثیر والی ہوگی جو کافر کو مومن، فاسق کو ولی، جاہل کو عالم، کتے کو انسان بناتی ہے کیونکہ یہ حضرات حق تعالیٰ کی نظر جمال کے منظور نظر ہیں اور اغیار نظر جلال کے پردوں کے نیچے محجوب ہیں۔

حیات ایمانی اہل اللہ چونکہ کثرت ذکر اللہ کا دوام رکھتے ہیں اور

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں حدیث مثل الذی یذکر ربہ..... کی شرح میں کہ وفی الحدیث ایماء الی ان مداومۃ ذکر الحیّ الذی لا یموت تورث الحیاۃ الحقیقی التی لا فناء لہا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اہلُ اللہ کی صحبت جنّت کے باغ ہیں

حدیث پاک میں ہے جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو کچھ کھا پی لیا کرو۔

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا۔ (مشکوٰۃ)

ای اذا مررتم بجماعۃ یذکرون اللہ تعالیٰ فاذکروا اللہَ اَنْتُمْ ایضا موافقۃً لہم فانہم فی ریاض الجنۃ۔

ترجمہ:۔ جب تم جنت کے باغوں میں سے گذرو..... الخ

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں یعنی جب گذرو تم ایسی جماعت کے ساتھ جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہو جاؤ تاکہ ان کی موافقت کا شرف حاصل ہو کیونکہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں (مرقاۃ ج ۹ ص ۲۶۰)

اہل اللہ کی صحبت کی برکتوں کے منکرین علامہ آلوسیؒ کی نظر میں

ومن ھنا نھی المشایخ اھل اللہ تعالیٰ المریدین عن موالاۃ المنکرین لان ظلمۃ الانکار العیاذ باللہ تعالیٰ ظلمۃ الکفر وربما تراکمت فسدت طریق الایمان

ومن یفعل ذالک فلیس من ولایة الله تعالٰی فی شی معتد
بہ اذ لیس فیہ نوریۃ صافیۃ یناسب بہا الحضرۃ الالٰہیّۃ
(روح المعانی ج ۳ ص ۱۴۱)

ترجمہ :- لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ کی تفسیر کے بعد من باب الاشارات فی الآیات کے ذیل میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو لوگ منکرین ہیں اللہ والوں کے فیوض اور برکات کے ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی مشایخ اپنے مریدین کو منع کرتے ہیں کیونکہ یہ ظلمت انکار نہایت شدید ہے کہ بسا اوقات یہ ظلمت تہہ بہ تہہ جمتی ہوئی ورطۂ حیرت میں غرق کر دیتی ہے اور ایمان کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ کی بارگاہِ قرب سے کوئی حصہ معتد بہ نہیں حاصل ہوتا۔ کیونکہ یہ منکرین اس نورِ صاف سے محروم ہوتے ہیں جس کی قدرِ مشترک سے بارگاہِ حق سے ارواح کو مناسبت حاصل ہوتی ہے

صراطِ مستقیم اور اہل اللہ کی صحبت و رفاقت

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ

فرماتے تھے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے بعد صراط الذین انعمت علیہم سے ضالین تک کی آیات صراطِ مستقیم کی تفسیر اور بیان ہے اور انعام والوں کی نشاندہی دوسری آیات میں فرمائی گئی کہ وہ منعم علیہم انبیا، صدیقین اور شہدا اور صالحین ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ط۔ یہ آخری جملہ بھی بتاتا ہے کہ ان حضرات سے حسن رفاقت حاصل کرو۔ اگرچہ جملہ خبریہ ہے لیکن ہر جملہ خبریہ میں جملہ انشائیہ بھی پوشیدہ

ہوتا ہے۔ بابا فرید عطارؒ نے جو فرمایا تھا کہ

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

اس شعر میں لفظ رفیق اسی آیت سے لیا ہے۔ اللہ والوں کے الفاظ الہامی ہوتے ہیں۔

ترجمہ :۔ بدون رفیق اور رہبر جس نے حق تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھا تمام عمر گذر گئی مگر عشقِ حق کی حقیقت سے آگاہی نہ ہوئی۔

مطلق رفاقت کافی نہیں حُسنِ رفاقت مطلوب ہے

حضرت پھولپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا سے ان حضرات کا بہترین رفیق ہونا بیان ہوا لیکن ساتھ ہی یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ ان کا نفع کامل انہیں کو حاصل ہو گا جو ان سے دوستی اور رفاقت میں اخلاص اور جمال رکھتے ہیں یعنی حسنِ رفاقت کا تعلق رکھتے ہیں جس کو اتباع سے تعبیر کیا جاتا ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہماری طرف متوجہ ہیں ہمارے درباری ہیں ان کی اتباع کرو۔ معلوم ہوا کہ تعلق صرف محبت کا کافی نہیں اتباع کا مطلوب ہے۔

حضرت مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اتباع کی عجیب برکت ہے کہ اصل تو متبوع اور حسن رفاقت کے اہل انبیاء علیہم السلام ہیں مگر ان کی اتباع کی برکت سے انہیں کی ذاتِ مقدسہ پر صدیقین اور شہداء و صالحین کو بھی عطف کر دیا گیا ہے اتباع کی شان اور اس کے برکات دیکھو کہ معصومین پر غیر معصومین کو عطف کیا گیا اور پھر پورے

مجموعہ کے لئے وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيقًا کا حکم لگایا گیا کہ یہ تمام حضرات بڑے اچھے رفیق ہیں۔ سبحان اللہ معطوف کا قواعد نحو سے ایک ہی حکم ہوتا ہے پس منعم علیہم کا صدق ہر ایک پر الگ الگ ہو سکتا ہے۔ عشق اور محبت اور اتباع کا یہ انعام ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اب مرا نام بھی آئیگا ترے نام کے ساتھ

منعم علیہم صراط مستقیم کے بدل الکل ہیں

تفسیر بیان القرآن میں حکیم الامت تھانوی رح نے عربی حاشیہ میں روح المعانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ صراط مستقیم ترکیب نحوی کے اعتبار سے مبدل منہ ہے اور صراط الذین انعمت علیہم بدل الکل ہے اور بدل کی ترکیب میں مقصود بدل ہی ہوتا ہے پس انعام والوں کا راستہ ہی اصل مقصود ہوا جس پر چلنے کے لئے ان کے ساتھ حسن رفاقت کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث مبارک میں ہے کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ تو ان حضرات سے خلّت اور دوستی اور نسبت کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہوا۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رح نے فرمایا تھا کہ ایک بزرگ سے کسی عالم نے دریافت کیا کہ صحبت اہل اللہ کیوں ضروری ہے کیا کتابیں کافی نہیں تو فرمایا کہ آپ صحابی کیوں نہیں ہیں۔ کہا صحابی کے لئے نبی کی صحبت ضروری ہے پھر فرمایا کہ آپ تابعی بن جائیے۔ کہا کہ تابعی کے لئے صحابی کی صحبت کی ضرورت ہے۔ فرمایا اچھا تبع تابعی بن جائیے کہا اس کے لئے تو تابعی کی صحبت ضروری ہے۔ پھر ان عالم صاحب نے کہا کہ حضرت ہم سمجھ گئے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی   مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

صحبت کے برکات کی حسّی مثالیں

(۱) حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے احقر نے عرض کیا کہ دیسی آم کی قلم جب لنگڑے آم سے لگاتے ہیں تو وہ دیسی آم بھی اس کی صحبت کے فیض سے لنگڑا آم بن جاتا ہے اسی طرح دیسی دل اللہ والے دل کی صحبت سے اللہ والا بن جاتا ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ لنگڑا دل اور بگڑا دل جب اللہ والے دل سے پیوند کھا جاتا ہے تو اس کے برکات صحبت سے وہ تگڑا دل بن جاتا ہے یعنی نہ یہ کہ وہ صرف صالح بن جاتا ہے بلکہ مُصلح بھی بن جاتا ہے۔

(۲) دوسری مثال تِل کی ہے۔ تل جب گلاب کی صحبت سے فیض پا کر گل روغن بن جاتا ہے تو تِل کے تیل کا نام بدل جاتا ہے اور دام بھی بدل جاتا ہے اب اس کو روغنِ گل کہتے ہیں۔ حضرت رومیؒ فرماتے ہیں۔

روغنِ گُل روغنِ کنجہ نماند
آفتابے دید او جامد نماند

ترجمہ۔ تل کا تیل اب روغنِ گل ہو گیا۔ برف نے آفتاب دیکھا وہ پانی ہو گیا اب جامد نہ رہا اس کو اب برف نہ کہو۔

صحبت کے باوجود نفع نہ ہونے کی وجہ

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صحبت کے ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے دیکھو تِل کو اگر مجاہدہ نہ کرایا جاتے اور رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی نہ چھڑائی جاوے تو گلاب کے پھول کی خوشبو اس کے اندر جذب نہ ہو گی پس سالک کو التزامِ ذکر اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور اطلاع و

واتباع کا تمام مجاہدہ برداشت کرنا ہوگا۔ مجاہدہ سے جذب فیض کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جتنا قوی مجاہدہ ہوگا اتنا ہی جذب فیض قوی ہوگا۔ "المشاھدۃ بقدر المجاھدۃ" اور ہوائی جہاز کی مثال دی کہ دیکھو کتنا قوی مجاہدہ ہے جان اور مال دونوں کا مجاہدہ ہے مگر پھر کتنی جلدی منزل پر پہنچا دیتا ہے اگر مجاہدہ نہ ہو تو پائلٹ کا لڑکا بھی محروم رہے گا اور ہوائی جہاز پر نہ جا سکے گا۔

تیسری مثال

جس زمین پر محنت کی جاتی ہے مالی اور باغباں تربیت کرتا ہے وہاں کیسے کیسے پھول پیدا ہوتے ہیں اور جس زمین پر محنت نہ کی جاوے کوئی اس کا مربی اور مالی نہ ہو تو وہاں گندگی اور کانٹے اور غیر مفید گھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دل کی زمین کا حال ہے جس نے اپنے دل کی زمین کو کسی اللہ والے کے سپرد کر دیا اس کی تربیت کے فیض سے محبتِ الٰہیہ اور خشیتِ الٰہیہ اور تقویٰ کے کیسے کیسے پھول اور خوشنما پودے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحؒ اسی کو فرماتے ہیں ؎

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد

فرمایا کہ دو عالم ہمارے پاس ہوں ایک تربیت اور صحبت یافتہ ہو دوسرا صحبت یافتہ نہ ہو۔ پانچ منٹ میں ہم خود بتا دیں گے کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ صحبت یافتہ نہیں .. بدون تربیت یافتہ

مولوی کے ہر لفظ میں آنکھوں کے تیور ہیں، کندھوں کے نشیب و فراز میں رفتار میں گفتار میں کبرِ نفس کے آثار ہوں گے۔ اور جس نے نفس کو صحبت اہل اللہ کے ذریعہ مٹایا ہے اس کی ہر بات، ہر ادا میں عبدیت فنائیت اور تواضع کے آثار ہوں گے۔

حضرت مولانا پھولپوری رحؒ کا ارشاد

حضرت والا احقر سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ عالِم بدون اصلاح و تربیت کے نفس کا کچّا ہوتا ہے لیکن یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عابد جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے صاحبِ نور ہو جاتا ہے اور عالم جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ علم کا نور اور ذکر کا نور دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحؒ کا ارشاد

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شجاعبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم دورۂ حدیث سے فارغ ہوتے تو حضرت کشمیری صاحب رحؒ نے ہم سب طلبار کو جمع کرکے نصیحت کی اور فرمایا کہ دیکھو خواہ کتنی بار ختم بخاری شریف کرلو مگر جب تک اللہ والوں کی جوتیاں نہ سیدھی کرو گے اور ان کی صحبت نہ اختیار کرو گے حقیقت اور روحِ علم سے محروم رہو گے اور جوش میں فرمایا اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرّات سلاطین دنیا کے تاجوں کے موتی سے افضل ہیں۔

علامہ قشیری رحؒ کا ارشاد

امام ابو القاسم قشیری رحؒ اپنی مشہور کتاب رسالہ قشیریہ میں ضرورتِ صحبتِ اہل اللہ

کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

مرید پر واجب ہے کہ شیخ سے ادب تعلیم و تربیت حاصل کرے اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا اس کا رہبر شیطان ہوگا یعنی اس کے کہنے پر چلے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابو علی دقاقؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو درخت خود رو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا۔ یہی حال اسکا ہوتا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا پس رفتہ رفتہ وہ اپنی خواہش نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہو سکتی۔

ارشاد حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ مصنف تفسیر مظہری

یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگرد اور حضرت مرزا جانِ جاناںؒ کے خلیفہ ہیں اپنی کتاب مالابد منہ میں فرماتے ہیں۔

نورِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم را از سینۂ درویشاں باید جُست

ترجمہ:۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نور باطن بزرگوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد

فرمایا سو برس کی اخلاص والی عبادت سے اہل اللہ کی ایک ساعت کی صحبت کیوں افضل ہے؟ اس لئے کہ اخلاص ملتا ہی ہے ان حضرات کی صحبت کی برکت سے۔ تو سو برس کی عبادت اخلاص والی کہاں سے ملے گی؟ انہی حضرات کی صحبت کی برکت سے تو ملے گی!

حضرت خواجہ معصوم باللہؒ کا ارشاد

یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قرب خاص جس کا نام نسبت ہے یہ چیز ابن عالم اسباب میں حضرات صوفیہ ہی کے طریق پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ ان بزرگوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا اور نہ غیر کو بلکہ سب سے یک لخت خالی ہو گئے (اور جس سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اور جس سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رکھتے ہیں) اور جب تک نسبت مع اللہ قلب میں خوب راسخ نہ ہو جاتے مرشد سے دوری اور جدائی اختیار نہ کرے ورنہ نسبت مع اللہ میں کمزوری پیدا ہو جاوے گی اور اس کمزوری کے سبب معصیت اور گناہ کا ارتکاب ہو گا جس سے دل تاریک اور اندھیرا ہو جاوے گا۔

ارشاد علامہ سید سلیمان ندویؒ

حضرت فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی محبت اور صحبت سے بڑھ کر کوئی تدبیر مؤثر نہیں۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں علامہ موصوف نے یہ حدیث پیش فرمائی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ " (جواہر البخاری ص۵۲)

ترجمہ:۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ کے عاشقین کی محبت کا اور اس عمل کا جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والا ہو۔

علامہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ والوں کی محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال سے مقدم فرما کر یہ تعلیم بھی ہم کو فرما دی کہ اعمال کی توفیق اور ہمت اہل اللہ ہی کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے۔

حضرت رومیؒ کا ارشاد

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ بھی ہو جاوے اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے۔

بے عنایاتِ حق پر خاصانِ حق کی عنایات کا عطف، عطف تفسیری اور عطف بیانی ہے۔ مولانا نے عنایاتِ حق جو عالم غیب سے متعلق غیر محسوس اور غیر مبصر نظری ہے اس پر خاصانِ حق کو عطف فرما کر اس نظری کو بدیہی اور مبصر بنا دیا۔ کیا علوم ہیں۔ عالم غیب کو مولانا نے عالم شہادت بنا دیا۔ یعنی جس بندے پر دیکھو کہ اہل اللہ کی عنایاتِ خاصہ ہیں تو سمجھ لو کہ اس پر عنایاتِ حق مبذول ہیں۔

اور اگر روئے زمین کے تمام اہل اللہ کسی مرد کو مردود کر دیں تو سمجھ لو کہ یہ شخص خطرہ میں ہے۔

ارشاد شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد نے ہم کو تحریر فرمایا کہ ملائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ اے بیٹے خشک ملا اور بدون تربیت نہ رہنا۔ شیخ نے اس نصیحت کے بعد باضابطہ تعلق مرشد سے قائم کر کے اپنی تربیت و اصلاح کا اہتمام فرمایا۔

ارشاد حضرت ملا علی قاریؒ

محدث عظیم شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں

کہ مرید اپنے شیخ کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اگرچہ اپنی عبادت کی مقدار زیادہ پائے اور جو اعتراض کرے گا اپنے شیخ پر کبھی فلاح نہ پائے گا۔

فیہ تعلیم للمرید بان لا ینظر الی الشیخ بعین الاحتقار وان رأی عبادتہ قلیلۃ فلیظھر عددہ ولیلم نفسہ ان جری فیھا انکار علی شیخہ لان من اعترض علی شیخ لم یفلح ابدًا۔ (مرقاۃ جلد ۱ صـ۲۳۰)

شیخ ملا علی قاریؒ نے یہ تشریح حدیث کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا اِلٰی فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ کے ذیل میں ارقام فرمائی ہے عبارت مذکورہ سے اہل اللہ کی صحبت کے حقوق کا اہتمام ملا علی قاریؒ نے بیان فرمایا ہے۔

ارشادِ رومیؒ

خم کہ از دریا درو راہے شود
پیشِ او جیحو نہا زانو زند

ترجمہ:۔ جس مٹکے کو سمندر سے تعلق خفیہ حاصل ہو اس کے سامنے بڑے بڑے دریا شاگرد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس مٹکے کا پانی خشک نہ ہوگا اور دریا خشک ہو سکتے ہیں۔

اسی حقیقت کو حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں۔

ارشاد حکیم الاُمّت تھانویؒ

فرمایا کہ وہ عالم جو اہل اللہ کی صحبت میں تکمیل سلوک کر کے صاحب نسبت ہو جاتا ہے اور عالم ظاہر غیرہ احب نسبت کے علوم میں فرق کی ایسی مثال ہے جیسے ایک حوض کا پانی ہے جو خشک ہو جاتا ہے اور ایک اس چشمہ کا پانی جس کے اندر نیچے تک گہرا کھودا گیا اور سوتا نکل آیا تو اس کا پانی کبھی ختم

نہ ہوگا پس یہ دوسری مثال عالم صاحب نسبت کے علم کی مثال ہے اور اول مثال عالم ظاہر کے علم کی ہے۔

دعا جلال الدین رومیؒ

قطرۂ علمے کہ دادی تو زپیش
متصل گرداں بدریاہائے خویش

یا غیاث المستغیثین اھدنا
لا افتخار بالعلوم والغنیٰ

ترجمہ:۔ اے خدا آپ نے جو علم کا قطرہ جلال الدین رومی کی جان میں عطا فرمایا ہے اس قطرۂ علم کو اپنے غیر محدود دریائے علم سے متصل فرما دیجئے۔ اے فریاد سننے والے فریاد کرنے والوں کی فریاد کے مجھ کو ہدایت دیجئے اور ہدایت پر قائم بھی رکھئے۔ ہم کو اپنے علم پر کوئی بھی فخر نہیں اور نہ ہم علم کے سبب آپ کی عنایات سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔
یعنی اگر آپ کا کرم شامل حال نہ ہو تو علم ہوتے ہوتے بے عملی میں اہلِ علم مبتلا ہو جاتا ہے۔

تربیت اور صحبتِ اہل اللہ کی تفہیم کے لئے دو عجیب و غریب مثالیں۔

آملہ کے دو دانے درخت سے گرے ایک حلوائی نے ایک دانے سے گذارش کی کیا آپ کو مُربّہ بنا دوں۔ آملہ نے سوال کیا مُربّہ کیسے بناتے ہو۔ حلوائی نے کہا کہ ہم آپ کے جسم کو سوئی سے چبھو چبھو کر آپ کے اندر سے کسیلا پانی نکال دیں گے پھر پانی میں جوش دیں گے یہاں تک کہ آپ کا ذرہ ذرہ پک کر نرم ہو جاوے گا پھر شیرہ میں ڈال دیں گے اور آپ کو

مرتبان میں سجا کر رکھا جاوے گا اور حکمار آپ کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر مریضوں کو کھلائیں گے۔ مفتی اعظم اور وزیر اعظم بھی کھائیں گے۔ جن کا دل کمزور ہو گا دل کی طاقت کے لئے آپ کو تجویز کیا جائے گا آپ مقوی قلب ہوں گے۔ یہ سن کر ایک آملہ نے اپنی تربیت سپرد کر دی دوسرے نے ازراہِ تکبر انکار کیا اور کہا یہ مجاہدہ ہم سے برداشت نہ ہو گا۔ تربیت یافتہ آملہ مربّہٗ آملہ بن کر ایک روپے کا ایک بکے گا اور انسانوں کے دلوں کو طاقت کے لئے عزت سے استعمال ہو گا۔ دوسرا بے تربیت یافتہ سورج کی شعاعوں سے خشک اور سیاہ رو ہو کر جھاڑو سے اکٹھا ہو کر بوروں میں ٹھونس کر بنیوں کے یہاں پھینک دیا جائے گا۔ صورت اور سیرت دونوں مسخ ہوں گی۔ بہت قیمت لگے گی تو گھٹیا دام سے تربھلا کے نام سے بکے گا اور کسی کو قبض ہو گا یا قبض سے ابخراتِ ردّیہ اعضاء رئیسہ کی طرف صعود کریں گے تو اس کندۂ ناتراش بے تربیت آملہ کا سفوف کھلا دیا جائے گا اور آنتوں سے پاخانہ ڈھکیلنے کی خدمت سپرد ہو گی۔ لوگوں کا قبض دفع کرنے کی خدمت مثل جمعدار سپرد کر دی جائے گی۔ یہ ہے استغناء عن اہل الحق اور تکبر کا انجام۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہر کہ خود را دید او محروم شد

اسی طرح دوسری مثال بھی عجیب ہے۔ چمن میں صبح صبح نسیم سحری باغوں کی کلیوں کو تھپیڑوں کا مجاہدہ کرا کے ان کی سیل د مہر توڑ دیتی ہے اور وہ شگفتہ ہو کر اپنی اندرونی خوشبو کی امانت کو اندرونِ چمن اور بیرونِ چمن پھیلا کر خرامانِ چمن کو مست و سرشار کرتی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی ؒ نے اس حقیقت کو اپنے اس شعر میں خوب بیان فرمایا ہے

؎ بوئے گُل سے یہ نسیم سحری کہتی ہے
حُجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آسیر کو چل

احقر کا بھی اس مضمون پر شعر ہے

؎ غنچہ سہتا ہے چمن میں سختیٔ بادِ سحر
اس کے دامن میں عطا ہوتی ہے پھولوں کی مہک

اس حقیقت پر احقر کے چند اشعار فارسی میں جو معارفِ مثنوی میں طبع ہوئے ہیں۔

(۱) بوئے خوش از غنچہ کے آمد بروں
تا نہ شد پیشِ نسیمے سر نگوں

(۲) جانِ تو چوں غنچہ اے طالب بداں
اندرونش دردِ حق دارد نہاں

(۳) چوں بگیری صحبت اہلِ نظر
غنچہ بکشاید نسیم آں سحر

(۴) گر نگیری از تغافل راہبر
کے شوی از غنچہ تو گلہائے تر

(۵) غنچہ را ایں کر و فر در انجمن
ہست از فیض نسیمے در چمن

ترجمہ:

(۱) کلی سے اچھی خوشبو کب ظاہر ہوئی جب تک بادِ نسیم کے سامنے زانوئے استفادہ نہ رکھا۔

(۲) اے طالب تیری جان مثل کلی اپنے اندر در دِ حق کی خوشبو پوشیدہ رکھتی ہے۔

(۳) تو جب اہل نظر کی صحبت اختیار کریگا تو یہ صحبت تیری روح کی کلی کو شگفتہ کر دے گی اس کی صحبت مثل نسیم سحری ہے

(۴) اور اگر غفلت سے کسی رہبر کو نہ پکڑا تو تیری کلی کیسے گلِ تر ہوگی

(۵) اے مخاطب اگر انجمن میں تو کسی کلی کو خلعت گل میں آراستہ اس کا کر و فر مشاہدہ کرتا ہے تو یقین کرلے کہ چمن میں نسیم سحری کا فیض اس کو پہنچا ہے۔

حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز کے بعد جب خاص قرب حق کی خوشبو اپنی جان میں محسوس کرتے تھے تو یہ شعر خاص وجد سے گنگناتے تھے۔

باد نسیم آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زُلفِ یار ہے

حضرت رومیؒ نے بھی اس خوشبوئے قرب خاص کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

بوئے آں دلبر چوں پرّاں میشود
ایں زباں ہا جملہ حیراں میشود

ترجمہ:۔ اس محبوب حقیقی کی خوشبو اڑکر میری روح میں محسوس ہوتی ہے تو اس کی لذت کیف آفریں کے بیان کے لئے مجھے تمام زبانیں قاصر نظر آتی ہیں اور حقیقت ہے کہ لطف غیر محدود کو زبان محدود کیسے تعبیر کر سکتی ہے۔

حضرت اصغر گونڈوی استادِ جگرؒ نے بھی اس مقام کو خوب تعبیر کیا ہے

ترے جلووں کے آگے ہمت شرح وبیاں رکھدی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھدی

حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کی صحبت سے قبل نفس کی شرارت سے یہ حال تھا۔

ہے شوق و ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
ہیں دل کو دل ہے مجھ کو پریشاں کئے ہوتے

پھر فیضانِ صحبت کے بعد کیا حال ہوا خود حضرت خواجہ صاحب نے اپنا یہ حال اس طرح فرمایا ہے:۔

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمال حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنادیا

آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا۔

مجذوبؔ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

ایک سبق آموز واقعہ

ایک پٹرول کی ٹنکی والا ٹرک کا ڈرائیور پٹرول پمپ سے چند گیلن پٹرول خرید رہا تھا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا دیکھو بیس ہزار گیلن پٹرول اس کی پیٹھ پر ہے مگر اس کے انجن میں پٹرول نہ ہونے کے سبب یہ ٹرک چل نہیں سکتا اور چند گیلن پٹرول کا استفادہ کر رہا ہے اسی طرح علوم کی کثرت کا حال ہے جب تک دل میں خشیت اور محبت

کا پٹرول نہ ہو اپنے علوم پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ اسی محبت اور خشیت کا پٹرول لینے کے لئے حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت تھانویؒ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں گئے تھے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے چند ارشادات متعلق صحبت اہل اللہ" از ملفوظات کمالات اشرفیہ"

۔ فرمایا کہ محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کر دے۔

؎ آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورت طلا شد (ص ۵۸)

۔ فرمایا کہ اصل چیز اصلاح کے لئے صحبت ہے، اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ صحابہ کو جو کچھ ملا صحبت ہی سے ملا۔ (ص ۱۷۲)

۔ فرمایا بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ہے۔ (ص ۱۰۷)

۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب بننا چاہتے ہو تو اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی باطناً بھی اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اللہ والوں کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیر موجودگی میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ (ص ۳۷)

۔ فرمایا کہ اہل اللہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ان حضرات نے اپنے کو جتنا مٹایا خدا تعالیٰ نے ان کو اتنا ہی چمکایا۔ تواضع میں جذب وکشش کی خاصیت ہے۔ متواضع کی طرف قلوب کو خود

انجذاب ہوتا ہے بشرطیکہ صحیح تواضع ہو تصنع اور بناوٹ نہ ہو اہل اللہ کے اندر کشف و کرامت سے زیادہ جو چیز دلکش و دلربا ہوتی ہے وہ ان کے تواضع کے واقعات ہیں بے شک تواضع سے وہ رفعت حاصل ہوتی ہے جو تصنع سے کبھی بھی نہیں ہوتی ۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ط (ص ۳۵)

- فرمایا کہ اصلاح کا کوئی منتہیٰ نہیں ہے اس لئے جب ایسا خیال ہو کہ اب میری اصلاح ہو چکی ہے اور اس پر اطمینان بھی ہو تو یہ غلط ہے (ص ۹۰)

- فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت سے نفع ہونے کے چار وجوہ ہیں

۱- ان کی صحبت میں برکت ہے جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے ۔ (ص ۲۴۲)

۲- ان کی مجلس میں ایسے ملفوظات ہوتے ہیں جن سے نفس کے رذائل کا علم ہوتا ہے ۔

۳- آنے والوں کے لئے یہ حضرات ان کی اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں

۴- انسان کی طبیعت میں نقل اخلاق و اعمال کا خاصہ ہے جس کے سبب بزرگوں کے پاس رہنے سے عشقِ حق اور خوف خدا ان کے دل سے طالب کے دل میں خود بخود منتقل ہونے لگتا ہے اور ان کے اعمال صالحہ کی نقل کی توفیق بھی ہونے لگتی ہے ۔

- فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر مشغول رہنے میں اور دور رہ کر مشغول رہنے میں ایسا فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہ کر

علاج کرا دے اور دوسرے محض خط و کتابت کے ذریعہ علاج کرا دے
ظاہر ہے کہ نفع میں زمین و آسمان کا فرق ہو گا۔ (صد ۱۸۳)

۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا کہ جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ تو خود لکھے پڑھے ہیں وہاں کیا چیز ہے جس کے لئے جاتے ہیں وہ کونسی بات ہے جو کتابوں میں نہیں ہے۔ فرمایا کہ اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ ایک شخص کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست ہے مگر اس نے چکھی نہیں ایک وہ شخص ہے کہ نام ایک مٹھائی کا بھی نہیں جانتا مگر ہاتھ میں سب لئے ہوئے کھا رہا ہے اب بتاؤ کون محتاج ہے کس کا۔ (صد ۳۰۷)

۔ فرمایا گناہوں کی عادت چھوڑنے کے تین گر ہیں :۔
۱۔ خود ہمت کرے۔ ۲۔ حق تعالیٰ سے ہمت طلب کرے۔
۳۔ خاصانِ حق سے ہمت کی دعا کراتے۔

احقر اختر عرض کرتا ہے تیسرے جزء کے متعلق روح المعانی میں ایک عبارت ملی جو اہل علم کے لئے قابل توجہ ہے۔ صَلِّ عَلَیْہِمْ کی تفسیر یوں کی ہے ای بامداد الھمۃ و فیضان انوار الصحبۃ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے لئے ہمت کی دعا کا حکم دیا ہے پس خاصانِ خدا کی دعا کا مقام واضح ہو گیا۔ (روح المعانی پ ۱۱ صد ۲۵)

اہل اللہ کی صحبت میں برکت اور ان کی مجلس میں نزولِ رحمت پر تو تجربہ و مشاہدہ تواتر سے ثابت ہے۔ ملا علی قاری رحؒ ج ۵ صد ۱۹۵ پر رقمطراز ہیں :۔

وفیہ استجباب الدعاء عند حضور الصالحین
فان عند ذکرھم تتنزل الرحمۃ فضلاً عن
وجودھم وحضورھم۔

ترجمہ :۔ جب اللہ والوں کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے تو خود ان کی صحبت اور مجلس میں کس قدر رحمت برستی ہو گی۔

صحبت کے اثرات اکبر الٰہ آبادی کے کلام سے

یکے ذی العلم در اسکول روزے
فتاد از جانب پبلک بدستم
بدو گفتم کہ کفری یا بلائی
کہ پیشِ اعتقادات تو پستم
بگفتا مسلم مقبول بودم
ولے یک عرصہ با ملحد نشستم
جمال نیچری در من اثر کرد
دگرنہ من ہما شیخم کہ ہستم

فیض مرشد قرآن کی روشنی میں

مشایخ کی تربیت کو مریدین کی تکمیل میں کس قدر دخل عظیم ہے اس کے متعلق مسائل السلوک تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ ہو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (پ ۱۳ سورۃ ابراہیم)

(ترجمہ) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی

قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔

مسائل السلوک اسناد الاخراج الی النبی مع کون المخرج الحقیقی ھو اللہ اقوی دلیل علی ان للشیخ مدخلاً عظیما فی تکمیل المرید۔

ترجمہ:۔ ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا مخرج حقیقی تو صرف حق تعالے شانہ ہیں لیکن اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس اخراج کی نسبت کرنا نہایت قوی دلیل ہے اس بات کی کہ مرید کی تکمیل میں شیخ اور مرشد کو عظیم دخل ہے۔ (بیان القرآن)

ذکر اور فکر کے برکات و ثمرات

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ۔ ترجمہ :۔ اہل عقل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔ آیت سے قبل لاولی الالباب ہے۔ اور اہل عقل ہونے کی علامت اہل ذکر سے فرمائی گئی ہے۔

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ قوت فکریہ کی صحت نورِ ذکر پر موقوف ہے لان العقل لا یفی بالھدایۃ مالم یتنور بنور ذکر اللہ۔ کیونکہ عقل ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے جب تک اللہ کے ذکر کے نور سے منور نہ ہو۔ (روح المعانی پ ۴ صفحہ ۱۵۸)

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ذکر کو فکر پر مقدم فرما کر مفکرین کو تنبیہ فرما دی کہ تمہاری فکر کا جمود ہمارے ذکر کی گرمی سے دور ہوگا۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:۔

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن ۔ فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز ۔ ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

ترجمہ پس میں نے اس قدر بیان کر دیا باقی فکر کرو اور اگر فکر میں جمود ہو تو ذکر کرو۔ ذکر قوت فکریہ کو حرکت میں لاتا ہے اور فکر افسردہ کو آفتاب ذکر سے گرم کر دو۔

تنبیہ جو مفکرین اسلام ذکر اللہ سے غافل ہیں ان کی فکر پر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا جیسا کہ آیت مذکورہ سے تفسیر روح المعانی میں واضح کیا گیا ہے۔

علم عظیم حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ مسائل السلوک (بیان القرآن) میں ارقام فرماتے ہیں کہ یتفکرون فی خلق السمٰوٰت سے معلوم ہوا کہ فکر کا تعلق خلق سے ہے نہ کہ خالق سے جس کی وجہ حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے کہ:۔ تفکروا فی خلق اللہ ولا تتفکروا فی اللہ فانکم لم تقدروا قدرہ۔ یعنی مخلوق میں فکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو کیونکہ تم لوگ اپنی عقل محدود کی گرفت میں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود ذات کو نہیں لا سکتے ہو۔

(الترغیب والترہیب، اور روح المعانی پ ۴ ص ۱۵۹)

دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ قلیل محدود بھی کثیر محدود کو اپنے اندر لانے پر قادر نہیں۔ جیسا کہ ایک گلاس صراحی کو، صراحی مٹکے کو، مٹکا حوض کو، حوض نہر کو، نہر دریا کو، دریا سمندر کو اپنے اندر نہیں سمو سکتا۔ پھر غیر محدود کو محدود کیسے اپنے اندر لے سکتا ہے۔؟

شعر
عقل جس کو گھیر لے لا انتہا، کیونکر ہوا۔
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا۔ (اکبر الہ آبادی)

آیت مذکورہ کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔
ایک ساعت کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ ایک شخص نے لیٹے ہوئے ستاروں کو اور آسمان کو دیکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارا کوئی رب اور خالق ہے۔ اے اللہ مجھ کو بخش دیجئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر رحمت فرمائی اور اس کی مغفرت فرما دی۔

اس روایت کا متن یہ ہے۔
بینما رجل مستلق ینظر الی النجوم والی السماء فقال واللہِ انی لاعلم ان لک ربًا وخالقًا اللھم اغفرلی فنظر اللہ تعالیٰ لہٗ فغفرلہٗ۔ (روح المعانی جلد ۴ ص۱۵۹)

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ سبحان اللہ کیسی پیاری بات فرمائی ــــ احقر عرض کرتا ہے کہ ہر مخلوق کے اسم اور مسمّٰی میں فاصلے ممکن ہیں۔ مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کا محبت سے نام لیتا ہے لیکن اس کا بیٹا باپ سے ہزاروں میل دور ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی یہ عجیب شان ہے کہ جہاں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مسمّٰی بھی موجود ہوتا ہے وہ ایسے محبوب حقیقی ہیں کہ جن کے اسم اور مسمّٰی میں فاصلے نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے ــ مولانا رومی رحؒ فرماتے ہیں ؎
اللہ اللہ ذکر پاک نام دوست ۔ اسم اعظم از برائے قرب اوست

یعنی اسم ذات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے اسم اعظم ہے۔

؎ اللہ اللہ گو برو تا سقف عرش

اللہ اللہ کہتے جاؤ اور صاحب عرش سے رابطہ قائم کرتے جاؤ

کثرتِ ذکر پر وعدۂ فلاح

واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون ٥ (پ ۲۸ جمعہ)

ترجمہ:۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

صاحب جلالین نے تفلحون کی تفسیر تفوزون سے کی ہے یعنی ذکر کی برکت سے دونوں جہان میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

علامہ ابوزکریا محی الدین نووی رح نے شرح مسلم میں فلاح کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ لیس فی کلام العرب کلمۃ مفردۃ کالنصیحۃ والفلاح۔ نصیحت اور فلاح جیسا جامع لفظ کلام عرب میں موجود نہیں ہے۔ اور فلاح کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ:۔ المراد بالفلاح جمیع خیر الدنیا والآخرۃ۔ لفظ فلاح سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں مراد ہیں۔ (شرح مسلم للنووی رح ج ۲ ص ۳۷)

ذکر کے انوار شہوت نفسانیہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں

مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

اذکروا اللہ شاہ ما دستور داد　　اندر آتش دید و ما را نور داد

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اذکروا اللہ کا دستور عطا فرما کر تقاضائے شہوت کی پریشانیوں کا علاج بیان فرما دیا۔ یعنی شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھے گی بلکہ آگ میں آگ ڈالنے کے مترادف ہو گا۔ جیسا کہ دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا۔ پس ذکر اللہ کے نور سے ہی شہوت کی آگ بجھ سکتی ہے۔

ہزاروں بار گناہ کرنے سے بھی سکون نہیں مل سکتا

کیا گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضوں کو سکون مل سکتا ہے اور گناہ کی پیاس بجھ سکتی ہے۔؟

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دنیا بھر کے حسینوں پر بدنگاہی کرے مگر صرف ایک حسین باقی رہ جائے اور اس بدنظر سے معلوم کیا جاوے کہ پیٹ بھر گیا یا اس باقی کو بھی پیش کر دوں تو یہی کہے گا کہ وہ بھی دکھا دو۔ تو معلوم ہوا کہ گناہوں سے سکون حاصل کرنا ایسا ہے جیسے کہ آگ میں آگ ڈال کر بجھانے کی امید کرنا۔ اور گناہ کر کے گناہ کے تقاضوں میں سکون کی امید کرنا ایسا ہے جیسے پائخانہ کو پیشاب سے دھو کر طہارت کی امید کرنا۔ چنانچہ شہوت پرست اور صورت پسند لوگوں کی زندگی غور سے دیکھئے تو بہت ہی پریشان کن، بے چین بے سکون بے نیند و بے آرام نظر آئے گی۔

برعکس اہل ذکر، اہل اللہ کی صحبتوں میں بیٹھنے والوں کو کیسی پر سکون زندگی اور آرام کی نیند نصیب ہے۔

؎ آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
تیرے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے بندہ حق تعالیٰ کی رحمت کی گود میں ہوتا ہے۔ غشیتھم الرحمۃ کا عاشقانہ ترجمہ بزبان محبت احقر یہی کرتا ہے۔ ذکر کی مجلس والوں کو حق تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوش محبت میں پیار کرتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ فرماتے ہیں۔ کہ گناہوں کے تقاضوں

کی کشمکش کے ساتھ بندہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اگرچہ دل بے چین اور مشوش ہو۔ لیکن گناہ کر کے عارضی طور پر جو سکون سا ہو جاتا ہے اس وقت بدون تقاضائے گناہ بھی وہ خدا سے دور ہے کیونکہ یہ عارضی سکون نافرمانی کی راہ سے حاصل ہوا۔ اور وہ دائمی تشویش و بے چینی ترک گناہ اور تقویٰ کی راہ سے حاصل تھی۔ اور گناہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ عارضی سکون بھی چھن جاتا ہے۔ اور ایسے شدید تقاضے شروع ہوں گے کہ نانی یاد آجاوے گی کیونکہ نفس کو گناہ کی پلید غذا مل گئی اور وہ موٹا ہو گیا اور روحانیت کمزور ہو گئی۔ اب نفس کی حکومت میں گناہ کے جھٹکے خوب ہوں گے تقاضے شدید ہوں گے۔

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ نگاہ چشمی تو بعض لوگ نیچی کر لیتے ہیں مگر نگاہ قلبی سے اس کا تصور کر کے لطف لیتے ہیں۔ جس کی ظلمت سے دخیانت صدر کی ظلمت سے، دل کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ بدنگاہی کی ظلمت کا اثر توبہ سے بھی پوری طرح نہیں جاتا۔ جب تک کہ دوبارہ کہیں تقاضا ہو اور وہاں نگاہ نیچی کر کے دل پہ ترک گناہ کا صدمہ نہ برداشت کرے اس وقت تک دل پوری طرح منور اور صاف نہیں ہوتا۔

اہل ذوق و اہل سلوک اس تحقیق کی خوب قدر کریں گے۔ بصارت کا لطفِ حرام بصیرت کے لطف حلال سے محروم کر دیتا ہے۔ اور جو بصارت کو بچاتا ہے اس کو بصیرت عطا فرمائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے کہ نظر ایک زہریلا تیر ہے جو ابلیس کے تیروں سے ہے۔ جو میرے خوف سے اس کو ترک کر دے اپنے قلب میں حلاوت ایمان محسوس کرے گا۔ (الحدیث)

کنز العمال ج ۵ ص ۳۲۸ ۔ طبرانی ،

فائدہ مذکورہ روایت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ حضرت علی رضؓ اور حضرت حذیفہ رضؓ نے بیان فرمایا ہے۔ (بحوالہ بالا)

بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے

فالعینان زنا ھما النظر (مسلم) فزنا العین النظر۔ آنکھ کا زنا نظر ہے۔ زبان سے گفتگو نامحرموں اور حسینوں سے یہ زبان کا زنا ہے۔ وزنا اللسان المنطق۔ (جواھر البخاری ص۹۴۴)

کنز العمال ج ۵ ص۳۲۷

نفس کا مزاج گناہ کے باب میں مثل دوزخ کے ہے

اللہ تعالیٰ جب تمام دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالدیں گے اور پوچھیں گے ھَلِ امْتَلَئْتِ کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟ دوزخ کہے گی ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ کیا کچھ اور بھی ہے تو بروایت بخاری شریف عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلقیٰ فی النار وتقول ھل من مزید حتی یضع قدمہ فتقول قط قط (جواھر البخاری ص۲۰۶۴)

ترجمہ :۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور دوزخ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھدیں گے۔ تب دوزخ کہے گی بس بس (میرا پیٹ بھر گیا) ——— جہنم ہیڈ آفس ہے نفس امارہ اس کا برانچ ہے جس بینک کی برانچ (شاخ) میں پیسہ جمع کیا جاتا ہے وہ ہیڈ آفس میں پہنچ جاتا ہے۔ پس گناہ دوزخ تک پہنچا تا ہے اگر توبہ نہ کی۔ جو مزاج

ہیڈآفس کا ہوتا ہے وہی برانچ کا ہوتا ہے لہٰذا نفس کا پیٹ گناہوں سے نہیں بھر سکتا جس طرح دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا ہر گناہ کے بعد آگ اور بھڑک اٹھے گی اور گناہوں سے چین کے بجائے بے چینی میں اضافہ ہوگا۔ ——————— لہٰذا نفس کے سکون اور اطمینان کا واحد راستہ یہی ہے کہ نفس امّارہ کو نفس مطمئنہ بنایا جائے جس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ کثرت ذکر اللہ سے تعلق مع اللہ حاصل کیا جائے کما ھو المنصوص "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب"

ترجمہ :- حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! خوب غور سے سُن لو کہ صرف اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے!

اسی حقیقت کو مولانا رومیؒ بیان فرماتے ہیں :- ؎

اذکروا اللہ شاہِ ما دستور داد
اندر آتش دید و مارا نور داد

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اذکروا اللہ کا قانون نازل فرمایا۔ تقاضائے شہوت کی آگ میں جب ہم کو دیکھا تو نار تقاضائے شہوت کو بجھانے کے لئے بذریعہ ذکر اپنا نور عطا فرمایا۔

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خُدا × نور ابراہیم را سانہ اوستا

شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھتی بلکہ نور خدا سے بجھتی ہے۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام کے نور نے جو حق کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا تھا نار نمرود کو بجھا دیا۔

پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت اور توفیق اطاعت حاصل کرو، جو موقوف ہے عارفین اور اہل اللہ کی صحبتوں اور ان کی جوتیاں اٹھانے پر۔ اس کی برکت سے رفتہ رفتہ نفس مٹتا چلا جائے گا اور شہوات نفسانیہ کی آگ بجھ جائے گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ چند دن میں بزبان حال کہہ اٹھو گے ؎

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہر تلخی حیات و غم روزگار کو
تیری مٹھاس ذکر نے شیریں بنا دیا

گرچہ میں دور ہو گیا لذت کائنات سے
حاصل کائنات کو دل میں لئے ہوں میں

جہان رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا
مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے درد دل پایا

اللہ تعالیٰ کا نور ہماری زبان سے دل میں اور دل سے روح میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس ترتیب کو احقر نے ایک شعر میں پیش کیا ہے ؎

نور حق از ذکر حق در جاں رسد
از زباں در دل ز دل تا جاں رسد (اختر)

ترجمہ:۔ اللہ کا نور بذریعہ ذکر اللہ زبان سے دل میں اور دل سے پھر روح میں داخل ہو جاتا ہے۔

شرح وضع قدم جہنم کا پیٹ بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا اس میں اپنا قدم مبارک رکھنے کی شرح یہ ہے کہ علامہ شیخ قسطلانی القاہری شافعی اپنی شرح میں ارقام فرماتے ہیں :۔ حتی یضع قدمہ ای رب العزۃ فیھا ای یذللھا تذلیل من وضع تحت الرجل ۔ (حاشیہ جواہر البخاری صہ ۴۲۶)

خلاصہ ترجمہ وضع قدم سے مراد جہنم کو ذلیل کرنا ۔ دبا دینا ۔ اس کی طغیانی کو خاموش کر دینا ہے ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رح شرح بخاری فتح الباری ج ۸ ص ۵۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں :۔ المراد اذلال جھنم فانھا اذا بالغت فی الطغیان وطلب المزید اذلھا فوضعھا تحت القدم ولیس المراد حقیقۃ القدم والعرب تستعمل الفاظ الاعضاء فی ضرب الامثال ولا ترید اعیانھا کقولھم رغم انفہ وسقط فی یدہ ۔

ترجمہ قدم رکھنے سے مراد جہنم کو ذلیل کرنا ہے ۔ جب اس نے مبالغہ کیا طغیانی میں اور طلب مزید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو تحت القدم ذلیل کر دیا یعنی دبا دیا اور حقیقی قدم مراد نہیں ہے جیسا کہ اہل عرب محاورات میں اعضاء کا نام بولتے ہیں اور مراد اعضا نہیں ہوتے جیسے اس کی ناک خاک آلود ہو یا وہ اس کے ہاتھ میں گر گیا ۔ اور قط قط کے معنی حسبی حسبی ہے یعنی بس بس ۔

شرح فتقول قط قط فمعنی حسبی حسبی ، قد اکتفیت (حاشیہ جواہر البخاری صہ ۴۲۶)

ترجمہ :۔ یعنی بس بس میرا پیٹ بھر گیا ۔

ذکر سے کیا مراد ہے ؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فاذکرونی کی تفسیر بالاطاعۃ سے فرمائی اور اذکرکم کی تفسیر بالعنایۃ سے فرمائی یعنی تم ہم کو یاد کرو اطاعت سے ہم تمہیں یاد رکھیں گے عنایت سے۔

(بیان القرآن پ ۲)

اس تفسیر سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے کہ کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ مخلوق کو بھول جاتے ہیں جب کہ ان کے لئے نسیان محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مجرمین کو بھی یاد رکھتے ہیں مگر عتاب کے ساتھ اور مقبولین کو یاد رکھتے ہیں عنایت کے ساتھ۔

حضرت علامہ آلوسی رح فرماتے ہیں کہ:۔

فاذکرونی بالطاعۃ قلبًا وقالبًا فیعم الذکر باللسان والقلب والجوارح (فالاول) الذکر باللسان الحمد والتسبیح والتحمید وقراءۃ کتاب اللہ تعالیٰ (والثانی) الفکر فی الدلائل الدالۃ علی التکالیف والوعد والوعید وفی الصفات الالٰھیۃ والاسرار الربانیۃ (والثالث) استغراق الجوارح فی الاعمال الماموربھا خالیۃ عن الاعمال المنھی عنھا ولکون الصلوٰۃ مشتملۃ علی ھذہ الثلاثۃ سماھا اللہ تعالیٰ ذکرًا فی قولہٖ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ وقال اھل الحقیقۃ حقیقۃ ذکر اللہ تعالیٰ ان ینسیٰ کل شئ سواہ۔ (روح المعانی پ ۲ ص ۱۹)

ترجمہ: فاذکرونی تم لوگ مجھ کو یاد کرو طاعت سے یعنی قلب سے

اور قالب سے بھی پس ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے ہو یا جوارح سے ہو۔

(فالاول) پس اول ذکر لسانی ہے جو شامل ہے تسبیح وتحمید وقرأت کلام اللہ وغیرہ پر۔

(والثانی) اور ثانی اللہ کی مخلوق میں غور وفکر کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور ان کی ربوبیت کے اسرار منکشف ہوں

(والثالث) اور تیسرا یہ کہ اپنے اعضار سے اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لائے اور ان کو نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ پس اللہ کا ذکر ان تینوں قسموں پر شامل ہے۔ اہل حقیقت نے بیان فرمایا ہے کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی محبت غالب ہو جائے اور ماسوی اللہ کی محبت مغلوب ہو کر کالعدم ہو جائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے

وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

اسی حقیقت کا نام تبتّل شرعی ہے۔ جیساکہ بیان القرآن میں تحریر ہے کہ تبتّل نام ہے تعلق مع اللہ کا تعلق ماسوی اللہ پر غالب ہو جانا نہ کہ ترک تعلقات ضروریہ کا۔ جیساکہ جوگیانِ ہند اور جہلائے صوفیہ نے سمجھا ہے۔ (سورۃ مزمل پ ۲۹ بیان القرآن)

نوٹ: اسی حقیقت کا نام وحدت الوجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد غالب رہے اور ماسوی اللہ مغلوب رہے اور کالمعدوم رہے نہ کہ عدم حقیقی مراد ہے جیساکہ گمان اہل جہل کا ہے۔ اس کی مثال دنیا میں آفتاب کے سامنے ستاروں کا وجود ہے جو کالعدم تو ہے

لیکن حقیقتاً معدوم نہیں چنانچہ شب میں ستاروں کا ظہور ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے تو خادم نے عرض کیا کہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا کہ قرآن کے وعدہ اذکرکم پر میرا ایمان ہے چونکہ میں اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کر رہا ہوں تو وعدۂ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی ہم کو یاد فرما رہے ہیں ؎

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے
یوں ہی دلِ برباد کو آباد کریں گے
اجڑے ہوئے دل کو میرے آباد کریں گے
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے
وہ چاہنے والوں کے لئے اپنے یقیناً
عالم ہی نیا حُسن کا ایجاد کریں گے

(عرفان محبت)

ذکر قلبی پر چند شعر

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکرِ جلی
ان سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی (عرفان محبت)

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے۔
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے (کشکول مجذوبؒ)

احقر کا شعر ہے ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے۔
اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

ذکرِ قلبی کا ایک خاص انعام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بخاری و مسلم کی روایت سے یہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں:۔ من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاٍ ذکرتہ فی ملاءٍ خیر من ملئہٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رح مسلم کی روایت ذکرھم اللہ فیمن عندہٗ کی شرح میں فرماتے ہیں:۔ ای مباھاۃً وافتخاراً بھم بالثناء الجمیل علیھم وبوعد الجزاء الجزیل لھم عند الملٰئکۃ المقربین وارواح الانبیاء والمرسلین (مرقاۃ ج ۵ ص۴۹)

ترجمہ: جماعت کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے بارہ میں حدیث مذکور کی شرح یہ ہے کہ ایسے بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاءؑ کے سامنے بطور مباہاۃ اور فخر کے ثناء جمیل اور وعدۂ جزاءِ جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ذکر پر کوئی انعام اور موعود نہ ہوتا۔ تو یہی انعام کافی تھا کہ غلاموں کو مولیٰ یاد فرمائیں۔ یہ مالک کا کتنا بڑا کرم ہے۔ پھر اس کے ہوتے ہوئے ذکر میں کسی اور ثمرہ کی تلاش سالک کو نہ ہونی چاہیے۔

هذه ثمرة اصلية للذاكر ان استحضرها لا يتشوش ابدا
اگر ذاکر اس اصلی ثمرہ کو مستحضر رکھے تو کبھی تشویش میں مبتلا نہ
ہو گا۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔

اس کا مزہ رئیس القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
پوچھو — وعن انس رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لابی بن کعب رضہ ان اللہ امرنی ان اقرأ علیك القرآن
قال اللہ سمانی لك قال نعم قال وقد ذکرت عند رب
العلمین قال نعم فذرفت عیناہ ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۰)

ترجمہ حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
رئیس القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر قرآن کی تلاوت کروں (و
فی روایۃ سورۃ بینہ کی تلاوت کروں۔ کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضہ
علماء یہود میں سے تھے اور سورۃ بینہ میں اہل کتاب کا قصہ ہے) حضرت
ابی بن کعب رضہ نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ پھر
عرض کیا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذکر کیا گیا ہوں۔ (حضرت ابی
بن کعب رضہ کا یہ پوچھنا استعجاباً تھا یا استلذاذاً تھا۔ کذا فی المرقاۃ)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں۔ یہ سُن کر ان کی آنکھیں
بہہ پڑیں یعنی اشکبار ہو گئیں۔

ملا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ یہ آنسو بوجہ سرور و فرح کے تھے کہ اللہ

تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے۔ یا اس خوشی سے یہ آنسو تھے کہ اس عظیم نعمت کے شکر سے میں عاجز ہوں۔ اور اس نعمت کے ساتھ ان کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے حفظ قرآن میں اور اس کی تجوید میں محنت شاقہ برداشت کر کے اس درجہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا اَقْرَأُکُمْ اُبَیٌّ یعنی تم میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دینی ہے کہ لوگ ان سے رسم تلاوت سیکھیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اخذ فرمایا تھا۔ اور اسی طرح سلف سے خلف اخذ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت ابیؓ سے بہت تابعین رحؒ نے رسم قرارۃ کو اخذ کیا۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۶)

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟

فاذکرونی کے بعد اللہ تعالیٰ نے واشکروالی نازل فرما کر اپنے ذکر کو مقدم فرما دیا جس کی وجہ علامہ آلوسیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ذکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور شکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہونا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ منعم کے ساتھ مشغول ہونا نعمتوں کی مشغولی سے افضل اور اہم ہے۔

بسودائے جاناں ز جاں مشتغل بذکر حبیب از جہاں مشتغل
بیاد حق از خلق بگریختہ چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

ترجمہ محبوب حقیقی کی یاد میں وہ مزہ آیا کہ اپنی جان سے بے پرواہ ہو گئے اور سارے جہان سے بھی۔ حق تعالیٰ کی یاد میں مخلوق سے کنارہ کش ہیں اور ساقی پہ ایسے فریفتہ ہوتے کہ جام مے ہاتھ سے

گر گیا - یعنی منعم کی یاد کے غلبہ سے نعمتوں کی طرف التفات سے ذھول ہو گیا ؎

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو۔
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

جو صورت گیر حسن و عشق کی دنیا کہیں ہوتی
تیرے ضوء کا فلک بنتا میرے ظل کی زمیں ہوتی

جو ان کو دیکھ لیتے ہم تو پھر کیا زندہ رہ جاتے
نگاہِ اولیں اے دل نگاہِ واپسیں ہوتی

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا

ازل میں سامنے عقل و جنوں دونوں کا ساماں تھا
جو میں ہوش و خرد لیتا تو کیا میں کوئی ناداں تھا

(کشکول مجذوب رح)

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحراء میں گلشن کا مزہ پاؤں

(عرفان محبت)

تمہاری یاد کی لذت پہ یہ دونوں جہاں قرباں
تری مانند تیرے نام کی لذت ہے لاثانی

ہر وادیِ ویراں میں گلستاں نظر آیا
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا (اختر)

عبارت روح المعانی انما قدم الذکر علی الشکر لان فی الذکر اشتغالاً بذاتہٖ تعالیٰ و فی الشکر اشتغالاً بنعمتہٖ والاشتغال بذاتہٖ تعالیٰ اولیٰ من الاشتغال بنعمتہٖ (ج ۲ صہ ۱۹)

(ترجمہ اوپر گذر چکا)

مجلس ذکر کے فوائد

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے۔ تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں میں کرتے ہیں۔ (مسلم شریف)

شرح (۱) حفتھم الملائکۃ۔ وہ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں جو اہل ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اس طرح سے ذاکرین کو فرشتوں کی صحبت نصیب ہوجاتی ہے۔ اور اس صحبت کی برکت سے فرشتوں کا ذوق طاعت وذوق تسبیح وتحمید اور ذوق تقرب الی اللہ اور تقدس اخلاقیات ذاکرین کے نفوس میں منتقل ہوسکتا ہے۔ خاکی مخلوق کو نوری مخلوق کی یہ مصاحبت مجلس ذکر کا انعام عظیم ہے۔

(۲) غشیتھم الرحمۃ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ذاکرین کو پیار کرلیتی ہے جس طرح ماں غلبہ شفقت ورحمت سے بچہ کو گود میں لے کر سینہ سے

لگا کر دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتی ہے جبکہ وہ ایک ہاتھ سے بھی بچہ کو بچپ سکتی ہے لیکن دونوں ہاتھ سے ڈھانپ کر اپنا سر اور گردن

۳۱۱

جھکا کر بچہ کو بالکل ڈھانپ لیتی ہے جو تقاضۂ رحمت مادر کی سراپا تصویر ہوتی ہے ـــ

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں!

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! اور ماؤں کی محبت پہ ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے ان کی تمام تر محبت میری ہی مخلوق ہے ان کے قلب و جگر کے اندر مادۂ رحمت کا خالق میں ہی ہوں ۔ پس میری رحمت کا کیا عالم ہو گا ۔؟ اور میری شمع محبت کا کیا عالم ہو گا ۔؟

پس غشیتھم الرحمۃ کی تعبیر عاشقانہ ترجمہ کے ساتھ یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاکرین کو پیار کرتے ہوئے غایت رحمت سے ڈھانپ لیتی ہے ۔

۳ :۔ نزلت علیھم السکینۃ ۔ اور ذاکرین کے قلوب پر اللہ تعالیٰ سکینہ نازل فرماتے ہیں ۔

سکینہ کی تفسیر سکینہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکرین کے قلوب میں عطا ہوتا ہے ۔

ای ھی نور یستقر فی القلب وبہ یثبت التوجہ الی الحق ویخلص عن الطیش فیزدادوا ایمانا مع ایمانھم

ترجمہ:۔ سکینہ ایک نور ہے جو قلب میں مستقل قائم رہتا ہے۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا۔

(مولانا محمد احمد صاحب)

جہانِ رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا

مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے دردِ دل پایا۔

(احقر)

اس نور کی برکت سے توجہ الی الحق قائم رہتی ہے اور دربدر تاک جھانک سے آدمی نجات پاکر یکسو ہو جاتا ہے۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند

دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اب تو ہیں ہول اور شغلِ یادِ دوست

سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی

اور ایسے لوگوں کا ایمان عقلی استدلالی موروثی ترقی کرکے ایمان ذوقی حالی وجدانی بن جاتا ہے۔ جس کو ولایتِ خاصہ سے بھی صوفیا تعبیر کرتے ہیں۔ (خلاصہ از روح المعانی و مسائل السلوک بیان القرآن)

۴۔ وذکرھم اللہ فیمن عندہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء والمرسلین کے سامنے ان کا تذکرہ بطور افتخار کے ثناء جمیل اور وعدۂ جزائے جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں ــــــ (مرقاۃ جلد ۵ ص۹۴)

اہل اللہ کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے افضل ہے

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۱۳ پر

ان الذکر الحاصل من بنی اٰدم اعلیٰ واشرف من الذکر الحاصل من الملٰئکۃ لحصول ذکر الاٰدمیین مع کثرۃ الشواغل ووجود الصوارف وصدورہٗ فی عالم الغیب بخلاف الملٰئکۃ فی ذالک کلہ۔

ترجمہ انسان کا ذکر افضل ہے ملائکہ کے ذکر سے، کیونکہ انسان ہزاروں افکار اور مصروفیات میں گھرا ہوا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا۔ اور ملائکہ کو ذکر کے علاوہ کوئی فکر اور مصروفیت نہیں ہے۔ اور ملائکہ عالم شہادت میں یعنی حق تعالیٰ کو دیکھ کر یاد کرتے ہیں اور انسان عالم غیب میں یاد کرتا ہے۔

مولانا اسعد اللہ صاحب محدث سہارنپوری نے خوب فرمایا ؎

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

احقر راقم الحروف کا شعر ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے۔

مفہوم ذکر اللہ جلّ شانہٗ
تفسیر رُوح المعانی کی روشنی میں

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون ○

ترجمہ اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو (فوراً) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کراتے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو۔ (رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں)

(بیان القرآن پ۴ سورۃ آلعمران صفحہ ۶۰)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بروایت ترمذی ارقام فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ابلیس مع اپنے لشکر کے رونے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے بری اور بحری لشکر سب جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے کہا اے ہمارے سردار آپ کیوں روتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ آیت ایسی نازل ہوئی ہے کہ بنی آدم کو اس کا گناہ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ ابلیس کے لشکر نے کہا کہ ہم ان کو نفس کی ایسی خواہشات میں مبتلا کر دیں گے (بدعات میں) کہ جس سے وہ لوگ نہ توبہ کریں گے اور نہ استغفار کریں گے اور اپنے کو حق پر سمجھیں گے۔ پس ابلیس ان کی اس بات سے خوش ہو گیا (آج اس دور میں اہل بدعت اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور بدعات کو نیکی سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی)

حقوق العباد یا حقوق اللہ میں لغزشوں کے بعد

ذکروا اللہ کی آیت سے کیا مراد ہے؟

صدور معاصی کے بعد ذکروا اللہ سے مراد حسب ذیل ہے!

(از روح المعانی جلد ۴ ص ۶۰)

(۱) ای تذکروا حقہ العظیم ووعیدہ۔ اللہ تعالیٰ کا حق عظیم اور اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔

(۲) ذکروا العرض علیہ: اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشی کو یاد کرتے

ہیں۔

(۳) ذکروا سوالہ عن الذنب یوم القیامۃ: اپنے گناہوں سے متعلق قیامت کے دن کے مؤاخذہ کو یاد کرتے ہیں۔

(۴) ذکروا نھیہ تعالیٰ۔ حق تعالیٰ کے منع فرمانے کو یاد کرتے ہیں

(۵) ذکروا غفرانہٗ: اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت کو یاد کرتے ہیں

(۶) ذکروا جمالہٗ فاستحیوا: اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرکے شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ کہ ہم نے غیر اللہ کی طرف کیوں توجہ کی اور غیر اللہ سے کیوں دل لگایا۔ آفتاب کے ہوتے ہوئے فانی چراغوں سے دل کا بہلانا نورِ آفتاب کی ناشکری ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

پیش نورِ آفتابِ خوش مساغ
رہنمائی جستن از شمع و چراغ

گر خفاشے رفت در کور و کبود
باز سلطان دیدہ را بارے چہ بود

باز اشہب را چو باشد خوئے موش
ننگ موشاں باشد و عار و حوش

ترجمہ:۔ نورِ آفتاب کے سامنے شمع اور چراغ سے رہنمائی حاصل کرنا خلافِ ادب ہے۔

بے گماں ترکِ ادب باشد زما
کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا

یقیناً یہ ترکِ ادب ہے اور کفرِ نعمت ہے اور نفسانی فعل ہے۔

اگر چمگادڑ ظلمت پرستی میں اور غلاظت میں چلا گیا تو تعجب نہیں لیکن سلطان دیدہ باز کو کیا ہو گیا کہ وہ غیر اللہ سے دل لگا کر چمگادڑ

بن گیا۔ یعنی مقرب بارگاہ حق روحوں کی شان تو: تفسیر روح المعانی میں : یہ ہے۔ طہارۃ الاسرار من دنس الاغیار کہ ان کا باطن غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہوتا ہے۔ باز شاہی کے لئے چوہوں کی بری عادت زیب نہیں دیتی ورنہ وہ باز ننگ موش اور ننگِ وحوش ہوگا۔

(۷) ذکروا اجلالہ فہابوا: اللہ کے جلال اور عظمتِ شان کو یاد کرتے ہیں پس ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ؎

زبان بے نگہہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھدی
ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھدی
(اصغر)

(۸) ذکروا ذاته المقدسة عن جمیع القبائح واحبوا التقرب الیه بالمناسبة بالتطهیر من الماٰثم۔ اور یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اور محبوب رکھتے ہیں اس کی طرف تقرب کو بذریعہ اخلاق ذمیمہ کی طہارت سے۔

کما قال الرومی رح ؎

؎ چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی

ذکری فرقہ کا ابطال

ذکر کے مفاہیم مذکورہ کے پیشِ نظر فرقہ ذکری کا ابطال ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ فرقہ اعمال ضروریہ کے بغیر صرف ذکر کو نجات کے لئے کافی سمجھتا ہے۔ علامہ آلوسی رح ارقام فرماتے ہیں۔ لیس المراد مجرد ذکر اسمه عز اسمهٗ۔

ذکر مقبول کی علامت

ذکر مقبول کی علامت یہ ہے کہ معاصی سے استغفار کی توفیق ہو جائے ۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ذکروا اللہ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ۔ فاستغفروا لذنوبھم یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قیامت کے مؤاخذہ کو یاد کرکے وہ گناہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے عزم علی التقویٰ کرتے ہیں ۔

استغفار حقیقی سے کیا مُراد ہے؟

علامہ آلوسیؒ ارقام فرماتے ہیں ۔ و

لیس المراد مجرد طلب المغفرة بل مع التوبة والافطلب المغفرة مع الاصرار کالاستهزاء بالرب جل شانهٗ ومن هنا قالت رابعة العدوية استغفارنا هذا يحتاج الی استغفار (روح پ ۴ ص ۶۱)

خلاصہ ترجمہ

استغفار کامل سے مراد محض طلب مغفرت نہیں ہے بلکہ توبہ بھی ضروری ہے اور توبہ نام ہے ماضی پر ندامت[1] اور مستقبل میں عزم[2] علی التقویٰ اور فی الحال معصیت[3] سے الگ ہو جانے کا (مرقاة ج ۵ ص ۱۲۳) اسی سبب سے استغفروا ربکم کے ساتھ ثم توبوا الیہ قرآن میں فرمایا گیا ہے (پ ۱۲ ہود)

حضور استغفاری

استغفار اور توبہ سے بندہ کو جو قرب عطا ہوتا ہے وہ تسبیحات کے قرب سے زیادہ قوی ہوتا ہے ۔ علامہ آلوسیؒ سورۂ قدر کی تفسیر میں حدیث قدسی نقل کرتے ہیں لانين المذنبين احب الیّ من زجل المسبحين ۔

ترجمہ :۔ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ گنہگاروں

کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے
اس قربِ خاص کی حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے ۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اے جلیل اشکِ گنہگار کے یک قطرہ کو
ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر
تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہو گئی احمد
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے (عرفان محبت)

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا میرا خونِ جگر
مبارک تجھے اے میری آہِ مضطر
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے (اختر)

رونے کا جب مزہ ہے کہ اے چشم خوں فشاں
ہر بوند میں لہو کی تمنا دکھائی دے

در جگر افتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر
اے خدائے باعطا و باوفا
رحم کن بر عمرِ رفتہ بر جفا
یار شب را روز مہجوری مدہ
جان قربت دیدہ را دوری مدہ (مولانا رومی)

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

تیرے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں
ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی
روئدادِ زندگی کسی خانہ خراب کی (اختر)

حیا آتی ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں
نہ آؤں تو دلِ مضطر کو لے کر پھر کہاں جاؤں
نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندۂ گنہ گار تیرا

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پہ وہی اختر ہو کر

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

جو حیا مانع استغفار و توبہ ہو وہ مردود اور مذموم ہے

بعض نادان غالب کے اس شعر پر عمل کرتے ہیں ۔ ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

جو انتہائی نادانی اور محرومی و جہل ہے بلکہ سفاہت ہے ۔ ایک بزرگ نے اس شعر کو مسلمان کر دیا یعنی اس کی اصلاح کر دی ؎

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا (عرفانِ محبت)

ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون ۔ (ترجمہ اوپر گذر چکا)

اصرار علی الذنب کی صحیح تعریف تفسیر روح المعانی کی روشنی میں

الاصرار الشرعی الاقامۃ علی القبیح بدون الاستغفار والرجوع بالتوبۃ ۔

اور اصرار لغوی ۔ الثبات علی الشیٔ ، کسی چیز پر قائم رہنا ۔ اصرار شرعی سے مراد ہے کہ کسی گناہ پر اس طرح جم جانا کہ استغفار و توبہ سے اس کی تلافی نہ کیجاتے ۔

بعض لوگ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ اگر توبہ بار بار ٹوٹ جاتے تو وہ اصرار میں داخل ہے ۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی روایت صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے ۔ عن ابی بکر الصدیق
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصر من استغفر
وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد
(مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۴) ـــــ شرح ما اصر ای ما دام علی المعصیۃ
(مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۳۵) یعنی اصرار نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ
پر قائم نہ رہے ۔ ما نافیہ ہے ۔

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استغفار
کر لیا وہ اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے اگرچہ عود کرے
وہ دن میں ستر بار (گناہ کی طرف)

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا استغفار سے مراد استغفار کامل ہے اور
استغفار کامل بدون عزم علی التقویٰ نہیں ہوتا ۔ اسی لئے قرآن
پاک میں استغفروا ربکم کے بعد ثم توبوا الیہ بھی ہے ۔
وھم یعلمون یہ حال ہے اور معرض تعلیل میں ہے یعنی یہ لوگ
معاصی پر دوام نہیں کرتے لانھم یعلمون قبح فعلھم کیونکہ
اپنے معاصی کے انجام کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا
اور آخرت دونوں حیاۃ تباہ ہو جاتی ہیں ۔ جس طرح مچھلی پانی سے دور
ہو کر ہزاروں نعمتوں کے باوجود موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا
ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب سے جو روح نافرمانی
کے سبب دور ہو جاتی ہے وہ ہر وقت پریشان رہتی ہے ۔ ہزاروں
پری کے باوجود پریشانی نہیں جاتی ۔

نگاہِ اقربار بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

استغفار و توبہ سے سلوک کس طرح طے ہوتا ہے ایک بزرگ کے اس شعر میں ملاحظہ کیجئے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اٹھے اٹھ کر چلے

گر کر جو پڑے رہتے ہیں وہی محرومِ منزل رہتے ہیں ورنہ اٹھ اٹھ کر چل پڑنے والے بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔

عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رسی

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

یعنی غیر عارف ایک ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور عارف باللہ ہر سانس میں حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوتا ہے۔ اسی لئے عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی سو رکعات سے افضل ہوتی ہیں۔

بعض لوگ ذکر کی کمیت سے محروم ہیں یعنی ذکر ہی نہیں کرتے اور بعض لوگ ذکر کی کمیت تو پوری کر لیتے ہیں مگر ذکر کی کیفیت خاصہ یعنی دردِ محبت سے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ:۔ ؎

عام می خوانند ہر دم نام پاک　　　ایں اثر نہ کند چوں نبود عشقناک

ترجمہ:۔ عام لوگ ذکر کی تعداد تو پوری کر لیتے ہیں لیکن درد محبت کے ساتھ والہانہ اور عاشقانہ ذکر نہیں کرتے ۔ ایسے ذکر کا نفع اور اثر کامل نہیں ہوتا ــــ ذکر کی عاشقانہ کیفیت اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل ہوتی ہے ۔ ـــ

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

مزہ دل میں پائے تو بس جھوم جائے
نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے ۔

والہانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کا ثبوت

مشکوٰۃ کی روایت ہے ۔ سبق المفردون (ص۱۹۶) یعنی اہل محبت بازی لے گئے جو والہانہ ذکر کرتے ہیں ۔ یہ ترجمہ شیخؒ نے فضائل ذکر ص۲۱ میں کیا ہے ۔ احقر کو اشکال ہوا کہ شیخ نے المفردون کا ترجمہ والہانہ کہاں سے کیا ۔ جبکہ صحابہ کے دریافت کرنے پر کہ مفردون کون لوگ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مراد ہیں ۔ پھر دل میں خیال ہوا کہ حضرت شیخ نے یہ ترجمہ دلالت التزامی سے فرمایا ہے کیونکہ کثرت ذکر کثرتِ محبت کو مستلزم ہے من احب شیئاً اکثر ذکرہ ۔ جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے ۔ پھر خیال ہوا کہ شروح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے ۔ چنانچہ علامہ محی الدین ابو زکریا نووی رحؒ شرح مسلم جز نمبر ۱۷ ص۴ کتاب الذکر میں اس حدیث کے

لفظ المفردون کی شرح دوسری روایت سے پیش کرتے ہیں۔
وجاء فی روایۃ ھم الذین اھتزوا یذکر اللّٰہ ای لھجوا بہ۔

ترجمہ مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وجد کرتے ہیں لھج یلھج (از سمع) شیفتہ ہونا۔ ای لھجوا بہ یعنی فریفتہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔ لفظ نبوت کی شرح لفظ نبوت سے نہایت ہی باعث مسرت ہوئی۔ پھر مرقاۃ میں اس کی شرح تلاش کی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ المفردون الذین لا لذۃ لھم الا بذکرہ ولا نعمۃ لھم الا بشکرہ

ترجمہ مفردون وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں نہیں لذت پاتے مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے اور نہیں کوئی نعمت ان کو نظر آتی کائنات میں مگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے۔ لا ینسون الرب تعالیٰ علیٰ کل حال (مرقاۃ ج ۵ ص ۵)

وہ ہر وقت بزبان حال کہتے ہیں

الٰھی لا تطیب الدنیا الا بذکرک

اے اللہ مجھ کو دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر آپ کے ذکر کے ساتھ۔ اللہ کے عاشقوں کا دن اللہ کے ذکر سے روشن ہوتا ہے احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تجھ سے روشن ہیں جہانِ درد کے شمس و قمر
اے امام دردِ دل اے رہبرِ دردِ جگر
میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر

ملے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر

دل کے شمس و قمر سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ سے عطا ہوتا ہے۔

ذکر سے حیات حقیقی عطا ہوتی ہے

وعن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت۔

ترجمہ وہ شخص جو اللہ کا ذکر کرتا ہے مثل زندہ کے ہے اور جو ذکر نہیں کرتا مثل مردہ کے ہے۔ مشکوٰۃ ص ۱۹۶

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ فی الحدیث ایماء الی ان مداومۃ ذکر الحی الذی لا یموت تورث حیاۃ الحقیقیۃ التی لا فناء لہا

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت حقیقی زندگی سے آشنا کرتی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے۔ امرقاۃ ج ۵ ص ۱۱

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یعنی وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل حق تعالیٰ کے عشق سے زندہ ہو گیا۔ جریدۂ عالم پر اس کا نقش غیر فانی ہوتا ہے۔

علامہ آلوسیؒ نے اومن کان میتا فاحییناہ کی تفسیر کرتے ہوئے باب الاشارۃ ص ۲۴ پ ۸ پر ارقام فرمایا ہے۔ قال ابن عطاء اومن کان میتا بحیاۃ نفسہ وموت قلبہ فاحییناہ باماتۃ نفسہ وحیاۃ قلبہ وسھلنا علیہ سبل التوفیق وکحلناہ بانوار القرب فلا یری غیرنا ولا یلتفت الی سوانا۔

ترجمہ کیا وہ شخص جو مردہ تھا بہ سبب اپنی حیات نفس اور اپنی موت قلب کے پس ہم نے اس کو زندہ کر دیا اس کے نفس کی فنائیت اور اس کے قلب کی حیات سے اور آسان کر دیا ہم نے اس پر توفیق کے راستوں کو اور سرمہ لگا دیا ہم نے اس کی آنکھوں میں اپنے انوار قرب کا پس نہیں دیکھتا ہمارے غیر کو اور نہیں التفات کرتا ہمارے ماسوا کی طرف۔

یہ آیت حضرت عمرؓ یا حضرت حمزہؓ یا حضرت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، علیٰ حسب الروایات

وایاما کان فالعبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب فیدخل فی ذالک کل من انقاد لامر اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کا سبب نزول کچھ بھی ہو بقاعدہ مسلمہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا پس داخل ہوں گے اس آیت کی بشارت میں وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالائیں گے۔

وجعلنا لہ نورًا یمشی بہ فی الناس۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے خاص بندوں کو ایسا نور (ایمان) عطا کرتے ہیں جو وہ مخلوق میں لئے پھرتے ہیں اور ان کا یہ نور باطن مخلوق کے تصرف سے محفوظ رہتا ہے (کذا فی الروح ص۱۸)

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
روئے زمیں کو کوچہ جاناں کئے ہوئے (مجذوب)

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لئے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کئے ہوئے (اختر)

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے ٭ یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے
(اختر)

ذکر اللہ سے رتبۂ انسانیت کی معراج.

ایک بار مسجد نبوی ؐ میں صحابہ کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی، بعض ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے تھے اور بعض خشک کھالوں والے اور بعض صرف ایک کپڑے والے یعنی ننگے بدن صرف ایک لنگی ان کے پاس تھی۔ لیکن اللہ کے ذکر کی برکت سے عند اللہ ان کا مقامِ قبول اتنا بلند تھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب ذیل آیات نازل فرمائیں

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی ذات گرامی کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے پر اپنے دولتکدہ سے نکل کر ان لوگوں کی جستجو فرمائی پس دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرما دیئے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم ہی لوگوں کے ساتھ میری زندگی ہے اور تمہارے ساتھ ہی میرا مرنا ہے ـــــ یعنی میرے مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔

احقر راقم الحروف کے دو شعر ہیں ؎

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگ در پہ مرنا

صوفیاء نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ مشایخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لئے بھی مجاہدہ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بد عنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں فنائیت اور تواضع پیدا ہو گی ۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رافت کو متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں ۔ جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں الذین یدعون ربھم سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے ۔

(فضائل ذکر مصنفہ حضرت شیخ الحدیثؒ)

اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق اور ذکر اللہ کا نفع کامل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد اور انقیاد کے ساتھ ہو ۔ کیونکہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے ۔ چون وچرا سے کام نہیں چلتا ۔ ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نہ گیرد فضلِ شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف ۔ ب ، لے کر بیٹھے اور استاد کہے کہو الف اور کہو ب ، اور بچہ کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی ۔ اور ب کی ایسی کیوں ہے ۔ تو استاد اس سے کہیگا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے ۔ بات یہ ہے کہ ابتداء ہر امر کی تقلید محض ہے۔

(کمالات اشرفیہ ملفوظ ۵۷۹ صـ ۱۳۶)

اور ارشاد فرمایا کہ بدون صحبتِ شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں ۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ! خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہئے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے ؟ ۔ فرمایا کہ کام بنائے گا تو ذکر اللہ ہی بنائیگا لیکن عادت اللہ یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لئے کافی نہیں اس کے لئے صحبتِ شیخ شرط ہے ۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی گو کاٹ جب ہو گا تلوار ہی سے ہو گا۔

(کمالاتِ اشرفیہ صـ ۱۸۳)

شیخ کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ جس طرح مقوی غذا ، دودھ اور حلوہ وغیرہ ایسے معدہ میں جس میں صفراء بھرا ہو اور قے ہو رہی ہو مُضر ہوتی ہے اور یہ غذا اخلط فاسد سابق کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے ایسی صورت میں طبیب پہلے مسہل دے کر معدہ کا مادّہ فاسد سے تنقیہ کرتا ہے اس کے بعد پھر خمیرہ اور بادام تجویز کرتا ہے ۔ اسی طرح بعض تکبر اور عُجب کے مریض ذکر اور نوافل سے اور بگڑ گئے اور ان کے تکبر میں اضافہ ہو گیا ۔ اگر کسی شیخ کامل کی صحبت نہ ہو تو ایسا شخص کبر جیسے مہلک مرض

میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب تھانہ بھون آئے تھے حضرت نے ان کو ذکر کی تعلیم دی۔ پہلے سے کبر کے مریض تھے تکبر اور بڑھ بڑھ گیا جس کی علامت یہ ظاہر ہوئی کہ ہر ایک سالک کا احتساب شروع کر دیا۔ خانقاہ کے انتظام میں دخل دینے لگے۔ حضرت حکیم الامت ؒ نے ان کو بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ آپ کو کس نے خانقاہ کا مہتمم بنا دیا اور فرمایا کہ آپ کے مزاج میں تکبر ہے اس حالت میں آپ کے لئے ذکر مفید نہ ہو گا آپ کے لئے ذِکر کو ملتوی کیا جاتا ہے۔

ترک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ خلافِ ادب سمجھتا ہوں اس لئے لفظ ترک کے بجائے التواء کا استعمال کیا ہے اور اب مادۂ فاسد کا تنقیہ کیا جائے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کیجئے اور وضو خانہ کی نالی صاف کیا کیجئے۔

طالبِ اصلاح کو اپنے مصلح سے ایسا تعلق ہونا چاہئے جیسا کہ مریض کا طبیب سے تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر ضرورتاً طبیب کڑوی دوائی لکھ دیتا ہے تو طبعی ناگواری کے باوجود معالج سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ دوائے تلخ کو اپنے لئے مفید سمجھ کر حلق سے اتار لیتا ہے اور طبیب کا ممنون رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مضمون کو شرفِ قبول عطا فرمائیں اور میری اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور امتِ مسلمہ کے لئے اس کا نفع عام اور تام فرمائیں۔

(احقر محمد اختر عفا اللہ عنہٗ)

کظم اور غیظ کی تعریف

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۔ (پ۴)

اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں کی تقصیرات سے درگذر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو جن میں یہ خصائل ہوں بوجہ اکمل محبوب رکھتا ہے ۔ (ترجمہ وتفسیر بیان القرآن)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ کظم عرب کی لغت میں اس وقت بولتے ہیں جب مشک بھر کر بہنے کے قریب ہو تو اس کا منہ باندھتے وقت یہ جملہ مستعمل ہے ۔ شدّ رأس القربة عند امتلائها۔

اور مغموم لوگوں کو کہتے ہیں فلان کظیم اے ممتلئ حزناً۔

اور غیظ کی تعریف ھیجان الطبع عند رؤیة ما ینکرہ۔ ناگوار بات دیکھنے سے طبیعت میں ہیجان ہو جانا۔

غیظ اور غضب کا فرق

غضب کے ساتھ ارادہ انتقام کا ہوتا ہے اور غیظ میں اندر اندر گھٹتا رہتا ہے ۔

ان الغضب یتبعہ ارادة الانتقام البتة ولا کذلک الغیظ ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غیظ اور غضب دونوں متلازم ہیں مگر غضب کی اسناد اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح اور غیظ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف صحیح نہیں ۔

ھما متلازمان الا ان الغضب یصح اسنادہ الی اللہ تعالیٰ

والغيظ لا يصح فيه ذالك ۔ (روح)

والمراد ۔ والمتجرعين للغيظ الممسكين عليه عند امتلاء نفوسهم منه فلا ينتقمون ممن يُدْخِل الضرر عليهم ولا يبدون له ما يكرهُ بل يصبرون علی ذالك مع قدرتهم علی الانفاذ و الانتقام و هذا هو الممدوح (روح)

مراد ان آیات سے یہ ہے کہ غیظ کا تلخ گھونٹ پی جاتے ہیں اور غیظ و غضب سے بھرے ہونے کے باوجود غصہ کو روکتے ہیں اور انتقام نہیں لیتے اس شخص سے جس نے ان کو ضرر پہونچایا ہے اور اپنے غم کو ظاہر بھی نہیں کرتے بلکہ اس پر صبر کرتے ہیں باوجودیکہ ان کو ان لوگوں پر قدرتِ انتقام کی ہوتی ہے ۔ اور یہی قابل مدح لوگ ہیں ۔

غیظ و غضب کا علاج احادیث کی روشنی میں

علامہ آلوسی رح نے اس آیت کی تفسیر میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رض مرفوعاً من کظم غیظاً وھو یقدر علی انفاذہ ملاء اللہ تعالیٰ قلبہ امنا وایمانا

ترجمہ | جو شخص غصہ کو پی جائے درآنحالیکہ وہ قادر ہو اس کے نافذ کرنے پر، بھر دے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن (سکون) اور ایمان سے

(۲) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کظم غیظاً وھو قادر علی ان ینفذہ دعاہ اللہ تعالیٰ علی رؤس الخلائق حتی یخیرہ اللہ تعالیٰ من ای الحور شاء

ترجمہ | جو شخص غصہ کو پی جائے اس حالت میں کہ وہ قادر ہو اس کے نافذ کرنے پر تو اللہ تعالیٰ بلائیں گے اس کو تمام مخلوق کے سامنے اور اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے اپنی پسند سے چھانٹ لے۔

(۳) عن الحسن ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ لیقم من کان لہ علی اللہ تعالیٰ اجر فلا یقوم الا انسان عفا

ترجمہ | اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کھڑا ہو جائے وہ شخص جس کا میرے اوپر کوئی حق ہو۔ پس نہیں کھڑا ہو گا کوئی شخص مگر وہ انسان جس نے کسی کو معاف کیا ہو گا۔

(۴) عن ابی بن کعب رض ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من سرہ ان یشرف لہ البنیان وترفع لہ الدرجات

فلیعف عمن ظلمہٗ ویعط من حرمہ ویصل من قطعہٗ۔

ترجمہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے لئے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات کو بلند کیا جائے۔ پس اپنے ظالم کو معاف کر دے اور محروم کرنے والے کو عطا کرے اور قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

والعافین عن الناس المتجاوزین عن عقوبۃ من استحقوا مواخذتہ اذا لم یکن فی ذالک اخلال بالدین۔ (روح المعانی پ ۴ ص ۵۸)

سزا کے مستحق لوگوں کو بدون سزا اور مؤاخذہ درگذر کرنے والے بشرطیکہ اس معافی سے دین میں خلل اور نقصان نہ واقع ہو۔

واللہ یحب المحسنین المحسنین کا الف لام یا جنس کے لئے ہے یا عہد کے لئے۔ لیکن حکیم الامت تھانوی رح نے الف لام عہد کا لیا ہے۔ (بیان القرآن)

علامہ آلوسی رح نے اس احسان کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے

ومما یؤید کون الاحسان ھنا بمعنی الانعام ما اخرج البیہقی ان جاریۃ لعلی بن الحسین رض جعلت تسکب علیہ الماء لیتھیأ للصلوٰۃ فسقط الابریق من یدھا فشجہ فرفع راسہ الیھا فقالت ان اللہ تعالیٰ یقول والکاظمین الغیظ فقال لھا قد کظمت غیظی قالت والعافین عن الناس قال قد عفا اللہ تعالیٰ عنک قالت واللہ یحب المحسنین قال اذھبی فانت حرۃ لوجہ اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ امام بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت حسین رض کے صاحبزادے حضرت علی کی باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک لوٹا ہاتھ سے

چھوٹ گیا اور ان کو زخمی کر دیا۔ پس غصہ سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے یہ آیت پڑھی۔ والکاظمین الغیظ یہ سنتے ہی فرمایا میں نے غصہ پی لیا۔ پھر اس نے دوسری آیت پڑھی والعافین عن الناس۔ یہ سن کر کہا کہ میں نے تجھکو معاف کر دیا۔ پھر اس نے تیسری آیت پڑھی۔ واللہ یحب المحسنین انہوں نے کہا جا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کر دیا۔ روح پ۴ ص۵۹

حقیقت غضب جب بندوں کی طرف منسوب ہو

وفی الحدیث اتقوا الغضب فانہ جمرۃ تتوقد فی قلب ابن ادم الم تروا الی انتفاخ اوداجہ وحمرۃ عینیہ۔

علامہ آلوسی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ تحقیق کہ غضب روشن ہوتا ہے ابن آدم کے قلب میں کیا نہیں دیکھتے ہو تم کہ غصہ میں گردن کی رگوں کا پھولا ہوا ہونا اور آنکھوں کا سرخ ہو جانا

غضب کی حقیقت جب اس کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہو

وفی الکشاف معنی غضب اللہ تعالیٰ ارادۃ الانتقام من العصاۃ وانزال العقوبۃ بھم۔ (روح ج ۱ ص۹۵)

ترجمہ اور تفسیر کشاف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے یہ مراد ہوتا ہے کہ انتقام کا ارادہ فرمانا نافرمانوں سے۔ اور ان پر سزا وعذاب کا نازل کرنا۔

فائدہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ صفتِ غضب ورحمت حق تعالیٰ کی دونوں قدیم صفات ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کی شان جلال کے مطابق ہے۔ لا اعلم الحقیقہ۔ ہم حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔

حدیث :- سبقت رحمتی غضبی

محمول ہے علی الزیادتہ فی الآثار او تقدم ظہور ھا (ص ۹۶ ج ۱)

حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کا ارشاد اس حدیث کے بارہ میں

ارشاد فرمایا کہ یہ جو روایت میں ہے کہ عرش کے سامنے حق تعالیٰ شانہٗ نے حدیث مذکور کی یہ عبارت کندہ کرا رکھی ہے ۔ تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مراحم خسروانہ کی صفت کے ظہور کے قبیل سے ہے . یعنی یہ شاہی رحم ہے جس پر چاہیں گے ظہور فرما دیں گے ۔

دَافِعُ الْغَضَبْ

بے جا غصہ اور اس کا علاج

بے جا غصہ اتنا خطرناک مرض ہے کہ بیٹے کو باپ سے ، بیوی کو شوہر سے شاگرد کو استاد سے ، مرید کو شیخ سے ، ملازم کو آقا سے ، امتی کو نبی سے اور بندہ کو خدا سے لڑا دیتا ہے ۔ اور غصہ کا مریض خود بھی ہر وقت پریشان اور بے سکون رہتا ہے اور اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کو اور جس ماحول میں بھی رہتا ہے پریشان کرتا رہتا ہے اور اکثر اس کی نیند اس پر حرام رہتی ہے ۔ انتقام لینے کی الجھنوں میں گرفتار رہتا ہے ۔ مخلوق بھی ایسے لوگوں کو حقیر ، ناقابل اعتبار سمجھتے ہوئے ان کی دوستی سے کنارہ کش ، گریزاں اور نفور رہتی ہے مغلوب الغضب آدمی سے آدمی دہشت زدہ اور

متوحش رہتا ہے، امت مسلمہ ایسے لوگوں سے دین سیکھنے سے کتراتی ہے کیونکہ فیض کا مدار مانوس ہونے پر ہے اور مانوس ہونا مغلوب الغضب انسان سے ناممکن ہے، بے جا غصہ والے اکثر آخر عمر میں ہائی بلڈ پریشر کے مریض ہو جاتے ہیں۔ اور اعصابی تناؤ کے سبب اکثر ان لوگوں پر فالج کا حملہ بھی ہو جاتا ہے۔ غصہ کے ساتھ لفظ بے جا کی قید سے اصلاح اور تربیت کے لئے اللہ والوں کا غصہ مستثنیٰ ہو جاتا ہے کیونکہ وہاں نکیر تو ہے لیکن تحقیر نہیں ہے نکیر واجب اور تحقیر حرام ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ اصلاح کے لئے جب کسی کو ڈانٹتے تھے تو اس وقت اس مراقبہ کا استحضار فرماتے کہ جیسے کسی شاہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائیں۔ تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں۔؟ (انفاس عیسیٰ حصہ دوم ص ۳۴۷ مطبوعہ دیوبند)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے غصہ کو اہل نفس اپنے اوپر قیاس نہ کریں ورنہ شیطان اللہ والوں کے فیوض و برکات سے محروم کر دیگا۔

حکایت ایک دکاندار بنئے نے طوطا پال رکھا تھا یہ طوطا خوب باتیں کر کے خریداروں کو خوش کرتا تھا۔ ایک دن دکاندار نہ تھا اور اچانک ایک بلی نے کسی چوہے کو پکڑنے کے لئے حملہ کیا اس طوطے نے سمجھا کہ شاید مجھے پکڑنا چاہتی ہے۔ یہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک طرف کو بھاگا اسی طرف بادام کے تیل کی بوتل رکھی تھی سارا تیل گر گیا۔ جب دکاندار آیا تو اس نے اپنی گدی پر تیل کی چکناہٹ محسوس کی اور دیکھا کہ بوتل سے تیل گر گیا ہے اس نے غصہ میں طوطے کے سر پر ایسی چوٹ لگائی کہ جس سے

اس کا سر گنجا ہو گیا۔ یہ طوطا اس دکاندار سے ناراض ہو گیا اور بولنا چھوڑ دیا طوطے کے اس فعل سے دکاندار کو سخت پریشانی ہوئی اور بہت ندامت ہوئی کہ میں اب کیا کروں کیونکہ دوکاندار کو اس کی باتوں سے بڑا لطف ملتا تھا۔ کئی روز تک اس طوطے کی خوشامد کی طرح طرح کے پھل دیئے کہ خوش ہو جاوے لیکن طوطا بالکل خاموش تھا اس ددکان پر جو خریدار آتے وہ بھی اس کے خاموش رہنے سے تعجب اور افسوس کرتے۔

ایک دن اس دکان کے سامنے سے ایک کمبل پوش فقیر سر منڈائے ہوئے گذرا تو یہ طوطا فوراً بلند آواز سے بولا کہ اے گنجے تو کس سبب سے گنجا ہوا تو نے بھی بوتل سے تیل گرادیا ہوگا۔ طوطے کے اس قیاس سے لوگوں کو ہنسی آگئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔

اس واقعہ سے رجوع کرتے ہوئے مولانا رومیؒ نصیحت فرماتے ہیں

کارِ پاکاں را قیاس خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

ترجمہ | اے عزیز! پاک لوگوں کے معاملہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر (دودھ) اور شیر (جانور) ایک طرح کا ہوتا ہے۔

مسائل السلوک از بیان القرآن

(پ ۹ سورہ اعراف)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

والقی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہٗ الیہ۔

ترجمہ مع تفسیر | اور دینی حمیت کے جوش میں جلدی سے توریت کی تختیاں ایک طرف رکھیں اور جلدی میں ایسے زور سے رکھی گئیں کہ اگر غور نہ کرے تو شبہ ہو کہ جیسے کسی نے پٹک دی

ہوں۔ اور ہاتھ خالی کرکے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا سر یعنی بال پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے کہ تم نے کیوں پورا انتظام نہ کیا اور چونکہ غلبۂ غضب میں ایک گونہ بے اختیاری ہوگئی تھی اور غضب بھی دین کے لئے تھا اس لئے اس بے اختیاری کو معتبر قرار دیا جائیگا اور اس اجتہادی لغزش پر اعتراض نہ کیا جاوے گا۔

تفسیر روح المعانی والصواب ان یقال: انه علیه السلام لفرط حمیة الدینیة وشدة غضبه لله تعالیٰ لم یتمالک ولم یتماسک ان وقعت الالواح من یده بدون اختیار فنزل ترك التحفظ منزلة الالقاء الاختیاری نعبر به تغلیظا علیه بعلیه السلام فان حسنات الابرار سیئات المقربین۔ انتھٰی۔

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دینی حمیت کے غلبہ سے اور شدت غضب سے جو صرف اللہ کے لئے تھا ایسی غیر اختیاری کیفیت طاری ہوئی کہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے توریت کی تختیاں گر گئیں اور ان کے مقرب بارگاہ حق ہونے کے سبب ان کے ترک تحفظ کو القاء اختیاری سے تعبیر کیا گیا۔ بقاعدہ مشہورہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مرتبہ میں بڑے تھے کیونکہ ان کی رسالت اور ریاست مستقلاً تھی اور یہ وزیر تھے اور بہت ہی نرم اور حلیم الطبع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بال پکڑ کر کھینچنے میں قصد اہانت اور استخفاف کا نہ تھا۔ (روح المعانی ص ۶۷ پ ۹)

مسائل السلوک میں تفسیر مذکورہ سے استفادہ کیا گیا ہے

مسائل السلوک حکیم الامت حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ بہت سے نادان لوگ بعض اہل اللہ کی دینی شدت، غضب اور فرط حمیت کو سوء اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں۔ حاشاھم عن ذالک اور وہ پاک ہیں اس الزام سے۔ اور اسی واقعہ سے شیخ کے غضب کا جواز مرید پر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کاملین سے اجتہادی خطا کا صدور منافی کمال نہیں۔ اور ان جاہل مریدوں کی بداعتقادی بھی ثابت ہوئی جو اپنے پیروں کو خطاؤں سے معصوم سمجھتے ہیں۔

(پ ۹ بیان القرآن ص ۲۴ مطبوعہ دہلی)

اہل اللہ اور اہلِ نفس کے غضب میں فرق

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کا عذر قبول فرمایا اور فوراً دعا کی ربِّ اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الراحمین۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی خطائے اجتہادی کی مغفرت کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا بھی مانگی تاکہ اپنے بھائی کا دل خوش کر دیں اور دشمنوں کی شماتت اور طعن کو رفع کر دیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولین کو فوراً تلافی کی توفیق بھی عطا کی جاتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے عین مواخذہ اور احتساب کے وقت بھی تحقیر اور اہانت کا قصد نہیں کرتے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ میں تو کسی سے عین باز پرس کے وقت بھی بحمد اللہ اس کا استحضار رکھتا ہوں کہ یہ شخص مجھ سے لاکھوں درجہ افضل ہے اور یہ استحضار کوئی کمال کی بات نہیں اس لئے کہ موٹی سی بات ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ عند اللہ اس کا کیا درجہ ہے مگر اصلاح کی ضرورت باز پرس پر مجبور کرتی ہے۔ اور بعض اوقات جس پر میں مؤاخذہ کرتا ہوں وہ بات فی نفسہٖ اس درجہ کی نہیں ہوتی جس درجہ کا اس پر احتساب ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی منشاء کو دیکھتا ہوں اور بعض جرم منشاء کے اعتبار سے کبائر سے بھی سخت ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر جرم میں یہ خیال کرنا چاہئے کہ گو یہ صورۃً صغیرہ ہے مگر ممکن ہے کہ منشاء کے اعتبار سے یہ کبائر سے بھی بڑھ کر ہو اور اس لئے کہیں اس پر مؤاخذہ بڑا نہ ہو۔ گو یہ اس کو ہلکا سمجھے ہوئے ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ کئی مرتبہ خیال ہوا کہ اس اصلاح کے کام کو چھوڑ دوں اور یہ چھوڑ دینا آسان ہے لیکن جب تک اس کو چھوڑا نہ جاوے اس وقت تک اصلاح کا جو طریق ہے اس کے خلاف کرنے کو جی نہیں چاہتا اور مفید بھی نہیں ہوتا۔ یہ تجربہ ہے کہ اگر نرمی سے بہلا کر سمجھا دیا جاوے تو اس کو اس کا قبیح ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن سیاست ہی کا طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ صفحہ ۴ مطبوعہ ملتان)

ہمارے مرشد حضرت پھولپوری رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت حکیم الامت رحؒ کو ایسی شان محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ لوگ ان کی دار و گیر پر فدا رہتے تھے اور متوحش نہ ہوتے تھے۔ ہم لوگوں کو حضرت والا اس دار و گیر کے طرز سے منع فرمایا کرتے تھے کہ امتِ

مسلمہ مبادا ایتم لوگوں کا ناز نہ اٹھا سکے۔

نوٹ علماء ربانیین کا جب یہ مقام ہے تو انبیاء علیہم السلام کا کیا مقام ہو گا۔؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضب چونکہ للہ تھا اسکی مثال سکر

(۳) من المباح کی سی ہے جس میں مکلف نہیں رہتا۔ اس پر دوسرے شخص کے غصہ کو جو نفس کے واسطے ہو قیاس نہیں کہہ سکتے بلکہ اسکی حالت سکو مت المحرم کی سی ہے جس کو شارع نے عذر نہیں قرار دیا چنانچہ وقوع طلاق وغیرہ کا حکم معلوم ہے۔

نیز عادۃً ممکن ہے کہ شدت مشغولی میں ذہول ہو گیا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور بھائی کو دار وگیر کرنے کے لئے ہاتھ خالی کرنا ہوا

حکایت ایک صاحب کو غصہ کی بیماری تھی۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رح نے ان کو لکھنؤ انوار بک ڈپو مولوی محمد حسن کاکوروی رح کے پاس بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ چند دن بیٹھنے سے ان کا غصہ کم ہونے لگا یہاں تک کہ معتدل ہو گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب نے تو مجھے غصہ کے متعلق کبھی کوئی نصیحت نہیں کی پھر مجھے ایسا نفع کیوں ہوا۔؟ حضرت نے فرمایا کہ موصوف میں شان حلم غالب ہے صحبت سے ان کا حلم آپ کے اندر آہستہ آہستہ منتقل ہو گیا۔

حکایت ایک دن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رح اپنے ایک ملازم کو ڈانٹ رہے تھے۔ ملازم نے عرض کیا کہ معاف کر دیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تم تو بار بار غلطی کرتے ہو میں تمہارا کتنا بھگتوں؟ مولانا محمد الیاس صاحب رح شیخ کے چچا پاس بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ مولانا اس کا اتنا بھگت لیجئے جتنا اپنا اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن بھگتوانا ہے

نسخہ اکسیر غضب

از حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

حسب ذیل امور کو دن میں متعدد بار اتنا پڑھے کہ غصہ کے وقت یاد رہیں

(۱) پوری اعوذ باللہ پڑھنا۔
(۲) وضو کر لینا۔
(۳) کھڑے ہوں تو بیٹھ جانا۔ بیٹھے ہوں تو لیٹ جانا
(۴) جس پر غصہ آرہا ہو اس کے سامنے سے ہٹ جانا یا اس کو ہٹا دینا
(۵) کسی صالح کی صحبت میں بیٹھ جانا۔
(۶) ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا نیز درود شریف پڑھنا
(۷) حتی الوسع بات نہ کرنا اور نہ کوئی معاملہ کرنا اس کے ساتھ جس پر غصہ آرہا ہے
(۸) یہ سوچنا کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو۔

(۹) یہ سوچنا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا خطاوار ہوں اگر میری خطایا پر مؤاخذہ فرمایا جاوے تو نجات پانا مشکل ہے۔ نیز دوسروں کی خطایا سے درگذر کرنے پر امید ہے کہ میری خطایا بھی معاف ہو جاویں گی۔ لہٰذا جس پر غصہ آرہا ہے اس سے درگذر کرنا ہی بہتر ہے

(۱۰) اگر ہدایات مجوزہ کے خلاف عمل ہو جاوے تو ۵۰ پیسے تا دس روپے خیرات کرے، اور چار رکعت نفل نماز بھی پڑھے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب اور مخلوق کے غضب میں فرق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اتقوا الغضب فانہ جمرۃ تتوقد فی قلب ابن آدم الم تروا الی انتفاخ اوداجہ وحمرۃ عینیہ۔

ترجمہ غصہ آگ کا شعلہ ہے جو ابن آدم کے دل میں سلگتا ہے ۵ کیا نہیں دیکھتے ہو تم اس کی گردن کی رگوں کے پھولنے کو اور اس کی آنکھوں کی سُرخی کو۔

تعریف مذکور مخلوق کے غضب کی تعریف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی تعریف صاحب کشاف نے یہ کی ہے۔ ارادۃ الانتقام من العصاۃ وانزال العقوبۃ بھم۔ نافرمانوں سے انتقام کا ارادہ کرنا اور ان پر عذاب نازل کرنا۔ (روح المعانی ص۹۵ ج ۱)

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب المفردات میں لکھتے ہیں کہ غضب نام ہے خون کے جوش مارنے کا۔ اور ارادہ کرنے انتقام کا۔ اور غضب اللہ سے مراد اذا وصف اللہ تعالیٰ بہ فالمراد بہ الانتقام دون غیرہ اور کثیر الغضب کو غضوب کہتے ہیں۔ سخت غصہ والے سانپ کو بھی غضوب کہتے ہیں۔ (المفردات ص۳۶۱)

غضب کے متعلق چند احادیث مبارکہ

حدیث نمبر ① حدیث شریف میں بروایت مشکوٰۃ ارشاد فرمایا گیا کہ غصہ ایمان کو ایسے برباد کرتا ہے (یعنی اس کے کمال اور نور کو) جیسا کہ ایلوا خراب کر دیتا ہے شہد کو۔ ایلوا کو حدیث میں صبر فرمایا گیا ہے۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس لفظ کی دو لغت ہیں۔ صَبِرٌ بفتح الصاد وکسر الباء ویُسَکَّنُ

صِبْرٌ بکسر الصاد وسکون الباء علی ما اشتہر علی الالسنۃ

(مرقاۃ ج ۹ ص ۳۱۶)

حدیث نمبر ② دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔ لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب۔ متفق علیہ۔

(یعنی) پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں کر لے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

صُرَعَۃ۔ جیسے ھُمَزَۃ صاد پر ضمہ راء پر فتحہ (مرقاۃ ص ۳۰۶ ج ۹)

حدیث نمبر ③ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطان سے ہے (یعنی اس کے وسوسہ اور اثر سے ہے (مرقاۃ) اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی ہی بجھا سکتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آجاوے تو وضو کر لے۔

(ابو داؤد شریف (مرقاۃ ص ۳۱۲ ج ۹)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ جب غصہ آوے تو اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ لے۔ (بحوالہ بالا)
اور مرقاۃ میں ہے کہ اگر غصہ پھر بھی دور نہ ہو تو وضو کر لے اور پھر بھی نہ دور ہو تو ۲ رکعت نماز پڑھ لے۔ پس یہ صبر کی دوا ہے جو شیطان پر بہت ناگوار ہے۔ (بحوالہ بالا)

حدیث نمبر (۴) اہل غضب کی چار قسمیں

مشکوٰۃ فصل ثانی باب الامر بالمعروف بروایت حضرت ابوسعید خدریؓ ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے جو جلد غصہ ہوتا ہے اور جلد رجوع کرتا ہے۔ یعنی سریع الغضب اور سریع الفیئ ہوتا ہے فاحدٰہما بالاخریٰ، حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص نہ مدح کا مستحق ہے نہ ذم کا۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے زائل ہوتا ہے یہ شخص بھی مدح و ذم کا مستحق نہیں۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے تو ایسے لوگ تم میں سب سے بہتر ہیں وخیارکم من یکون بطیئ الغضب سریع الفیئ۔ اور تم میں سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جن کو غصہ جلد آتا ہے لیکن دیر سے زائل ہوتا ہے۔ وشرارکم من یکون سریع الغضب بطیئ الفیئ۔
(مرقاۃ جلد ۹ ص ۳۳۸)

اور سریع الفئ ہوتا ہے۔ فاحدٰ لھما بالاخریٰ، حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ شخص نہ مدح کا مستحق ہے اور نہ ذم کا مستحق ہوتا ہے اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے تو ایسے لوگ تم میں سب سے بہتر ہیں وخیارکم من یکون بطیئ الغضب سریع الفئ ۔ اور تم میں سب سے برے وہ لوگ ہیں جن کو غصہ جلد آتا ہے لیکن دیر سے زائل ہوتا ہے۔ وشرارکم من یکون سریع الغضب بطیئ الفی ۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۳۸)

حضرت ملا علی قاری رح اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ اس کے اخلاق ذمیمہ پر اخلاق حمیدہ غالب ہو جائیں۔ لاانھا تکون معدومة فیہ بالکلیة ۔ نہ یہ کہ بالکل اس ذمیمہ کا یعنی غصہ کا وجود ہی نہ رہے۔ (یعنی ازالہ مقصود نہیں صرف امالہ مقصود ہے) والیہ الاشارۃ بقولہ تعالیٰ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس حیث لم یقل والعادمین ۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ نے والکاظمین فرمایا کہ غصہ اور غیظ کو ضبط کرتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ والعادمین۔ اس کو معدوم کر دیتے ہیں۔ (مرقاۃ جلد ۹ ص ۳۳۹)

حدیث نمبر ۵ حضرت انس رض روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی (یعنی اپنے بھائیوں کا عیب چھپایا) اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو (انسانوں سے اور فرشتوں سے) چھپائیں گے اور جس نے غصہ روک لیا (لوگوں پر) اللہ تعالیٰ اپنا عذاب قیامت کے دن اس پر نہ فرمائیں گے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے معافی اور معذرت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۴۱)

معالجات الغضب از تربیت السالک

○ مُصنّفہ ○

حکیم الاُمّت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

(۱) ایک صاحب کے غضب کے سوال کے جواب میں ارقام فرمایا کہ۔
سرعت غضب امر طبعی ہے اختیار سے خارج ہے نہ اس پر ملامت ہے البتہ اس کے مقتضاء پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہو جاوے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں۔ اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت معین ہے اور نرمی وغیرہ۔ مدت تک تکلیف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہیئے مدت کے بعد ملکہ ہو گا۔ ہمت نہ ہاریئے
(تربیت السالک ج ۱ صـ۲۴۶)

(۲) ایک سوال کے جواب میں ارقام فرمایا کہ غصہ کے وقت تھوڑی سی ہمت کرنے کی ضرورت ہے کہ جس پر غصہ ہے اس کو اپنے روبرو سے علیحدہ کر دے۔ یا خود علیحدہ ہو جاوے۔ اور پھر بھی غلطی ہو جاوے تو اس کا تدارک بھی جو آنعزیز کا معمول ہے کافی ہے اور اس کا شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید دل سے معاف نہ کیا جاوے کیونکہ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں کہ اپنی طرف سے دل سے راضی کرنے کی کوشش کرے اس سے آگے اختیار نہیں تو اس کا مکلف بھی نہیں۔
(تربیت السالک ج ۱ صـ۲۴۸)

(۳) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس وقت غصہ آوے اس وقت یہ سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اس طرح غصہ کرنے لگے تو آخر میں بھی چاہوں گا

کہ معافی ہوجاوے تو مجھ کو چاہیئے کہ اس شخص کو بھی معافی دیدوں اور یہ سوچو کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو ہوگا بھی نہیں جتنا میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوں، پھر جب میں معافی کا آرزومند ہوں تو اس کو کیوں نہ معاف کردوں دوسرا کام یہ کرے کہ فوراً وہاں سے جدا ہوجاوے یعنی اس جگہ نہ رہے جب تک کہ غصہ بالکل فرو نہ ہوجاوے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

تیسرا کام یہ کرے کہ کوئی وقت معین کرکے اپنے عیوب کو مستحضر کیا کرے اور سوچا کرے کہ میں سب سے بدتر ہوں اس سے کبر کی جڑ کٹ جاوے گی اور غصہ کا منشاء کبر ہی ہے۔

اور غصہ کے وقت یہ خیال کرلیا کرے کہ تو تو سب سے بدتر ہے۔ اپنے سے بڑے پر غصہ نہ آنا چاہیئے۔ (تربیت السالک ج ۱ ص ۲۴۹)

(۴) ایک صاحب نے لکھا تھا کہ لوگوں کو معاصی کا ارتکاب کرتے دیکھ کر انہیں سخت غصہ آتا ہے اور ضبط نہیں ہوتا اور غصہ میں سختی کے ساتھ بات چیت کی نوبت آجاتی ہے۔

جواب میں فرمایا کہ یہ حالت بری نہیں ہاں کبھی ضعف تحمل سے تجاوز عن الاعتدال کا اندیشہ ضرور ہے۔ حتی الامکان تجاوز عن الاعتدال نہ ہونے پاوے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ عاصی کو حقیر نہ سمجھا جاوے گو اس پر غصہ آوے اس غصہ کے وقت یہ سوچا جاوے کہ ہم میں اس سے بھی زیادہ عیوب ہیں۔ (تربیت السالک ج ۱ ص ۲۶۳)

(۵) ایک صاحب کے غصہ کے علاج کا مجرب نسخہ دریافت کرنے پر جواب میں ارقام فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جاوے بعد غصہ فرو ہوجانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیئے پاؤں پکڑیئے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھیئے۔ ایک دوبار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجاوے گی!

(تربیت السالک ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ کراچی)

اہل اللہ سے محبت کے دس انعام

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

تنبیہ :- حُبّ فی اللہ - ایک کلی مُشَکِّک ہے جس کے انواع مختلف الدرجات والمراتب ہوتے ہیں۔ اس مقالہ میں جو فوائد بیان کیے گئے ہیں وہ اگرچہ عام مسلمانوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرنے پر موعود ہیں ـــــ لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ اہل اللہ کی محبت سے ایسے فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں کہ جن کی تاثیر سے انسان کے قلب و روح میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور غفلت کی حیوانی زندگی، اللہ والی زندگی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ بات عام مسلمانوں کے ساتھ محبت للّٰہیہ سے حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ نص قطعی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ارشاد باری ہے وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پ۱۱۔ اور صحبت اختیار کرو کاملین متقین کی۔ صادقین اور متقین کلی متساوی ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ہ

پس اس محبت للّٰہیہ کا نوع کامل اللہ والوں سے وہ محبت ہے جو ان حضرات سے صرف اصلاح نفس اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے بالخصوص طالبین اور سالکین کو اہل حق (متبع شریعت و سنت) مرشدین سے جس درجہ شدید اور قوی محبت ہوتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اس مقالہ کا یہ عنوان تجویز کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرما دیں

انعام اول	اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطا ہونا۔ ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے
حدیث قدسی	وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، میری محبت ان کے لئے واجب ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۶) ——— یہ وجوب احسانی اور تفضّلی کہلاتا ہے۔ یعنی قانوناً اور ضابطہ سے حق تعالیٰ شانہٗ پر واجب نہیں صرف احساناً اور فضلاً واجب فرما لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ فِی بمعنی لاجلی ہے اس لئے فرمایا کہ اور جو آپس میں میری رضا کے لئے مجالست کرتے ہیں باب تحابب فرمایا تاکہ محبت کا دونوں طرف سے ظہور ہونا ثابت ہو اور تجالس سے دونوں طرف سے مجالست کا اہتمام ہو۔ یعنی شیخ اور طالب کا ہر دو طرف سے محبت اور مجالست کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ۔ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ہمارے مرشد شاہ عبد الغنی رح فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیخ کو چاہیئے کہ صبر کے ساتھ مجلس میں بہ اہتمام بیٹھ کر طالبین کی تربیت اور اصلاح کی باتیں سنائے اور طالبین کو ذکر کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ یدعون ربھم سے ظاہر ہے تاکہ نور ذکر کی برکت سے انوار الٰہیہ بواسطہ مرشد کا انجذاب ہو سکے

نور، نور کا جاذب ہوتا ہے ۔ اور طالب کا اخلاص بھی شرط ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو مراد بناوے ۔ کشف وخواب اور خلافت یا دنیا کی طلب نہ رکھے جو کہ ـــــ یریدون وجھہ سے ظاہر ہو رہا ہے ۔ اخلاص اور اہتمامِ ذکر سے مرشد کا قلب خود بخود فیضان کا جام دمینا انڈیل دے گا ۔ جو کہ فَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ سے ظاہر ہو رہا ہے ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں ۔ آب ہم جوید بعالم تشنگاں ۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اگر پیاسے تلاش کرتے ہیں جہاں میں پانی کو تو پانی بھی جہاں میں اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے ؎

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے ۔ دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

محبت کو مجالست سے قبل بیان فرمایا ۔ کلام نبوت کی بلاغت ملاحظہ فرمایئے کہ اگر محبت نہ ہو تو مجالست بیکار ہے ۔ قلب نہ ہو تو قالب لے کر کیا کریں گے ۔ منافق یہی تو تھے جو قالب سے بیٹھتے تھے بارگاہِ نبوت میں اور قلوب سے غائب اور غیر حاضر ہوتے تھے ۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے ۔ دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

محبت قلب میں ہوتی ہے ۔ محبت کو پہلے بیان فرما کر تعلیم فرمادی کہ اللہ والوں کی محبت قلب میں ہو پھر قالب کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھو ۔ تو قلبِ مرشد سے قلوب حاضرہ کو حضور مع الحق کی دولت عطا ہو جاوے گی ۔ اور محبت نہ ہونے سے قلب نہ ہو گا ۔ یہ محبت عجیب مظروف ہے کہ ظرف دل اس سے قائم رہتا ہے ۔

اور محبت کو مقدم بیان کرنے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ محبت ہی سے مجالست کی توفیق ہوتی ہے ۔

"محبتك جاءت بي اليك"، عاشق کہتا ہے کہ آپ کی محبت آپ تک مجھے لائی ہے ۔ اور محبت عمل قلب ہے جو مخفی ہے ۔ اس

کے ثبوت کا ظہور مجالست سے ہو گا۔ صرف دعویٰ محبت کا ہو اور مجالست نہو یعنی محبوب کے پاس آکر نہ بیٹھے تو وہ محبت محبت ہی نہیں ہے ؎

دل میں اگر حضور ہو سر ترا خم ضرور ہو

جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

تحابب کے بعد تجالس کا راز معلوم ہو گیا۔ الفاظِ نبوت کے تقدم و تاخر کے اسرار و معانی اور بلاغت بتاتے ہیں کہ یہ مضمون درباری اور سرکاری ہیں۔ غیر مقرب بارگاہ سے ایسے علوم بھرے الفاظ صادر نہیں ہو سکتے ؎

تو ندیدی گہے سلیماں را چہ شناسی زبانِ مرغاں را

تجالس کی نعمت کا اہتمام دونوں جانب سے ہو۔ بابِ تفاعل کے استعمال سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مرشدین و مشائخ بھی طالبین کو اپنے لئے نعمت سمجھیں۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے پاس اللہ کے لئے آنے والوں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

متحابین اور متجالسین کے بعد متزاورین کو بیان فرمایا۔ اس میں تعلیم ہے کہ بالکل وہیں بیٹھ کر نہ رہ جاؤ۔ بلکہ آنا جانا رکھو۔ اگرچہ مرشد کے پاس جو حضوری حاصل ہو گی ویسی اس سے دوری میں نہ ہو گی۔ لیکن دائمی مجالست نہ رکھو اپنے گھر جاؤ۔ معاشِ حلال اور بال بچوں کے ماں باپ کے حقوق بھی ادا کرو۔ حضورِ دوام کے لئے پیدا کرنا ہوتا تو ملائکہ بناتے۔ بال بچوں کے تعلقات میں کیوں مشغول کرتے اور اس زندگی کو سنت کے مطابق ہونے کے سبب اعلیٰ ترین بندگی کیوں قرار دیتے

اسی زندگی کو صحابہ کرام رضؓ نے مجالست بارگاہِ نبوت کی حضوری کو بال بچوں کے ساتھ مشغولی میں نہ پاکر اپنے اوپر نفاق کا گمان کیا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں ہرگز نہیں یہ نفاق نہیں۔ ساعۃ کذا و ساعۃ کذا۔ حضوری تام جو میرے پاس تمہیں ہوتی ہے کبھی یہ بھی تمہیں حاصل ہو تاکہ حقوق الٰہیہ ادا کرنے کی ایمانی کیفیت سے سرشار ہو اور کبھی اس میں ہم سے جدائی کے سبب کمی لاحق ہو تاکہ اپنے بال بچوں کے حقوق ادا کرو۔ ادائیگی حقوقِ خلق کو بھی ادائے حقوق خالق کا جزء اور تکملہ سمجھو آبا کا حق یہ بھی ہے کہ بھائیوں کا حق بھی ادا کرو۔ ربا کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی مخلوق کا حق بھی ادا کرو۔

ملا علی قاریؒ نے کیا ہی عجیب شرح اس کی فرمائی ہے ساعۃ کذا وساعۃ کذا ای ساعۃ فی الحضور تؤدون حقوق اللہ و ساعۃ فی الفتور تؤدون حقوق نفسہ واھلہ وعیالہ۔

(مرقاۃ)

ترجمہ کبھی تو حضوری تام ہو کہ حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرو اور کبھی حضوری میں کچھ کمی اور نزول ہو تاکہ اپنے نفس اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرو۔

المتزاورین کے بعد متباذلین فرمایا۔ کہ محبت کے تعلق قلبی کے ثبوت کا کبھی تجالس سے کبھی تزاور سے اور کبھی تباذل سے ظہور ہو۔ یعنی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال بھی خرچ کرتے ہیں۔

ایک حکایت بخیل کی

ایک بخیل تھا اس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا۔ سر پر اسکے روٹیوں کا ٹوکرا بھرا تھا اور وہ بخیل زار و قطار رو رہا تھا کہ ہائے میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ اپنے سر پر جو روٹیاں رکھے ہوئے ہے اس میں سے کھلا دے۔ اس نے کہا کہ روٹیوں میں پیسے لگے ہیں اور آنسو تو مفت کے ہیں۔ لیکن مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ آنسو کا مفت سمجھنا نادانی ہے۔ آنسو در اصل جگر کا خون ہے جو غم سے پانی ہو جاتا ہے ؎

اشک خون است وز غم آبے شدہ است!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی محبت اور ان کی مجالست اور ان کی زیارت اور ان کی خدمات مالیہ پر عمل کرنے سے جلد حق تعالیٰ کی محبت عطا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل سے اپنی محبت کا عطا فرمانا ایسے لوگوں کے لئے اپنے ذمہ واجب فرما رکھا ہے اور ہر دو جانب سے یہ اعمال صادر ہوں یک طرفہ محبت کافی نہیں ہے

تشریح از مرقاۃ اَیْ لَا یُحِبُّهٗ لِغَرَضٍ وَّلَا عَرَضٍ وَلَا عِوَضٍ وَلَا یَشُوْبُ مَحَبَّتَهٗ حَظٌّ دُنْیَوِیٌّ وَلَا اَمْرٌ بَشَرِیٌّ بَلْ مَحَبَّتُهٗ تَکُوْنُ خَالِصَةً لِلّٰهِ تَعَالٰی فَیَکُوْنُ مُتَّصِفًا بِالْحُبِّ فِی اللّٰهِ وَدَاخِلًا فِی الْمُتَحَابِّیْنَ فِی اللّٰهِ

(مرقاۃ ج ۱ ص ۷۵)

ترجمہ۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ والی محبت کے لئے پانچ شرائط ہیں (۱) یہ محبت غرض نفسانی کے لئے نہ ہو۔ (۲) مال کے لئے نہ ہو (۳) کسی بدلہ کی امید پر نہ ہو (۴) کسی طبعی تقاضہ کے سبب نہ ہو (۵) حظوظ دنیوی مقصود نہ ہوں۔ ان صفات خمسہ والے محبت للّٰہی اور

متحابین فی اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔

انعامِ ثانی حلاوت ایمانی

ایسے لوگوں کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے۔

حدیث قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم۔ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ۔ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا۔ وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۱۲ کتاب الایمان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین صفات جس میں ہونگی وہ حلاوت ایمان کی اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

صفتِ اولیٰ جس کے قلب میں اللہ اور رسول تمام کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

صفتِ ثانیہ جو کسی بندہ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے

صفتِ ثالثہ جو ایمان نصیب ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناگوار سمجھے جیسے کہ اس کو آگ میں داخل ہونا ناگوار ہو۔

حلاوتِ ایمانی کی ۵ علامات

(۱) اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ (۲) اِیْثَارُھَا عَلٰی جَمِیْعِ الشَّھَوَاتِ وَالْمُسْتَلَذَّاتِ (۳) وَتَحَمُّلُ الْمَشَاقِّ فِیْ مَرْضَاۃِ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ (۴) تَجَرُّعُ الْمَرَارَاتِ فِی الْمُصِیْبَاتِ (۵) وَالرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ فِیْ جَمِیْعِ الْحَالَاتِ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۷۴)

ترجمہ (۱) عبادات میں لذت پانا (۲) فرمانبرداری اور طاعت کو گناہوں کی فانی لذت پر ترجیح دینا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا۔ (۴) مصائب کی تلخیوں پر صبر وتسلیم کے ساتھ رہنا (اور تدبیر ودعا کے ساتھ رحمت کا انتظار کرنا (۵) جمیع حالات میں رضا بالقضا، (یعنی کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شان تربیت کے متعلق اعتراض نہ کرنا)۔

انعام ثالث — حُسنِ خاتمہ کا مقدر ہونا

اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی بندہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ۔

ترجمہ :۔ وارد ہے کہ جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ قلب مومن کو عطا فرمادی جاتی ہے تو پھر وہ کریم مالک عطائے شاہی کو دے کر کبھی واپس نہیں لیتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا۔ (مرقاۃ ج ا ص ۷۴)

انعام رابع — ستر ہزار فرشتوں کی دعائے مغفرت اور مقرب باللہ ہونے کی دعا۔

المقتبس من الحدیث قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ فَصِلْہُ

(مشکوٰۃ ص۴۲۷ باب الحب فی اللہ ومن اللہ)

ترجمہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تعلق سے کسی بندہ کی زیارت کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ بندہ صرف آپ کی محبت میں اس بندہ سے ملنے جارہا ہے۔ آپ اس کے اس عمل کی جزاء میں اپنے قرب سے اس کو مشرف فرما دیجئے

تشریح ازمرقاۃ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ (ای لِاَجْلِکَ) فَصِلْہُ ای بِوَصْلِکَ الْمُعَبَّرِ عَنْ قُرْبِکَ جَزَاءً وِّفَاقًا (مرقاۃ ج۹ ص۲۶۱)

ترجمہ اے اللہ تیرے اس بندے نے تیری رضا کے لئے فلاں بندہ سے ملاقات کی پس آپ اس کو جزاء موافق عمل کے قاعدہ سے اپنا وصل جس کو قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے عطا فرما دیجئے۔

وصل اورا محال می گویند
قرب اورا وصال می گویند

ترجمہ اللہ تعالیٰ کا وصال بالمعنی اللغوی محال ہے اللہ تعالیٰ کے قرب ہی کو وصال کہتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جو لوگ مشائخ اور مرشدین کے پاس اللہ کے لئے آتے جاتے ہیں ان کے لئے ستر ہزار فرشتوں کی یہ دعا کیسے رائیگاں جائے گی۔ اور یہ معصوم اور پاک مخلوق کی دعا برائے حصول قرب ملنے سے اہل اللہ سے رابطہ رکھنے والے اگر جلد اللہ والے بن جاتے ہیں تو کیا تعجب ہے۔

کیا خوب مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

پیر باشد نردبان آسمان ‏ ‏ ‏ تیر پراں از کہ گردد از کماں

پیر سفر آسمانی کے لئے سیڑھی ہے۔ اور تیر کب اڑتا ہے جب کمان میں ہوتا ہے۔

فضیلت زیارت صالحین

مسلم شریف کی ایک روایت سے۔

ایک شخص اللہ کے لئے محبت کرتا تھا ایک دن اس کے پاس جارہا تھا کہ ایک فرشتہ اس کے راستے میں ملا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا تھا، اس نے دریافت کیا کہ :۔

این تزید ؟ قال ارید اخالی فی ھذہ القریۃ ۔ کہاں کا ارادہ ہے کہا کہ اس بستی میں میرا اللہ کے لئے ایک محبوب دوست ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا اور کوئی غرض تو نہیں ؟ اس نے کہا کہ نہیں صرف یہی وجہ ہے کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت رکھتا ہوں۔ اس فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں تم کو یہ بشارت دیدوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اسے اللہ تعالیٰ کے لئے محبوب بنایا ہوا ہے۔ بان اللہ قد احبک کما احببتہٗ فیہ مشکوٰۃ ۴۲۵

شرح مرقاۃ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ علامہ ابوزکریا محی الدین نودیؒ نے فرمایا کہ :- فیه فضل المحبة فی الله وانها سبب لحب الله وفضیلة زیارة الصالحین ۔ (مرقاۃ ص ۲۴۹ ج ۹)

ترجمہ علامہ نوویؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے محبت الٰہی کی فضیلت اور اس محبت سے جلد محبوب عند اللہ بن جانے کا ثبوت ملتا ہے اور صالحین کی زیارت کی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے ۔

انعام خامس ۵ متحابین فی اللہ کا قیامت کے دن محشر میں ساتھ ہونا اور جنت میں بھی ساتھ رہنا ۔

حدیث لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ (دای لِاَجْلِیْ) (مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے محبت رکھتے ہیں اگرچہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمادیں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لئے محبت رکھتا تھا ۔ اس حدیث سے اللہ والوں سے اللہ کے لئے محبت کا انعام عظیم معلوم ہوا کہ محشر میں بھی ساتھ ہوگا ۔

تشریح ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جمع کرنے میں چند مقاصد ہیں ۔ لِشَفَاعَةِ اَحَدِهِمَا لِلْاٰخَرِ تاکہ ایک دوسرے

کی شفاعت کریں۔ اَوْ فِی الْجَنَّۃِ عَلٰی سَبِیْلِ الْمُصَاحَبَۃِ یا جنت میں بھی پڑوسی بنادیا جاویگا اور ساتھ ساتھ رہیں گے۔ وَالْمُزَادَدَۃِ فِیْھَا دَالْمُجَاوَرَۃِ ایک دوسرے کی زیارت کریں اور قرب حاصل رہے۔

یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ یہ فرمانا کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لئے محبت رکھتا تھا۔ یَقُوْلُ ھٰذَا عَلٰی لِسَانِ مَلَکٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا یہ فرمان حق تعالیٰ کا یا تو بواسطہ فرشتہ ہوگا یا براہ راست ہر ایک سے ارشاد فرمائیں گے۔ (مرقاۃ جلد ۹ ص ۲۵۹)

ہمارے مرشد شاہ عبد الغنی پھولپوری رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ہم کو پتہ چلا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی ہم کو جنت کا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ والوں کی ملاقات جنت کی نعمت سے کم نہیں۔ ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید۔
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت جب میسر ہو جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی۔

اللہ والوں کے پاس تو ہر وقت ان کی جنت ساتھ رہتی ہے اور وہ جنت بالحضور مع المولیٰ ہے اور آخرت میں بلقاءِ المولیٰ کی جنت ملیگی کما قال القاری فی المرقاۃ

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

؎ میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں۔

انعام سادس روز محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ۔

(بخاری شریف)

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا ہوگا۔

(۱) امام عادل (۲) وہ جوان جس نے اپنی جوانی عبادت الٰہی میں مصروف کی (۳) وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی نماز کا انتظار رہتا ہے (۴) وہ دو بندے جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کریں اور اسی محبت پر ان کا اجتماع اور ان کا افتراق ہوا ہو۔ (۵) اور وہ شخص جس کو صاحب جمال اور صاحب نسب یعنی حسین اور شریف خاندان کی عورت دعوت گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) اور وہ آدمی جو اس طرح خفیہ صدقہ کرے کہ داہنے ہاتھ کے صدقہ کرنے کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔ (۷) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاویں۔

تشریح نمبر ۴ | حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رح تحریر فرماتے ہیں۔ وَالْمُرَادُ اَنَّهُمَا دَامَا عَلَى الْمَحَبَّةِ الدِّيْنِيَّةِ وَلَمْ يَقْطَعَاهَا لِعَارِضٍ دُنْيَوِيٍّ سَوَاءٌ اِجْتَمَعَا حَقِيْقَةً اَمْ لَا حَتّٰى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمَوْتُ۔ (فتح الباری ج ۲ صہ ۱۴۵)

ترجمہ | جو محبت اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بندے کی کسی بندے سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اس محبت للّٰہی پر ہمیشہ قائم رہیں اور دنیوی معاملات کی وجہ سے اس محبت کو منقطع نہ کریں یہاں تک کہ موت ہی ان کو جدا کرے

ان کے لئے بخاری شریف کی اس حدیث میں قیامت کے دن عرش کا سایہ ملنے کا وعدہ ہے۔ جس دن کوئی سایہ ہی نہ ہوگا سوائے سایۂ عرش کے۔

قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان الله یقول یوم القیامۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ صـ۴۲۵)

ترجمہ وشرح مرقاۃ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میرے جلال اور عظمتِ شان کے سبب آپس میں محبت رکھتے تھے (اور جلال کے لفظ سے یہ بات واضح فرمادی کہ یہ محبت نفسانی تعلقات سے بالکل پاک ہوگی) آج میں ان کو عرش کا سایہ عطا کروں گا۔ جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا میرے سایہ عرش کے علاوہ۔

قال القاری رحؒ فی شرح جلالی ما قال جمالی - ای انھم منزھون عن شائبۃ النفس والھویٰ۔ (مرقاۃ ج ۹ صـ۲۴۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ نے اللہ تعالیٰ کے لئے جو محبت ہوتی ہے اس کی تین شرط بیان فرمائی ہیں۔ یعنی عرش کا سایہ ملنے کے لئے اس محبت کے لئے یہ شرائط ہیں۔

(۱) والمراد انھما داما علیہ وہ دونوں اس محبت پر قائم رہیں اور دائم رہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کر کے اس کو ضائع نہ کریں

(۲) ولم یقطعاھا بعارض دنیوی۔ اور دونوں اس محبت کو دنیا کی حقیر عارض کی بناء پر قطع نہ کریں۔

(۳) حتی فرق بینھما الموت :۔ یہاں تک کہ دونوں کی اس محبت کو موت ہی جدا کرے۔ یعنی خاتمہ دونوں کا اسی محبت پر ہو۔

سواء اجتمعا حقیقۃً ام لا۔ خواہ ایک جگہ رہتے ہوں یا دور دور

قیام ہو مگر قلب میں اتصال ہو۔ (فتح الباری شرح بخاری جر۲ ص۱۴۵)
گاہ گاہ ملاقات بھی ہو۔ وہ محبت جس کا کچھ ظہور نہ ہو اس کا اعتبار نہیں۔
دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

انعام سابع | مخلوق میں اکرام اور محبوبیت

جو لوگ اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا اکرام کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کا اکرام ہے جس طرح کسی کی اولاد سے محبت کرنا اور اکرام کرنا ان کے باپ کی محبت اور اکرام میں شامل سمجھا جاتا ہے (کمالات اشرفیہ ملفوظ ۳۰۲ ص۶۸)

اہل اللہ کی محبت چونکہ اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے تحریر ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی محبت اور ان کی صحبت اختیار کی ہے اور ان کے ناز برداشت کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندی اور عزت دنیا میں بھی عطا فرمائی ہے۔

حضرت تھانوی رح فرمایا کرتے تھے کہ ہم اور مولانا گنگوہی رح اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح کی صحبت اور تعلق کے بعد مخلوق خدا میں جو عزت ملی اور مخلوق خدا نے ہماری جو قدر و منزلت کی وہ تعلق سے قبل نہ تھا۔

احقر کے قلب میں اس نعمت کی دو دلیل سمجھ میں آتی ہے

(۱) من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ حق تعالیٰ کے لئے جو اپنے آپ کو مٹائیگا تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائے گا۔

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب رح نے یہ شعر حضرت تھانوی رح کی خدمت

میں پیش کیا تھا۔

؎ ہاں مجھے مثل کیمیا خاک میں تو ملائے جا۔
شان میری گھٹائے جا رتبہ مرا بڑھائے جا۔

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں
ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ۔
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔

(۲) ما احب عبدٌ عبدًا للّٰہِ الا اکرم ربّہ عزوجل۔
(مشکوٰۃ ص۴۲۷)

جو بندہ اللہ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے تو در اصل یہ محبت اللہ کے اکرام میں داخل ہے (یعنی اللہ کا خاص بندہ سمجھ کر اس کی عزت و محبت کرنا ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے اپنے رب کا اکرام کیا)۔ اور وعدہ ہے جزاء موافق عمل کا۔ جزاءً وفاقًا

پس اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کا اکرام اپنی مخلوق کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں۔ اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی صحبت سے اپنے کو بے نیاز کیا اور مستغنی رہے۔ تو بقول حضرت حکیم الامت تھانویؒ کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے ایسے لوگ اپنے کو اپنی نظر میں معزز سمجھتے ہیں تاریخ ان کو فراموش کر دیتی ہے۔ کیونکہ قبول فی الارض کا انعام حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے کسی کے چاہنے سے نہیں ملتا۔ اور جن کو یہ انعام ملتا ہے وہ اپنے کو بے نام و نشاں رکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔

اور فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت اور زیارت بڑی چیز ہے ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۳۰۳ بحوالہ بالا)

اور فرمایا کہ اہل اللہ پر طعنہ اور اعتراض کے متعلق مولانا رومیؒ کے دو شعر یاد آتے ہے

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد + تا دلِ صاحبدلے نامد بدرد

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد + میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ نہیں فرماتے جب تک کہ وہ کسی اللہ والے کا دل نہیں دکھاتا اور جب کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی علامت کے طور پر اس کی زبان سے اہل اللہ کی شان میں بدکلامی شروع ہو جاتی ہے۔ (ملفوظ نمبر ۴۲۹ بحوالہ بالا)

ہر کہ خدمت می کند مخدوم شد

ہر کہ خود را دید او محروم شد

ترجمہ:۔ جو اپنے بزرگوں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بنا دیا جاتا ہے، اور جو تکبر کے سبب خدمت اکابر سے فرار اختیار کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔

جس نے بھی اپنے نفس کو اپنے بڑوں کے سامنے مٹایا اس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (حدیث) تواضع پر بلندی اور عزت موعود ہے مگر تواضع میں اخلاص شرط ہے یہ وعدہ لبشرط شئی ہے۔ یعنی یہ تواضع خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس کے اندر لبشرط لاشئی بھی پوشیدہ ہے یعنی غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہو۔ (حب مال وجاہ و خواہش نفس وغیرہ سے مخلوط نہ ہو)

انعام ثامن ؀ | قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا

حدیث | قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ ۔

(مشکوٰۃ ص۴۲۷)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے گہرے دوست کے دین پہ ہوجاتا ہے پس چاہیئے کہ جس کو خلیل بناتے غور کرلے کہ وہ اس قابل ہے یا نہیں۔

شرح حدیث | ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور متقین کی صحبت اختیار کرو، یعنی تقویٰ کی نعمت اہل تقویٰ کی صحبت سے عطا ہوگی۔ حدیث مذکورہ در اصل اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اگر کسی متقی بندہ سے گہری دوستی کرلی جاوے تو اس کے قلب کا تقویٰ آپ کے قلب میں منتقل ہوجاویگا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:۔ اِنَّ الطِّبَاعَ تَسْرِقُ الْاَخْلَاقَ مِنْ طِبَاعٍ اُخْرٰی ۔ انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ بہت جلد اپنے ساتھی کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے (مرقاۃ جلد۹ ص۲۵۷)

جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ دنیادار کے ساتھ رہنے سے دنیا کی محبت میں اضافہ ہوجاتا ہے اسی طرح عاشقانِ خدا کی صحبت سے عشقِ خدا میں اضافہ ہوجاتا ہے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود
نے جُدا و دور چوں دو تن بود

ترجمہ - اے لوگو! دل سے دل تک خفیہ راستے ہیں بمثل جسم کے قلوب دور نہیں ہیں ۔

متصل نہ بود سفال دو چراغ
نور شاں ممزوج باشد در مساغ

ترجمہ - جس طرح سے کہ چراغوں کے ٹھیکرے یعنی جسم تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن ان کے انوار فضا میں مخلوط ہوتے ہیں ۔ اسی طرح اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ان کے قلوب کے انوار پاس والوں کے قلوب میں داخل ہو جاتے ہیں ۔حضرت خواجہ صاحبؒ خوب فرماتے ہیں ؎

تو نے مجھکو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

؎ مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کی صحبت سے

اعمالِ صالحہ کی توفیق اور گناہوں سے اجتناب کا داعیہ نصیب ہوتا ہے

اہل اللہ کی محبت سے ان کے اخلاق حسنہ اور اعمالِ صالحہ کے دواعی اور تقاضے ان کے طالبین کے دلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۔

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں ، اے ایمان والو! تقویٰ والی حیات اور نفس وشیطان کی غلامی سے محفوظ حیات جب عطا ہو گی کہ ہمارے خاص بندوں کی صحبت میں رہو ۔

حدیث میں ہے۔ المرءُ علیٰ دین خلیلہٖ۔ (مشکوٰۃ)
آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے۔
ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح میں اسی آیت وکونوا مع الصادقین کو پیش کیا ہے۔ اور امام غزالی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے!
ان الطباع تسرق من الطباع الاخریٰ حیث لا تدری (مرقاۃ ۹۲)
طبیعتیں ایک دوسرے کے اخلاق کو غیر شعوری طور پر جذب کر لیتی ہیں

؎ جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد۔

کیا خوب فرمایا ہے خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ نے حضرت تھانوی کی شان میں

؎ نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو میرے دل بنا دیا
آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
ناآشنائے درد کو بسمل بنا دیا
مجذوبؔ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

انعام تاسع | جنت میں معیت

حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کب آوے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افسوس ہے تجھ پر قیامت کے لئے تونے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا میں نے کوئی تیاری نہیں کی۔ البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ تو اپنے محبوب کے پاس ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات سے مسلمانوں کو اسلام کے بعد جس قدر مسرور پایا اتنا کسی اور چیز سے نہیں (مشکوٰۃ ص۴۲۶)

تشریح ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ مرقاۃ ج ۹ ص۲۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اگرچہ عبادات قلبیہ، بدنیہ، مالیہ کا ذکر نہیں لیکن محبت کے لئے اطاعت لازم ہے اور اصل ہے پس اصل کا ذکر کر کے فرع سے اعراض کیا گیا۔ یہ تسمیۃ اللازم باسم الملزوم کے قبیل سے مجاز مرسل ہے، جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ محبت کاملہ نہیں ہے۔

حضرت رابعہ کا ارشاد ہے:۔

ے تَعْصِی الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٗ
لَوْکَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور دعویٰ محبت کا کرتے ہو۔ یہ بات نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اطاعت کرتا

کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

ملا علی قاریؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور
حدیث - صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے میری جان سے اور اہل عیال سے زیادہ ہی محبوب ہیں۔ میں گھر میں جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں اور حاضر ہو کر دیدار کر لیتا ہوں اور جب اپنی موت کو یاد کرتا ہوں اور آپ کی وفات کو تو یہ خوف ہوتا ہے کہ آپ تو جنت میں انبیاء علیہم السلام کے درجہ میں ہوں گے اور اگر مجھے جنت مل گئی تو ادنیٰ درجہ میں ملے گی۔ آپ کا دیدار کس طرح ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ ارشاد نہ فرمایا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ منعم علیہم یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مراد اس معیت سے معیت خاصہ ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات کی ملاقات ہوتی رہیگی۔ محب اور محبوب کو غم فراق نہ ہوگا اور اس معیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ محب اور محبوب دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں گے۔ کہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

مرقاۃ میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے لوگ اسفل والوں کے پاس نزول کریں گے پس جنت کے باغوں میں سب کا اجتماع ہوا کرے گا اور اللہ

کے احسانات کا ذکر کریں گے اور یہ معیت حسب حسنِ تعلق و محبت اور حسن رفاقت مختلف درجات کی ہوگی۔ جس کو اپنے اکابر سے جس طرح کی محبت ہوگی اسی طرح کی وہاں بھی معیت نصیب ہوگی۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۲۵۱)

انعام عاشر نور اور موتی کے منابر پر بیٹھنا نصیب ہوگا

حدیث اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ
(مشکوٰۃ ص ۴۲۶)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے۔

جامع صغیر میں یہ روایت بھی ہے جس کو مرقاۃ میں نقل کیا گیا ہے
اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰهِ عَلٰی کَرَاسِیَّ مِنْ یَاقُوْتٍ حَوْلَ الْعَرْشِ
(رواہ الطبرانی عن ابی ایوب رض)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھنے والے عرش کے کنارے یاقوت (موتی) کی کرسیوں پر ہوں گے۔

ملا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ کیا عجب ہے کہ یہ نعمت محشر میں حاصل ہو قبل اس کے کہ لوگ جنت یا جہنم میں داخل کئے جائیں۔
(مرقاۃ جلد ۹ ص ۲۵۲)

نوٹ:۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۶ پر بروایت حضرت عمر رض اسی قسم کا مضمون اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ یہ متحابین فی اللہ کون لوگ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ الخ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فضائل ان لوگوں کے لئے ہیں جو اہل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبتِ کاملہ سیکھیں اور اتباع اور اطاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوں۔

وفی روایۃ الترمذی قال یقول اللہ تعالیٰ المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھداء۔ الفاظ اس روایت میں "المتحابون فی جلالی" ہیں، یعنی جو لوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں میری عظمت اور جلال کے سبب ان کے لئے میدان محشر میں نور کے منبر ہوں گے۔ انبیاء اور شہداء ان پر غبطہ اور رشک کریں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

حدیث قدسی میں لفظ "جلالی" آیا ہے "جمالی" نہیں آیا تو ملا علی قاریؒ اس کی شرح فرماتے ہیں کہ آپس میں یہ محبت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سبب ہونے میں یہ اشارہ کردیا گیا کہ:۔

انھم منزھون عن شائبۃ النفس والھویٰ۔

یہ اولیائے کرام جو دنیا میں آپس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب محبت رکھتے تھے ان کی یہ محبت نفسانی محبتوں اور خواہشات نفسانیہ کے آثار سے پاک وصاف تھی۔ جمال کا لفظ ہوتا تو بہت سے ناداں صوفی حسن وجمال کم عمر صالحین کا دیکھ کر ان سے محبت کرتے نفسانی لذت کے لئے اور بہانہ بناتے کہ یہ دنیا کے حسین آئینہ جمال الٰہیہ ہیں ان کے آئینہ میں ہم جمال حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

کلام نبوت کا اعجاز ملاحظہ فرمائیے کہ "فی جلالی" کے لفظ سے ان تمام نفسانی جراثیم پر کیسی ڈی۔ڈی۔ٹی چھڑک دی۔

ایک سوال اور اس کا عجیب جواب

حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت ہم کو شریعت حسینوں کے دیکھنے سے کیوں منع کرتی ہے اور بدنظری کو حرام کیوں کیا جب کہ ہم ان

کو آئینہ جمال سمجھتے ہیں۔ ان روشن چہروں کے آئینے میں ہم جمال خداوندی دیکھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ جناب یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں جن سے آپ جل کر خاک ہو جائیں گے! اسی وجہ ہر عاشق مجازی بے چین اور عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور نیند بھی نہیں آتی اور بالآخر پاگل ہو جاتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

دوسرا سوال اور اس کا جواب

بروایت ترمذی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منابر کا ذکر ہے، اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کا ان پر غبطہ کرنا معلوم ہوا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء کرام کی شان پر ان کی شان کی فضیلت لازم آتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں محدثین کرام نے حسب ذیل جواب دیئے ہیں۔

۱۔ ان المراد بالغبطۃ الاستحسان والثناء علیھم لا معناھا الحقیقی۔ غبط سے مراد ان حضرات کے اس محبت اللہ والی کی تعریف اور ثناء کرنا ہے نہ کہ اس کے حقیقی معنیٰ۔

۲۔ وان الکلام علی الفرض والتقدیر ای لو کان للفریقین غبطۃ علی احدٍ لکان علی ھؤلاء۔

یعنی اگر غبطہ کرتے یہ حضرات آپس میں تو ان لوگوں پر کرتے۔

۳۔ اور یہ رشک بوجہ ان کے افضل ہونے کے نہ ہوگا بلکہ ان کے بے فکر ہونے سے ہوگا۔ انھم لا یخافون ولا یحزنون واما غیرھم فالنبیون مھتمون بامھم والا مم مشتغلون بانفسھم۔

یہ لوگ بے فکر۔ بے غم۔ اپنی اپنی حالت میں مشغول ہوں گے۔ اور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے غم اور فکر اور ان کی نجات کے

اہتمام میں مشغول ہوں گے۔

غبطہ اور حسد کا فرق غبطۃ بالکسر ھو تمنی علی نعمۃ علی ان لا تتحول من صاحبھا بخلاف الحسد فانہ تمنی زوالھا عن صاحبھا۔ (مرقاۃ)

غبطہ اور حسد میں فرق غبطہ میں نعمت کی تمنا ہوتی ہے لیکن صاحب نعمت سے زوالِ نعمت کی تمنا نہیں کرتا۔ برعکس حسد کے کہ حاسد محسود کے لئے زوال نعمت کی تمنا کرتا ہے۔ خواہ وہ نعمت اس کو ملے یا نہ ملے۔

حدیث میں غبط سے مراد استحسان ہے۔ یعنی ان متحابین فی اللہ کی حالت کو انبیاء علیہم السلام پسندیدہ نظروں سے دیکھیں گے اور انبیاء اپنی امتوں کی شفاعت میں مشغول ہوں گے اور امتیں اپنی اپنی فکر میں ہوں گی۔ (پوری تفصیل مرقاۃ ج ۹ ص ۲۵۲ پر ملاحظہ ہو)

(مرقاۃ اور لمعات)

حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو۔

علاج حسد حسد کی بیماری کسی ایکسرے سے معلوم نہیں ہو سکتی کوئی سائنسدان اس بیماری کا علاج نہیں جانتا۔ یہاں سائنس فیل ہو جاتی ہے۔ یہاں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی ضرورت پڑتی ہے یہ روحانی امراض ہیں جن کے لئے معالجین ارواح کی ضرورت ہے اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحیح نائبین اولیائے کرام ہیں۔ کتاب "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" میں اس کا علاج موجود ہے۔

○ محبتِ الٰہیّہ کے حصول کے لئے ○
چار اعمال

وہ چار اعمال جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمانے کو اپنے ذمے احساناً و فضلاً واجب فرما لیتے ہیں۔

ؔ ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

حدیث قدسی عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔ رواہ مالک۔ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیْ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۶

ترجمہ حضرت معاذ بن جبل رضؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں۔ اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مالکؒ نے اور

ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ جو میری عظمت شان کے سبب سے آپس میں محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے اور ان کی اس شان پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام رشک کریں گے۔

حال راوی حضرت معاذ بن جبل رضؓ انصاری خزرجی ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ تھی۔ عقبہ ثانیہ کے سّتر شہیدوں میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بدری ہیں یمن کے قاضی تھے۔ حضرت عمر رضؓ اور عبداللہ بن عمر رضؓ اور عبداللہ بن عباس رضؓ نے بھی ان سے روایت فرمائی ہے حضرت عمر رضؓ نے ان کو شام کا حاکم بنایا تھا۔

شرح حدیث یہ حدیث قدسی ہے جس کی تعریف مرقاۃ ج ۱ ص ۹۵ پر مرقوم ہے۔

الحدیث القدسی ھو الکلام الذی یبینہ النبی بلفظہ وینسبہ الی ربہٖ۔

ترجمہ حدیث قدسی وہ کلام ہے جس کو نبی اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہے اور نسبت اس کی اپنے رب کی طرف کرتا ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جامع صغیر نے امام احمد کی روایت

سے اور طبرانی اور حاکم اور امام بیہقی نے حضرت معاذ کی روایت سے نقل کی ہے۔

للمتحابین فِیَّ سے مراد لاجلی ہے۔ یعنی جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ لفظ متحابین کو مقدم فرمانے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ محبت کا محل قلب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا گویا قلوب کا اجتماع ہے۔ اس کے بعد متجالسین فِیَّ فرماکر یہ بتادیا کہ مجالست کا حاصل اجتماع قوالب ہے

یعنی احباب کا جمع ہونا ہے اور یہ نافع اس وقت ہی ہوتا ہے جب قلوب بھی جمع ہوں ورنہ اگر دلوں میں محبت نہ ہو اور اجسام جمع ہوں تو یہ اجتماع بدون قلوب محض بے روح اور غیر مفید ہوگا۔ شاعر کہتا ہے

؎ آدمی آدمی سے ملتا ہے + دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

اسی سبب سے مولانا رومی رحؒ نے فرمایا کہ ؎

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں + دل مدہ الا بہ مہر دل خوشاں

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی محبت کو اپنی جان کے درمیان رکھو۔ اور کسی کو مت دل دینا سوائے ان بندوں کے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے اچھے ہو گئے ہیں

اہل اللہ کی صحبتوں میں جو لوگ قلبی محبت سے نہیں بیٹھتے ان کو نفع کامل نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث متحابین سے یہ مسئلہ تصوف کا حل ہو گیا کہ تجالس کا نفع تحابب پر موقوف ہے یعنی قوالب کے اجتماع کا نفع اجتماع قلوب پر موقوف ہے۔ داَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مَحَبَّۃَ اَوْلِیَائِکَ فِیْ قُلُوْبِنَا بِمَنِّکَ وَفَضْلِکَ۔ اے اللہ اپنے اولیاء کی محبت ہمارے قلوب میں اپنی مہربانی سے اور فضل سے عطا فرما۔ آمین۔

تقدمہ تحابب کا فائدہ عظیمہ چونکہ افادہ اور استفادہ کا مدار مناسبت اور محبت اور انس پر ہے۔ اس لئے اہل اللہ کا اپنے مکارم اخلاق اور غایتہ شفقات سے امت مسلمہ کے قلوب کو مانوس کرنے میں نہایت اہتمام فرمانا ان کے تعامل اور عادت ثانیہ سے ہے۔ اللّٰھُمَّ ارزقنا اتباعھم

تجالس کے بعد تزاور فرما کر یہ مسئلہ بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جس سے محبت ہو مجالست کے بعد وہیں ڈیرہ جما کر بیٹھ نہ رہنا بلکہ گاہ گاہ آنا جانا اور زیارت کرتے رہنا تاکہ کاروبار اور معاش کے ضروری امور اور اہل و عیال کے حقوق واجبہ بھی فوت نہ ہوں۔ پھر تزاور کے بعد تباذل فرما کر بتادیا کہ صرف سوکھی (خشک) محبت نہ کرنا بلکہ ایک دوسرے پر کچھ مال بھی خرچ کرنا۔

تَھَادُوْا تَحَابُّوْا۔ حدیث میں ہے کہ ہدیہ دو گے تو آپس میں محبت پیدا ہو گی۔ دال پر زبر ہے۔ بعض لوگ پیش پڑھتے ہیں جو غلط ہے۔ اس حدیث کی پوری عبارت یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض تَھَادُوْا تَحَابُّوْا وَتُصَافِحُوْا یُذْھِبُ الْغِلَّ عَنْکُمْ۔

ترجمہ:۔ آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور آپس میں مصافحہ کیا کرو۔ یہ عمل تمہارے قلوب سے کینہ اور گرانی طبع کو زائل کردے گا۔ (جامع صغیر صـ ۱۳۲)

فائدہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں آدے اس کو اپنے لئے نعمت سمجھے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں میرے پاس آتا ہے میں اس کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہدیہ دے اس کو ضرور کھانا چاہئے اس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

دوسری روایت دوسری روایت میں ہے کہ جو آپس میں محبت رکھتے ہیں "فی جلالی" یعنی میری عظمت کے سبب، ملا علی قاری رح نے فرمایا کہ "جمالی" کا لفظ نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ :-
جس محبت کا اس حدیث میں ذکر ہو رہا ہے وہ شائبہ نفس اور خواہشات نفسانی سے بالکلیہ محفوظ اور پاک ہے۔ ورنہ لفظ جمالی سے بعض نادان صوفیا کسی نوجوان صالح کے حُسن سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرتے اور اس سے محبت پر ان ثمرات کا انتظار کرتے اور احمقانہ تاویل کرتے کہ یہ آئینۂ جمالِ خداوندی ہیں۔ ان کے آئینہ میں ہم جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور یہ صریح ضلالت ہے اور گمراہ پیروں کا شیوہ ہے۔

حکایت ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی رح سے عرض کیا کہ شریعت ہم کو حسینوں کے دیکھنے سے کیوں منع کرتی ہے ہم تو ان کو آئینہ جمالِ حق سمجھتے ہیں اور ان حسینوں کے آئینے میں ہم جمالِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں جل کر خاک ہو جاؤ گے۔

ملا علی قاری رح کی عبارت "بجلالی" کے تعلق یہ ہے۔

بجلالی ای بِسَبَبِ عَظْمَتِیْ وَلِاَجْلِ تَعْظِیْمِیْ اَوِ الَّذِیْنَ یَکُوْنُ التَّحَابُبُ بَیْنَهُمْ لِاَجْلِ رِضَا جَنَابِیْ۔ وَخَصَّ الْجَلَالَ بِالذِّکْرِ لِدَلَالَتِهٖ عَلَی الْهَیْبَةِ وَالسَّطْوَةِ اَیِ الْمُنَزَّهُوْنَ عَنْ شَائِبَةِ الْهَوٰی وَالنَّفْسِ وَالشَّیْطَانِ فِی الْمَحَبَّةِ فَلَا یَتَحَابُّوْنَ اِلَّا لِاَجْلِیْ وَلِوَجْهِیْ۔

اور ممکن ہے کہ "جلالی" کے ساتھ جمالی مقدر ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ۔

اِی الْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ حَالَتِ الْقَبْضِ وَالْبَسْطِ وَالْخَوْفِ وَ الرَّجَاءِ وَالْمِحْنَةِ وَالْمِنْحَةِ نَیْفِیْدُ دَوَامَ تَحَابُّبِہِمْ

(مرقاۃ جلد ۹ ص۲۴۸)

خُلَاصَۂ تَرْجَمَہْ یہ محبت میری عظمت کے سبب ہوتی ہے اور میری رضا کے لئے اور لفظ جلال کا خاص کرنا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے یہ محبت ہے اور نفسانی آمیزش اور شیطانی سازش سے یہ محبت پاک ہے۔ یہ محبت صرف رضائے حق کے لئے ہے۔ یا "جلالی" کے لفظ کے ساتھ جمالی کا لفظ بھی مقدر اور محذوف ہے۔ (علیٰ سبیل الاکتفاء والتقدیر) پس مطلب یہ ہوگا کہ ان کی یہ محبت ہر حال میں ہے خواہ قبض ہو یا بسط ہو، خوف ورجا ہو یا تکلیف ہو یا نعمت ہو۔ ہر حال میں یہ اللہ والی محبت قائم رہتی ہے۔ یعنی ظہور صفت جلال میں بھی اور ظہور صفت جمال میں بھی (مرقاۃ ص۲۴۸/۹)

عظیم الشّان انعام ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور بالخصوص جہاں کوئی خونی رشتہ بھی نہ ہو اور نہ وہاں مال ملنے کی توقع ہو، خالص اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں مجلس ہو (جو اللہ والوں کے یہاں کامل درجہ میں نظر آتی ہے) اس کا ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ ایسی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ کی شان اجتباء یعنی شانِ جذب کا ظہور ہوتا ہے جس سے بندہ جلد اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول بن جاتا ہے۔ جیساکہ روایت ہے اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کے ایام ولیالی میں خاص رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں ان کو تلاش کرو اگر ان کو تم پاجاؤگے تو کبھی بدبخت نہ ہوگے۔ پس اس روایت میں اشارہ

(جامع صغیر ص۹۰)

ہے کہ یہ نعمت ہر ایک کو نہیں ملتی اور نہ ہر وقت ملتی ہے کیونکہ یہ نعمت جذب حق (شانِ اجتباء) حق تعالیٰ کی عطاء پر موقوف ہے جو دونوں جہاں کی نعمت کا وسیلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے تحابب سبب بن جاتا ہے تجاذب حق کا۔

اِنَّ هٰذِهِ النِّعْمَةَ لَمْ تَحْصُلْ لِكُلِّ اَحَدٍ وَلَا تُوْجَدُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ اِذْ اَنَّهَا تَتَوَقَّفُ عَلٰى جَذْبَةٍ مِنْ جَذْبَاتِ الْحَقِّ (اى نفحات الحق) تُوَازِيْ عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ فَالتَّحَابُبُ سَبَبُ التَّجَاذُبِ۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۲۵۳)

مرقاۃ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کی اس شانِ جذب کا ظہور ہوتا ہے۔ جو اس آیت اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف جذب کر کے اپنا بنا لیتے ہیں۔ ؎

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

اشارے ہوئے ہیں نظارے ہوئے ہیں
ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

(مجذوبؒ)

یہ نعمتِ جذب ہر ایک کو نہیں ملتی اور نہ ہر وقت ملتی ہے اس کے لئے اشخاص خاص ہوتے ہیں اور اوقات خاص ہوتے ہیں۔ لَا تَحْصُلُ لِكُلِّ اَحَدٍ وَلَا تُوْجَدُ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ۔ ؎

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں۔

یہ وہ نغمہ ہے کہ ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

نوٹ:۔ ملا علی قاریؒ نے اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ کی حدیث پوری نقل نہیں فرمائی۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے التشرف فی احادیث التصوف میں پوری حدیث اس طرح نقل فرمائی ہے:۔

اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ (الحديث)
متفق عليه من حديث ابي هريرة رضؓ وابي سعيد و قد تقدم
و تمامه :۔ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَهَا وفي نسخة اَنْ يُّصِيْبَكُمْ
نَفْحَةٌ مِنْهَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَ هَا اَبَدًا۔
(صـ ۳۴ الهادی بابت شوال ۴۴ھ)

نفحات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت رحؒ نے تجلیاتِ مقربات سے فرمایا ہے یعنی وہ تجلیاتِ الٰہیہ جن کے ظہور سے بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بنالیا جاتا ہے اور اس مقام پر حضرت تھانویؒ نے یہ شعر بھی ارقام فرمایا ہے

؎ یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہِ کند آگاہ نباشی

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہ ہونا چاہیے ہوسکتا ہے کہ جس وقت وہ نگاہِ کرم فرمائیں اور تم کسی اور طرف غفلت سے مشغول ہو۔

فائدہ :۔ یہ حدیث اِنَّ لِرَبِّكُمْ نَفَحَاتٍ الخ جامع صغیر ج ۱ صـ ۹۵ پر بھی ہے۔

تنبیہ اہتمامِ ذکر اور ترک معاصی کے مجاہدات سے قلوب میں جذبِ نفحاتِ الٰہیہ کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہوتی ہے اس لئے اہل اللہ کی مجالس کے ساتھ معاصی سے حفاظت کا اہتمام اور کچھ ذکر اللہ کا التزام بھی ضروری ہے اور اہل اللہ کی مجلس میں اکثر متحابین فی اللہ ہی کا مجمع ہوتا ہے اس لئے شانِ جذبِ حق کا ظہور وہاں زیادہ ہوتا ہے۔ پس ان کی مجلسوں کی برکت سے انسان جلد اللہ والا بن جاتا ہے۔

نیز دوسری حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ آدمی اپنے خلیل (دوست) کے دین

پر ہو جاتا ہے۔

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ (الحدیث)

جس کی حکمت امام غزالی رح نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:۔

اِنَّ الطِّبَاعَ تَسْرِقُ الْاَخْلَاقَ مِنْ طِبَاعٍ اُخْرٰی۔

یعنی:۔ طبائع دوسرے طبائع سے اخلاق کو جذب کر لیتے ہیں۔

(کذا فی المرقاۃ ج۹ ص۲۵۷)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متحابین[1] فی اللہ، متجالسین[2] فی اللہ، متزاورین[3] فی اللہ، متباذلین[4] فی اللہ ہونے کی توفیق عطا فرماتے اور حسب وعدہ ان چار اعمال کو شرف قبول عطا فرما کر اپنی محبت کو ہمارے لئے عطا فرمانا فضلاً و احساناً اپنے کرم سے واجب فرمائیں! آمین ثم آمین

صالحین کی بستی اور انکی صحبت کے برکات

احقر کے تین اشعار

(۱) دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

(۲) مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

(۳) مجھے کیا خبر تھی اختؔر ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

صالحین کی بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

محدثِ عظیم ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۱۹۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ صالحین کی محفل میں دعا مانگنا مستحب ہے۔ فَاِنَّ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ فَضْلًا عِنْدَ وُجُوْدِہِمْ وَحُضُوْرِہِمْ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جب صالحین کے ذکر سے نازل ہوتی ہے تو

جہاں صالحین خود رہتے ہوں اس جگہ پہ کتنی رحمت برستی ہو گی۔

ذاکرین کی مجالس جنت کے باغ ہیں

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ

(رواہ الترمذی (مرقاۃ ص۶۴ ج۵)

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب کھل کر کھا پی لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔

تشریح محدث عظیم حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔
حَاصِلُ الْمَعْنٰی اِذَا مَرَرْتُمْ بِجَمَاعَةٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی فَاذْكُرُوْهُ اَنْتُمْ مُوَافَقَةً لَهُمْ فَاِنَّهُمْ فِيْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ - قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ كَمَا يُسْتَحَبُّ الذِّكْرُ يُسْتَحَبُّ الْجُلُوْسُ فِيْ حِلَقِ اَهْلِهٖ۔ مرقاۃ ج ۵ ص۶۴

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم ایسی جماعت سے گذرو جو اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہی ہو تو تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگو کیونکہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں۔ علامہ نووی رح نے فرمایا کہ جس طرح ذکر مستحب ہے اسی طرح اہل ذکر کی صحبتوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے، خدا تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میں جنت کا لطف آتا ہے

احقر کا فارسی شعر ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

ترجمہ:- جب مجھے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میسر آجاتی ہے

تو اتنا لطف آتا ہے کہ جیسے جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

اللہ تعالیٰ کی ولایت کی علامات

محدث عظیم حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں :-

وَمِنْ اَمَارَاتِ وِلَايَتِهٖ اَنْ يَّرْزُقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَوَدَّةً فِي قُلُوْبِ اَوْلِيَائِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِ اَوْلِيَائِهٖ فِي كُلِّ وَقْتٍ فَاِذَا رَاٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ لِعَبْدٍ مَحَلًّا يَنْظُرُ اِلَيْهِ بِاللُّطْفِ وَاِذَا رَاٰى هِمَّةَ وَلِيٍّ مِنْ اَوْلِيَائِهٖ لِشَاْنِ عَبْدٍ اَوْ سَمِعَ دُعَاءَ وَلِيٍّ فِيْ شَاْنِ شَخْصٍ يَاْبَى اِلَّا الْفَضْلَ وَالْاِحْسَانَ اِلَيْهِ اَجْرٰى بِذٰلِكَ سُنَّتَهُ الْكَرِيْمَةَ ۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ جن بندوں کے قلوب کو اپنی ولایت کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں ایسے شخص کی محبت ڈال دیتے ہیں ۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر وقت نگاہ رحمت سے دیکھتے رہتے ہیں پس جب اپنے اولیاء کے قلوب میں کسی بندہ کی محبت دیکھتے ہیں تو اس بندہ پر بھی نظر لطف ڈال دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کی توجہ کسی بندہ پر دیکھتے ہیں یا کسی ولی کی دعا کو کسی شخص کے لئے سنتے ہیں تو اس پر بھی اپنا فضل و احسان فرما دیتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کریمہ اسی طرح جاری فرما دی ہے !

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابو علی دقاق رح سے سنا ہے
لَوْاَنَّ وَلِيًّا مِنْ اَوْلِيَائِهٖ مَرَّ بِبَلْدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُوْرِهٖ اَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ حَتّٰى يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

یعنی تحقیق اگر کوئی ولی اولیاء اللہ میں سے کسی شہر سے گذر جائے (اور قیام کی فرصت بھی نہو) تو اس کے گذرنے کی برکت سے اس شہر کے لوگ محروم نہ رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان (اہل شہر) کی مغفرت فرما دے گا۔

(عدل کے لئے تو صلاحیت و استحقاق شرط ہے، لیکن فضل کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ از جامع)

صالحین کی بستی اور سامانِ مغفرت

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیِّ رض عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَاَتٰى رَاهِبًا فَسَأَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ هَلْ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهٗ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ وَاَوْحٰی اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَقَالَ قِيْسُوْا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰى هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۳)

ترجمہ حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا۔ پھر وہ ایک راہب کے پاس

آیا۔ اور سوال کیا کہ کیا ایسے شخص کے لئے توبہ ہے راہب نے کہا نہیں پس اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے ایک دوسرے شخص سے سوال کیا۔ اس نے کہا کہ فلاں (صالحین کی) بستی کی طرف جاؤ اوہاں تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی) پس (راستہ ہی میں) اس کو موت نے پکڑ لیا۔ پس اس نے (مرتے وقت) اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا۔ پس اس شخص کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ نے (صالحین کی) بستی کی طرف وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور (معصیت کی) سرزمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ تم ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرو۔ پس پایا گیا وہ شخص صالحین کی بستی سے ایک بالشت زیادہ قریب۔ پس اس کو بخش دیا گیا ——— (متفق علیہ)

تشریح

(۱) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ راہب عابد زاہد خلق سے کنارہ کش، خالق کی یاد میں مشغول تھا اور اس پر خوف الٰہی کا غلبہ تھا۔

(۲) راہب نے جو توبہ نہ قبول ہونے کا کہا اس کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں

(ا) اِمَّا جَهْلاً مِنْهُ بِعِلْمِ التَّوْبَةِ۔ یا تو توبہ کے بارے میں صحیح علم سے بے خبر تھا۔

(ب) وَ اِمَّا لِغَلَبَةِ الْخَشْيَةِ عَلَيْهِ یا خشیت کے غلبہ کی وجہ سے

(ج) وَ اِمَّا لِتَصَوُّرِهِ عَدَمِ اِمْكَانِ اِرْضَاءِ خُصُوْمِهِ عَنْهُ۔

یعنی اس تصور کے سبب کہ مظلوم فریق کے راضی کرنے کا امکان نہ رہا تھا۔ اور اس نے راہب کو اس بناء پر قتل کیا کہ جب میری توبہ قبول ہی نہیں ہے تو ننانوے کے بجائے سو پورا کر دو۔

(مرقاۃ ص۱۲۷ و ص۱۲۸ ج ۵)

③ ایک اشکال اور اس کا جواب

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی مغفرت پر ایک اشکال اصول شرع کے مطابق وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فَاِنَّ حُقُوْقَ بَنِیْ اٰدَمَ لَا تَسْقُطُ بِالتَّوْبَۃِ بَلْ تَوْبَتُهَا اَدَاءُهَا اِلٰی مُسْتَحِقِّهَا۔ کیونکہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ اہلِ حقوق کو راضی نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِہٖ وَ قَبِلَ تَوْبَتَہٗ اَرْضٰی عَنْہُ خُصُوْمَہٗ وَرَدَّ مَظَالِمَہٗ۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں تو اس کی جانب سے اہل حقوق کو راضی کر دیں گے اور اہل حقوق کے حقوق کو اس بندہ کی طرف سے خود ادا فرما دیں گے۔

④ فضل بصورتِ عدل

گناہ کی بستی کو دور کرنے کا اور صالحین کی بستی کو قریب کرنے کا جو حکم فرمایا فَھٰذَا فَضْلٌ فِیْ صُوْرَۃِ عَدْلٍ پس یہ فضل ہے عدل کی صورت میں صالحین کی بستی سے صرف ایک بالشت زیادہ قریب ہونے پر

⑤ اس کی مغفرت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت پر طالب توبہ کے لیے۔ پھر تائب پر کس درجہ رحمت نازل ہوگی۔

رزقنا اللہ تعالیٰ توبۃ نصوحا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبۂ صادقہ خالصہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

⑥ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: فَدُلَّ عَلٰی رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ فَاِنَّ بِھَا اُنَاسًا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مَعَھُمْ الخ

مسلم کی روایت سے معلوم ہوا کہ وہ دوسرا آدمی عالم تھا جس نے کہا تھا کہ فلاں بستی میں کچھ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں

تم بھی جا کر ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

(۷) فِيهِ تَفْضِيلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ - اس حدیث سے عالم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے عابد پر۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۸)

تشریح حدیث مذکور از فتح الباری شرح بخاری

جلد ۶ ص ۵۱۷ - از علامہ ابن حجر عسقلانیؒ

(۱) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اتنے قتل کئے تھے اور جن جن لوگوں کا اس واقعہ میں ذکر ہے ان کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔ لفظ راہب سے اشارہ ہے کہ وہ شخص دین عیسوی پر تھا۔

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی میں روایت ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصْرَۃُ تھا اور دوسری بستی کا نام کُفْرَہ تھا۔ حضرت قتادہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لَمَّا اَتَاهُ الْمَوْتُ نَاءَ بِصَدْرِهٖ - نَاءَ اَیْ مَالَ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ طَلَبَهَا - یعنی جب اس کو موت آنے لگی تو اپنا سینہ کھینچ کر صالحین کی اس بستی کی طرف کچھ اور قریب کر دیا۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی اس ادائے بندگی پر فضل فرما دیا اور صالحین کی اس بستی کو حکم دیدیا کہ تَقَرَّبِیْ - اے زمین تو قریب ہو جا۔ اور معصیت کی بستی کو حکم فرمایا تَبَاعَدِیْ یعنی تو دور ہو جا۔ صالحین کی بستی پر کیونکہ اہل تقرب تھے اس لئے اس کو خطاب بھی تقرب سے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر بے ساختہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کا شعر یاد آ گیا۔ ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے + عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب انتظام ہوتا ہے اور بندوں کے اعمال اس کے لئے محض بہانہ ہوتے ہیں۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مشروعیت توبہ جمیع کبائر سے ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اور اشکال مسئلہ حقوق العباد کا حل یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا قَبِلَ تَوْبَۃَ الْقَاتِلِ مُکَفِّلٌ بِرِضَا خَصْمِہٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب قاتل کی توبہ قبول فرمائی تو اس کی طرف سے اہلِ حقوق کو راضی کر دینے کے لئے کفیل ہو جائیں گے۔

(۵) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب کا کبھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے اس بات میں کہ اس کو مطیع لکھیں یا عاصی۔ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰہُ بَیْنَھُمْ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں۔

(۶) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین پر انسان کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتے اس زمین سے ہجرت مستحب اور افضل ہے دو وجہ سے

(۱) اس زمین پر اس گناہ کی پھر اس کو یاد آئے گی اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیگا

(۲) یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے آثار و نشانات اس کو دوبارہ اس گناہ پر اعانت کریں گے اور برانگیختہ کریں گے۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ وَلَا تَرْجِعْ اِلٰی اَرْضِكَ فَاِنَّھَا اَرْضُ سُوْءٍ فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ التَّائِبَ یَنْبَغِیْ لَہٗ مُفَارَقَۃُ الْاَحْوَالِ الَّتِیْ اِعْتَادَھَا فِیْ زَمَنِ الْمَعْصِیَۃِ وَالتَّحَوُّلُ مِنْھَا کُلِّھَا وَالْاِشْتِغَالُ بِغَیْرِھَا۔

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ اس شخص سے کہا گیا کہ تو اس زمین پر دوبارہ مت لوٹنا کیونکہ وہ زمین تیرے حق میں بری ہے

پس اس روایت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے

توبہ کرے اس کو چاہیئے کہ وہ اس گناہ کے لئے جن جن حالات کا معصیت میں عادی تھا ان سے مفارقت اختیار کرلے اور کلی طور پہ اپنا رُخ پھیر لے اور اسبابِ معصیت سے دور ہو کر دوسرے جائز مشغلوں میں اپنے کو مصروف کردے۔

(۷) فیہ فضل العالم علی العابد اور اس حدیث سے عالم کی فضیلت عابد پہ ثابت ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج۶ ص۵۱۸)

تشریح حدیثِ مذکورہ از شرح مسلم

للعلامہ محی الدین ابو زکریا نوویؒ۔ ج۲ ص۳۵۹

قَالَ الْعُلَمَاءُ فِیْ هٰذَا اِسْتِحْبَابُ مُفَارَقَةِ التَّائِبِ الْمَوَاضِعَ الَّتِیْ اَصَابَ بِهَا الذُّنُوْبَ وَاَنْ یَّسْتَبْدِلَ بِهِمْ صُحْبَةَ اَهْلِ الْخَیْرِ وَالصَّلَاحِ وَالْعُلَمَاءِ وَیَتَاَکَّدُ بِذٰلِكَ تَوْبَتُهٗ۔

ترجمہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے تو وہ اس گناہ کے مقامات سے اور اس گناہ پر مائل کرنے والے اشخاص سے مفارقت اختیار کرلے۔ اور ان برے لوگوں کے بدلے اہل خیر اور اہل صلاح اور علماء کی صحبت اختیار کرے۔ ان اعمال کی برکت سے اس کی توبہ مضبوط ہو جائے گی۔

روایتِ ابن ماجہ ابن ماجہ ص۱۹۲ پر اس حدیث میں اس عبارت کا بھی اضافہ ہے۔

اُخْرُجْ مِنَ الْقَرْیَةِ الْخَبِیْثَةِ الَّتِیْ اَنْتَ فِیْهَا اِلَی الْقَرْیَةِ الصَّالِحَةِ۔

ترجمہ اس عالم نے اس قاتل سے کہا کہ تو اس خبیث بستی سے جس میں کہ تو ہے نکل جا فلاں صالحین کی بستی کی طرف

فائدہ بخاری شریف کی اس حدیث سے مقبولان بارگاہِ الٰہی اور اہل اللہ کی عظمتوں کا پتہ چلتا ہے۔ جنہوں نے اپنی خاک کو خالقِ افلاک پر فدا کیا۔ ایسی مبارک ہستیوں کی قیمتوں کا کیا کہنا ہے کہ جس زمین پر یہ لوگ رہتے ہیں اس زمین کی برکت کا یہ عالم ہے کہ سو قتل کے مجرم کی مغفرت اور اس پر رحمت کا نزول اور اس کی توبہ کی قبولیت، جب کہ اس قادرِ مُطلق اور غفار اور توّاب اور ارحم الراحمین کی طرف سے ہر زمین پر ممکن تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات خاصہ اور الطاف وکرم کے ظہور اور نزول کے لئے اہل اللہ کے رہنے سہنے کی سرزمین کو تجویز فرمایا۔ سبحان اللہ! جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ مالک کریم اس کی خاک کو تو عزت دیتا ہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس زمین کو بھی عزت بخشتا ہے جہاں ایسے مقبول بندے رہتے ہیں اور اس کی قیمت کا اندازہ حدیث مذکورہ سے ہوتا ہے۔

برعکس اس کے جو لوگ اپنی مٹی کو مٹی کی حسین صورتوں پر، مٹی کے پراٹھوں اور کبابوں پر اور مٹی کے مکانوں اور مٹی کے نوٹ کی گڈیوں پر اور مٹی کے لباسوں پر اور مٹی کے بنگلوں اور موٹروں پر فدا ہو کر اپنے خالق اور مالک کو بھول گئے۔ ان کی خاک ان تمام مٹیوں کے ساتھ مل کر مٹی ہو گئی۔ قیامت کے دن ان کی مٹی کے ساتھ یہی مٹیاں منتبت ہو جائیں گی۔ اور میزان مٹی ہی آئے گا۔ اور ان کی مٹی کا تمام مجموعہ مٹی ہی ہو گا۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی رح فرماتے ہیں، ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے + وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے
حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش وغم + مسافر رہے جیسے تیسے رہے

احقر کو اپنا ایک پرانا شعر یاد آیا ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی - جوانی کر فدا اس پر دیا جس نے جوانی کو

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل اللہ اور صالحین کی محبت اور ان کی صحبت کی توفیق بخشیں!

خوف و خشیتِ الٰہیہ

فوائد گریہ و زاری در جناب خالقِ باری جل جلالہٗ

توبہ کے آنسو اور اس کی قدر و منزلت بدرگاہِ صمدیت

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

حدیث | بحکم بُکا یعنی رونے کا حکم

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا۔

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کی محبت یا اس کے خوف سے) روؤ اگر نہ رو سکو تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ (ابن ماجہ ص ۳۱۹)

تشریح چونکہ رونا بندہ کا اختیاری فعل نہیں ہے اس لئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے رونے کی شکل بنا لینے کی ہدایت فرمائی کیونکہ رونے والوں کی شکل بنالینا ہر شخص کے اختیار میں ہے، اور ایسا شخص بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہ رہیگا۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

جب دنیا کے کریموں کا یہ حال ہے کہ جن کا کرم اس کریم حقیقی کا مخلوق ہے۔ پھر حق تعالیٰ کے کرم کا کیا عالم ہوگا۔؟

حدیث | آنسوؤں کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْہِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْہِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ :۔(ابن ماجہ ص۳۱۹ و مشکوٰۃ ص۴۵۸)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مومن کی آنکھوں سے بوجہ خشیت الٰہی آنسو نکلتے ہیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو ایسے بندہ پر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔

تشریح از مرقاۃ ج۱۰ ص۹۲ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مِنْ عَیْنَیْہِ اَوْ مِنْ اَحَدِ ھِمَا۔ یعنی دونوں آنکھوں سے آنسو نکلیں یا ایک آنکھ سے۔

دُمُوْعٌ ای دَمَعَاتٌ اَقَلُّھَا الثَّلَاثُ آنسوؤں سے مراد کم از کم تین قطرہ ہیں۔ کیونکہ دموع جمع ہے اور عربی میں جمع کے لئے کم از کم تین عدد ضروری ہیں۔

وَاِنْ کَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ ای کَمِّیَّۃً وَکَیْفِیَّۃً

یعنی جو آنسو نکلیں وہ کم از کم تین ہوں اگرچہ ان کی مقدار مکھی کے سر کے برابر ہو

حُرُّ الْوَجْہِ | چہرہ کا اگلا حصہ

اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ | ضمیر مفعول عبد کی طرف راجع ہے اور ممکن ہے کہ اس کے چہرہ کی طرف راجع ہو۔ مراد اس سے بھی اس بندہ کی ذات ہے۔ عربی محاورہ میں وجہ سے مراد ذات ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ، ہر شے فانی ہے سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے

دونوں راویوں کے مختصر حالات | حال راوی لکھنے کا معمول اس لالچ میں ہے کہ اولیاء اللہ کے تذکرہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اِنَّ الرَّحْمَۃَ تَنَزَّلُ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۹۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ | ان کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ ان کے والد کا نام ابن وُہَیْبِ الزہری القرشی ہے اور کنیت ابو وقاص ہے، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ کُنْتُ ثَالِثَ الْاِسْلَامِ میں تیسرا مسلمان ہوں اور فرمایا اَنَا اَوَّلُ مَنْ رَمٰی السَّھْمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے۔ ان کی دعا کی قبولیت مشہور تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ اے اللہ سعد کے تیر کا نشانہ درست فرمادے اور ان کو مستجاب الدعوات بنادے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ اے سعد تیر چلاؤ میرے والدین تم پر فدا ہوں
اور اپنے والدین کے لئے یہ بات صرف حضرت سعدؓ اور حضرت زبیرؓ کے
لئے فرمائی وَلَمْ یَقُلْ ذَالِكَ لِاَحَدٍ غَیْرِهِمَا - اور ان دونوں کے علاوہ
کسی کے لئے یہ بات نہیں فرمائی - مدینہ کے قریب عتیق نام کی بستی میں وفات
پائی جبکہ عمر ستّر سے کچھ زیادہ تھی - جنت البقیع میں مدفون ہیں - وَهُوَ
اٰخِرُ الْعَشَرَةِ مَوْتًا یہ ان دس صحابہ میں باعتبار وفات کے آخری صحابی ہیں
جن کے لئے جنت کی بشارت دی گئی تھی -
حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا
تھا - اور صحابہ اور تابعین میں سے اکثر حضرات نے ان سے روایت کی ہے -
(اسماء الرجال مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

حال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ:-
اَفْقَهُ الصَّحَابَةِ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ
خلفاء راشدین کے بعد تمام صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ عبداللہ بن مسعودؓ
ہیں - ان کی کنیت عبدالرحمٰن ہے - بعض نے کہا ہے کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں -
كَانَ سَادِسًا فِى الْاِسْلَامِ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسواک اور
نعلین مبارک اور وضو کا انتظام سفر میں انہیں کے سپرد فرماتے تھے - اور
ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے راضی ہوں اس بات سے جس سے
راضی ہیں عبداللہ بن مسعودؓ، اور ناراض ہوں اس بات سے جس سے ناراض
ہیں عبداللہ بن مسعودؓ وَكَانَ یُشْبِهُ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فِیْ سَمْتِہٖ وَدَلِّہٖ وَھَدْیِہٖ ، اور آپ ظاہری صورت اور حلم و وقار اور سیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اور حضرت عمر رض کے اسلام لانے سے قبل اسلام لائے تھے۔ خلافتِ حضرت عمر رض میں کوفہ کے قاضی بنائے گئے آخر میں مدینہ آگئے تھے۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ساٹھ سال سے کچھ اوپر عمر پائی۔ ان سے خلفائے راشدین نے اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین نے روایت کی ہے۔

(مرقاۃ جلد ۱ ص ۱۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور ان کے جنتی ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی، یعنی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آٹھ سو احادیث نبویہ کی روایت ان سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ستّر سورتیں یاد کی تھیں۔ (اسماء الرجال ص ۶۰۵ مشکوٰۃ)

حل اللغات دَلٌّ۔ اچھی خصلت۔ یہ مصری لفظ ہے۔ سَمْتٌ راستہ۔ ھَدْیٌ۔ رہنمائی اور سیرت

نجات کا راستہ

حدیث عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ ۔ رواہ احمد و

الترمذی (مشکوٰۃ ص ۴۱۳)

ترجمہ | حضرت عقبہ بن عامر رضہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے سوال کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور بدون ضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو، اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

تشریح از مرقاۃ ج ۹ صنہ ۱۵

اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ مضر باتوں سے زبان کو اس طرح قابو میں رکھو جس طرح مالک اپنے غلام کو۔

وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ - لام پر کسرہ اور سکون دونوں صحیح ہیں۔ بِاَنْ تَسْكُنَ فِيْهِ وَلَا تَخْرُجْ مِنْهُ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ یعنی گھر میں رہو اور بدون ضرورت گھر سے باہر نہ نکلو۔ وَالْمُرَادُ الْاِشْتِغَالُ بِاللّٰهِ وَالْمُؤَانَسَةُ بِطَاعَتِهٖ وَالْخَلْوَةُ مِنَ الْاَغْيَارِ۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہو اس کی اطاعت میں اور اغیار سے خلوت میں رہو فَاِنَّهٗ سَبَبُ الْخَلَاصِ مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتْنَةِ۔ پس یہ تمام شر اور فتنہ سے خلاصی اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔

وَلِذَا قِيْلَ هٰذَا زَمَانُ السُّكُوْتِ وَمُلَازَمَةِ الْبُيُوْتِ وَالْقَنَاعَةِ بِالْقُوْتِ حَتّٰى يَمُوْتَ۔

ترجمہ | اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور بقدر ضرورت معاش پر قناعت کا ہے یہاں تک کہ موت آجاوے۔

وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ | ای اِبْكِ اِنْ تَقْدِرْ وَاِلَّا فَتَبَاكَ

نَادِمًا عَلٰی مَعْصِیَتِكَ فِیْمَا سَبَقَ مِنْ اَیَّامِ حَیَاتِكَ

ترجمہ یعنی اپنی خطاؤں پہ ندامت کے ساتھ رویا کرو اور اگر رونا نہ آوے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔

علامہ طیبیؒ نے رونے کے ساتھ ندامت کی قید لگائی ہے اَیْ اٰنْدِمْ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ بَاكِیًا۔ اپنی خطاؤں پہ نادم ہو کر رویا کرو۔ (مرقاۃ جلد ۱ ص ۱۵۰)

سیّد الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

رونے والی آنکھوں کے لئے

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ هَطَّالَتَیْنِ تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا۔

(الجامع الصغیر ج ۱ ص ۵۹)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ مجھ کو ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو آپ کے خوف سے خوب رونے والی ہوں اور خشیّتِ الٰہیہ کے آنسوؤں سے قلب کو شفاء دینے والی ہوں اس سے پہلے کہ آنسو (جہنم کے عذاب سے) خون ہو جائیں اور ڈاڑھیں انگارے ہو جاویں۔

تشریح جامع صغیر کی شرح فیض القدیر ج ۱ ص ۱۴۳ پر اس حدیث کی تشریح کے سلسلہ میں محدث عظیم علامہ عبد الرؤف مناویؒ

تحریر فرماتے ہیں قال الحافظ العراقی اسنادہٗ حسن ۔ یعنی اس حدیث کے اسناد حسن ہیں ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف سے رونے والی آنکھیں نہایت مبارک آنکھیں ہیں کہ ایسی آنکھیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں

مولانا جلال الدین رومیؒ ایسی آنکھوں کو اس طرح مبارک بادیش کرتے ہیں ۔ ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست (رومی)

یعنی وہ آنکھیں بہت مبارک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہی ہیں ۔ اور وہ دل نہایت مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں تڑپ رہا ہے ۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید (رومی)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں ۔ حضرت مرشدی پھولپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب کوئی شیخ اپنی مجلس میں اللہ کے خوف سے اشکبار ہوتا ہے تو اس کے آنسوؤں سے طالبین کے قلوب میں تعلق مع اللہ کا باغ تر و تازہ اور ہرا بھرا ہو جاتا ہے اس مضمون کو احقر نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے ۔

؎ وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

اور خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرنے والے آنسوؤں کی قیمت بیان فرماتے ہیں ؎

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

اور فرماتے ہیں :-

؎ جب فلک نے مجھ کو محروم گلستاں کر دیا
اشکہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کر دیا

حضرت مرشدی شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا علی مہائمی رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے تھے اور ان ہی آنسوؤں سے خوشبودار پھول پیدا کئے گئے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ اس طرح رونے کی تمنا بیان کرتے ہیں

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شُدے

ترجمہ: اے کاش میرے آنسو دریا ہو جاتے تاکہ میں اس محبوبِ حقیقی پر قربان کر دیتا۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

ترجمہ :- جہاں کہیں بھی خاک پر تم خون گرا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ میری آنکھوں سے گرا ہے۔

درجگر افتادہ ہستم صد شرر
درمناجاتم ببیں خونِ جگر

ترجمہ :۔ اے خدا میرے جگر میں سینکڑوں غموں کی آگ پوشیدہ ہے۔ اور میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون دیکھ لیجئے کہ میں کس درد کے ساتھ آپ سے دعا مانگ رہا ہوں۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے یا محبت سے خوب رونا آئے تو اس کا نام گرم بازاریِ عشق ہے۔

واقعہ حضرت مرشدی شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ تعالےٰ

حضرتؒ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد استغفار میں دیر تک رویا کرتے تھے۔ اور اپنی مجلس میں جب اللہ تعالیٰ کی کوئی بات شروع کرتے تو اللہ کا نام لیتے ہی آنسو نکل کر چہرہ مبارک پر بکھرے رہتے تھے پھر حضرت دونوں ہاتھوں سے ان آنسوؤں کو چہرے اور داڑھی پر مل لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے اپنے شیخ حکیم الامت نوّر اللہ مرقدہٗ کو اسی طرح عمل کرتے دیکھا ہے۔

راقم الحروف نے حضرت شیخ کی حکایات صحابہ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ حضرت محمد بن المنکدر رضؓ اپنے آنسوؤں کو اپنے چہرے اور داڑھی پر مل لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں یہ آنسو پہنچتے ہیں۔

حکایت کعبہ شریف میں ایک عالم نے احقر سے اپنا یہ غم بیان کیا کہ میرے آنسو خشک ہو گئے مجھے کعبۃ اللہ میں رونا نہیں آرہا ہے اس کا مجھے بے حد غم ہے۔ احقر نے مشورہ دیا کہ آپ ملتزم پر

جا تیے وہاں کچھ اللہ والے اللہ کے خوف سے استغفار وگریہ وزاری میں مشغول ہیں ان کی صحبت کے فیض سے آپ کو بھی رونا نصیب ہوجائیگا کچھ دن کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو احقر کو بڑی دعائیں دیں اور خوش ہوکر فرمایا کہ میرا کام بن گیا اور وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا راز بھی منکشف ہوگیا۔ ؎

سنا ہے سنگدل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر سچ ہے تو دریا کیوں پہاڑوں سے نکلتے ہیں

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ؎

رلادوں سنگدل کو بھی جو غم اپنا بیاں کردوں
اگر چاہوں تو پتھر سے بھی میں دریا رواں کردوں

کعبہ شریف میں احقر کا ایک شعر

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

احقر کے چند دیگر اشعار :۔

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا میرا خونِ جگر

ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے
آں زمیں باشد حریم آں شہے

ترجمہ :۔ اللہ کا عاشق زمین پر سجدہ میں جہاں کہیں بھی روتا ہے وہ زمین اللہ تعالیٰ کا حرم بن جاتی ہے۔

قطرۂ اشکِ ندامت در سجود
ہمسری خونِ شہادت می نمود

میرا پیام کہدیا جاکے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا تونے کمال کردیا

اللہ والوں کے نورِ باطن کو حاسدین نہیں بجھا سکتے۔ اس مضمون کو احقر نے اس طرح عرض کیا ہے۔ ؎

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

حکایت حضرت مرشدی پھولپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جونپور میں ایک مشاعرہ ہوا تھا جس میں یہ مصرع طرح دیا گیا تھا ؎

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے

جس پر ایک نوجوان لڑکے نے ایسا مصرعہ لگایا کہ اس کو نظر لگ گئی اور وہ تین دن میں مرگیا۔ وہ مصرعہ یہ تھا۔ ؎

اے سیلِ اشک تو ہی بہادے ادھر مجھے

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا ارشاد حضرت مرشدی پھولپوریؒ سے بارہا سُنا کہ مولانا نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس بادشاہ کے خزانہ میں کوئی موتی دوسرے ملک سے منگایا جاتا ہے اس کی قدر و منزلت خود بادشاہ بھی بہت کرتا ہے۔ ندامت کے آنسو جو گنہگاروں کی آنکھوں سے زمین پر گرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانہ میں قبول ہوجاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانہ

میں صرف عزت وجلالت شان ہے وہاں ندامت کے آنسو نہیں ہیں لہٰذا اپنے بندوں کے اشکہائے ندامت کو دنیا سے درآمد کر کے بے انتہا قدر فرماتے ہیں اور شرفِ قبول عطا فرماتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
اُن کی جھلک بھی تھی میری چشمِ پُر آب میں

گریۂ ندامت اور گنہگاروں کے آنسوؤں کی قیمت

حدیثِ قدسی کی روشنی میں

حدیث قدسی کی تعریف هو الحديث الذى يبينه النبى صلى الله عليه وسلم بلفظه وينسبه الى ربه۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۹۵)

ترجمہ حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے الفاظ میں بیان کریں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں

علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں سے زمین پر گنہگار بندوں کی توبہ اور ان کے رونے کی آواز سننے کے لئے مشتاقانہ آتے ہیں۔ فی الحدیث القدسی لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ۔ (روح المعانی پ ۳۰ ص ۱۹۶)

ترجمہ:۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے گنہگار بندوں کی توبہ و استغفار میں رونے کی آواز تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس مضمون کو جلیل شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ؎

اے جلیل اشکِ گنہگار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تیری تسبیح کے سودانوں پر

خشیت اور محبت کے آنسوؤں پر بروز محشر سایۂ عرش کی بشارت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ۔ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَاءً حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ۔ (بخاری شریف جلد ۱ صا۹۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایۂ رحمت میں رکھیں گے جس دن کہ اللہ کی رحمت کے سائے

کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۱) امام عادل (۲) وہ جوان جس کی جوانی اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھی۔ (۳) وہ آدمی جس کا قلب مساجد میں معلق ہو۔ (۴) وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کے لئے آپس میں محبت کی اور اسی محبت پر جمے رہے اور اسی محبت پر موت آئی۔ (۵) اور وہ آدمی جس کو صاحبِ نسب وحسب و صاحب جمال عورت نے شہوت کی طرف دعوت دی اور اس نے کہدیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) اور وہ آدمی جس نے ایسا مخفی صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی جو کچھ کہ اس نے داہنے ہاتھ سے دیا۔ (۷) اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تشریح حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بخاری کی شرح فتح الباری ۱۴ جلدوں میں تحریر فرمائی ہے فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۳ تا ص ۱۴۷ پر اس حدیث کی شرح تحریر فرماتے ہیں

۱:۔ سایہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ ہے جیسا کہ دوسری روایت میں سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهٖ آیا ہے۔ اس حدیث کے راوی سلمان ہیں جو اسناد حسن سے وارد ہیں۔

۲:۔ جوان کو اس لئے خاص کیا کہ جوانی میں غلبۂ شہوت کے سبب عبادت مشکل ہوتی ہے پس جوان کی عبادت غلبۂ تقویٰ کی دلیل ہے۔ حدیثِ سلمان میں یہ عبارت ہے۔ أَفْنَا شَبَابَهٗ وَنَشَاطَهٗ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ یعنی وہ جوان جو اپنی جوانی کو اور اپنے عیش ونشاط کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فنا کر دے۔ (۳):۔ قلب کو مسجد میں معلق کرنا علامت ہے شدتِ

محبت مع الحق کی کہ حب گھر سے اتنی محبت ہے تو گھر والے سے یعنی اللہ تعالیٰ سے کتنی ہوگی۔؟ اور اس حدیث میں دلالت ہے مسجد میں رہ کر عبادت میں دیر تک مشغول رہنے کی اور ضرورتاً مسجد سے باہر رہتے ہوئے دل مسجد میں لگے رہنے کی۔ کیا خوب شعر ہے مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ؎

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعدؔ آپ سے غافل نہیں

اور احقر کا ایک شعر ہے جو اللہ والوں کی شان بیان کرتا ہے۔

؎ دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

۴:۔ تَحَابَّا۔ بِتَشْدِیْدِ الْبَاءِ اَصْلُہٗ تَحَابَبَا اَیْ اِشْتَرَکَا فِیْ جِنْسِ الْمَحَبَّۃِ وَ اَحَبَّ کُلٌّ مِنْہُمَا الْاٰخَرَ حَقِیْقَۃً لَا اِظْہَارًا فَقَطْ

ترجمہ:۔ ب پر تشدید ہے اصل میں تَحَابَبَا تھا یعنی دو مسلمان اللہ کے لئے محبت میں شریک ہوں اور ایک دوسرے سے حقیقی محبت کریں نہ کہ صرف اظہار زبانی۔

(اِجْتَمَعَا عَلٰی ذَالِکَ وَ تَفَرَّقَا عَلَیْہِ) اَیْ عَلَی الْحُبِّ الْمَذْکُوْرِ وَ الْمُرَادُ اَنَّہُمَا دَامَا عَلَی الْمَحَبَّۃِ الدِّیْنِیَّۃِ وَ لَمْ یَقْطَعَاہَا بِعَارِضٍ دُنْیَوِیٍّ سَوَاءٌ اِجْتَمَعَا حَقِیْقَۃً اَمْ لَا حَتّٰی فَرَّقَ بَیْنَہُمَا الْمَوْتُ۔ (فتح الباری ج ۲)

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ دو مسلمانوں کی محبت صرف دین کی خاطر سے ہو اور اس محبت کو دنیوی اغراض کی وجہ سے ضائع نہ کریں اور آپس کا

یہ اجتماع چاہے حقیقی ہو یا معنوی ہو۔ یعنی چاہے ظاہری فاصلے ہوں مگر دل ملے ہوتے ہوں۔ یہاں تک کہ موت ہی ان کو جدا کرے۔

فائدہ:۔ احقر عرض کرتا ہے کہ دل کا ملنا بہت ضروری ہے ورنہ اگر قلوب نہ ملیں تو اجسام کا ملنا غیر مفید ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

سہ آدمی آدمی سے ملتا ہے

دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

۵:۔ رَجُلٌ طَلَبَتْہُ ذَاتُ مَنْصَبٍ الخ:۔ ای اِلٰی نَفْسِہَا یعنی اپنے نفس کی طرف دعوت دے اور بروایت امام بیہقی فَعَرَضَتْ نَفْسَہَا عَلَیْہِ۔ یعنی اس عورت نے اپنے نفس کو پیش کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے برائی کی طرف دعوت دی۔ وبہ جزم القرطبی اور علامہ قرطبی کی بھی رائے یہی ہے۔ پس جس شخص نے اس کی دعوتِ گناہ کو رد کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس کو بھی روز محشر عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

۶:۔ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَاءً۔ اس کی تشریح واضح ہے کہ مخلوق سے مخفی صدقہ کرنا چاہئے اور اس کی محدثینؒ نے یہی مصلحت لکھی ہے کہ اخفاء کی بدولت ریاء سے حفاظت رہتی ہے۔

تنہائی کے آنسوؤں کی قدر و منزلت

۷:۔ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا ؎ ای بِقَلْبِہٖ مِنَ التَّذَکُّرِ اَوْ بِلِسَانِہٖ مِنَ الذِّکْرِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کیا یا زبان سے

ذکر کیا۔ خلوت کی قید اس لئے ہے کہ تنہائی میں ریاء سے حفاظت رہتی ہے امام بیہقی کی روایت سے خلوت سے مراد غیر اللہ سے عدم التفات ہے، یعنی طَهَارَةُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ۔ باطن کا غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہونا۔ کذا فی الروح۔

اور عبد اللہ ابن مبارکؒ کی روایت وحماد ابن زید کی روایت سے خلوت حسیہ مراد ہے۔ اَیْ فِیْ مَوْضِعٍ خَالٍ وَهِیَ اَصَحُّ۔ یعنی تنہائی میں آنسو کا نکلنا اصح ہے۔

امام بیہقیؒ کی روایت میں ذَكَرَ اللّٰهَ بَیْنَ یَدَیْهِ ہے اور عبد اللہ ابن مبارکؒ اور حماد ابن زیدؒ کی روایت میں ذَكَرَ اللّٰهَ فِیْ خَلَاءٍ ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے نزدیک قول راجح یہی ہے کہ یہ فضیلت مذکورہ تنہائی میں رونے پر ہے۔

(فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ) ای فَاضَتِ الدُّمُوْعُ مِنْ عَیْنَیْهِ وَقَالَ الْقَارِیْ فِی الْمِرْقَاةِ اَوْ مِنْ اَحَدِهِمَا۔ یعنی اس کی دونوں آنکھوں سے یا ایک آنکھ سے آنسو نکل پڑیں اور آنکھوں کی طرف بہنے کی نسبت مجاز مرسل ہے جس کا نام تسمیۃ المحل باسم الحال جیسے نہر جاری ہے حالانکہ پانی جاری ہے۔

یہ آنسو اگر مراقبہ اوصافِ جلال سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہیں اور اگر مراقبہ اوصافِ جمال سے ہیں تو یہ رونا غلبہ شوق سے ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ روایتِ حماد ابن زید میں فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ہے اور اسی طرح روایت بیہقی میں ہے اور حاکم کی روایت میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے مَنْ

ذَكَرَ اللّٰهَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يُصِيْبَ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِهٖ لَمْ يُعَذَّبْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں اللہ کے خوف سے یہاں تک کہ زمین پر اس کے آنسو پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب نہ دیں گے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم | **حدیث** | حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو فرمایا۔ طُوْبیٰ لَكِ يَا طَيْرُ مبارک ہو اے چڑیا تجھ کو کہ تو درختوں پر پھرتی ہے اور درختوں کا پھل کھاتی ہے۔ وَتَصِيْرُ اِلٰى غَيْرِ حِسَابٍ اور تیرا کوئی حساب بھی نہیں ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۰۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خشیت عامر ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اے کاش میرا وجود نہ ہوتا۔ اے کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ کاش میں نَسْیًا مَنْسِیًّا ہوتا۔ (کنز العمال ج ۱۲ ص ۶۱۹)

ارشاد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْكِيَ فَلْيَبْكِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَتَبَاكَ يعني التضرع۔

ترجمہ۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر رونے کی

استطاعت ہو تو رونا چاہئے اور اگر نہ رو سکے تو رونے والوں کی شکل بنالے - یعنی تضرع کرے - (کنز العمال ج ۳ ص ۷۰۷)

ارشاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ عَلِیٍّ رض قَالَ اِذَا اَبْکٰی اَحَدُکُمْ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ فَلَا یَمْسَحْ دُمُوْعَہٗ وَلْیَدَعْ عَنْہَا تَسِیْلُ عَلٰی خَدَّیْہِ یَلْقَی اللّٰہَ بِھَا -

ترجمہ :- حضرت علی رض فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اللہ کے خوف سے روئے پس اپنے آنسوؤں کو نہ پونچھے اور چھوڑ دے ان آنسوؤں کو کہ چہرے پر بہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ سے اسی حالت میں ملیگا -

(کنز العمال ج ۳ ص ۷۰۸)

حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رح فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت حاجی صاحب رح عشاء کے بعد سجدہ میں تمام رات یہ شعر پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے - ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سرِ من پیدا مکن

ترجمہ - اے خدا اس بندہ کو رسوا نہ فرما - اگرچہ میں سراپا بُرا ہوں لیکن آپ میرا عیب مخلوق پر ظاہر نہ فرمائیے -

حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب اس طرح روتے تھے کہ سننے والوں کا کلیجہ پھٹتا تھا - اتنا رونے کے باوجود اس رونے کو کم سمجھتے تھے، اور یہ شعر پڑھتے تھے -

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم تر نہیں

اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

اور فرماتے تھے کہ نالے تو سب ہی وہاں پہنچتے ہیں۔ پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی نالہ قبول ہوجائے تو کام بن جاتے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شوند
چوں بنالم چرخ نالہ خواں شوند

ترجمہ۔ جب میں روتا ہوں تو ایک خلق میرے ساتھ روتی ہے اور جب میں نالہ کرتا ہوں تو آسماں میرے نالوں میں شریک ہوتے ہیں

ایک صحابی کا واقعہ

ایک انصاری نے تہجد پڑھا اور پھر بیٹھ کر بہت روئے۔ کہتے تھے کہ اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلادیا۔ ؎

وہ چشم نازہ بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے لے انتہائے غم

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نہایت عمدہ شعر یاد آیا ؎

تسلّی ہم گنہ گاروں کو حاصل ہو گئی احمد
بجھا دیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

فیضانِ محبت ہے یہ فیضان محبت
اب میں ہوں تری یاد ہے اور دیدۂ تر ہے

فائدہ | بعض وقت اہل اللہ ہنستے بھی ہیں اور مزاح بھی کہ لیتے ہیں لیکن اس وقت بھی ان کا قلب اللہ کے دردِ محبت سے غافل نہیں ہوتا۔ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

لبوں پہ ہے گو ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں
دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں
جب میں ہوں ان کے ذکر کی دولت سے مالا مال
کیوں غم ہو اپنے پاس جو لعل و گہر نہیں

اللہ کے نزدیک دو محبوب قطرے | حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ کتاب الجہاد)

مولانا رومیؒ نے اسی روایت کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید ؎
اشک را در وزن با خونِ شہید

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ گنہ گاروں کے اشکِ ندامت کو اور شہیدوں کے

خون کو وزن میں برابر رکھتے ہیں۔

کیا ہی اچھا شعر کسی نے کہا ہے۔ ؎

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

بے حساب مغفرت کی تدبیر

حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہو آپ نے فرمایا ہاں! جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔ (حکایاتِ صحابہ رض للشیخ)

حضرت کعب احبار کا ارشاد

حضرت کعب احبار کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔ (بحوالہ بالا)

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں
ان کی جھلک بھی تھی میری چشم پر آب میں

راقم الحروف احقر کے وہ چند اشعار جو اس موضوع سے متعلق ہیں

پھر نعرۂ مستانہ ہاں اے دل دیوانہ
زنجیر علائق پر اک ضرب ہو رندانہ
پھر اشک بداماں ہو پھر چاک گریباں ہو
پھر صحرا نوردی کا دہرا کوئی افسانہ

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
یہی عاشقوں کی عادت یہی عاشقوں کا شیوہ
کبھی گریۂ دمبکا ہے کبھی آہِ سرد بھرنا
یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا فضل پنہاں
مرا نالۂ ندامت تیرے سنگِ در پہ کرنا
مرا ہر خطا پہ رونا یہی ہے میری تلافی
تری رحمتوں کا صدقہ مرا جرم عفو کرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا
تری شانِ جذب ہے یہ تری شانِ دلبری ہے
مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا
کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختؔر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

اے اشکِ ندامت میں ترے فیض پہ قرباں
برسا ہے جو عاصی پہ یہ رحمت کا خزینہ
بہہ رہے ہیں اشک آنکھوں سے لہو کے رنگ میں
اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

سَهَرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِكَ ضَائِعٌ
وَبُكَاهُنَّ لِغَيْرِ فَقْدِكَ بَاطِلٌ

ترجمہ :۔ اے اللہ تیرے غیر کے لیے آنکھوں کا جاگنا وقت کو ضائع کرنا ہے اور تیرے غیر کے لیے رونا آنسوؤں کو باطل کرنا ہے

بیان نالۂ گنہگاراں، از مثنوی مولانا رُوم علیہ الرحمۃ

چوں بر آرند از پشیمانی حنیں
عرش لرزد از انین المذنبیں

ترجمہ ۔ جب گنہگار بندے اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری اور آہ و نالہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عرش غلبۂ رحمت سے لرزنے لگتا ہے

ہمچنیں لرزد کہ مادر بر ولد
دست شاں گیرد و بالا می کشد

ترجمہ :۔ جس طرح کہ ماں کا دل اپنے بچہ کے رونے سے غلبۂ شفقت و محبت سے کانپنے لگتا ہے اور دوڑ کر بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کی توبہ واستغفار پر رحم فرما کر نہ صرف یہ کہ ان کی خطائیں معاف فرما دیتے ہیں بلکہ اپنا مقرب اور محبوب بھی بنا لیتے ہیں ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں ۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

؎ از چنیں محسن نشاید نا امید
دست در فتراک ایں رحمت زنید

ترجمہ :۔ پس گنہ گاروں کو ایسے محسن مالک سے ناامید نہ ہونا چاہیئے بلکہ توبہ کے ذریعہ اپنے ہاتھوں سے حق تعالیٰ کے دامنِ رحمت کو مضبوط پکڑ لینا چاہیئے۔

اور مولانا رومی رح فرماتے ہیں کہ جب بندۂ گنہگار یا خدا یا خدا کرکے استغفار کرتا ہے اور اس کا آہ و نالہ اور اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک جاتا ہے۔ بلکہ گنہگاروں کے نالوں کی خوشبو آسمانوں کو پار کر کے عرش تک پہنچتی ہے تو اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں کہ اے خدا آپ کا بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے اور آپ کے علاوہ کسی کو اپنا سہارا نہیں سمجھتا۔ آپ تو بیگانوں کو عطا فرماتے ہیں اس گنہگار پر اپنی رحمت نازل فرما دیجئے۔ اور اس کے آہ و نالوں کو شرف قبولیت عطا فرما دیجئے اور جو حاجت یہ پیش کر رہا ہے اس کو پورا فرما دیجئے۔ اور اے قاضی الحاجات اس کی عطا میں تاخیر نہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں ۔ ؎

نالۂ مومن ہمی داریم دوست
گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست

ترجمہ :۔ ہم مومن کے نالہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس سے کہو کہ وہ آہ و زاری میں مشغول رہے۔ یہی اس کا اعزاز ہے یہ تاخیرِ عطا عین یاری ہے نہ کہ اس کی خواری۔ اس غافل بندے کو یہی حاجت میرے پاس لائی ہے اور اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑے ہوئے میری چوکھٹ تک گھسیٹ کر لائی ہے۔ اگر میں اس کی حاجت کو جلد پورا کر دوں گا تو پھر یہ غفلت کے لہو و لعب میں غرق ہو جائے گا۔

خوش ہمی آید مرا آوازِ او
واں خدایا گفتن واں رازِ او

ترجمہ:۔ اس بندہ کی گریہ وزاری مجھے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا یا خدا کہنا اور اس کا رازونیاز مجھے بہت پسند آتا ہے ــــ طوطی اور بُلبل کو اس کی خوش آوازی کے سبب قفس میں بند کرتے ہیں ۔ اُلّو اور کوے کو قفس میں کب بند کیا جاتا ہے یہ جہان مومن کے لئے عارضی قیدخانہ ہے اور کافر کے لئے عارضی جنت ہے ۔

مولانا رومیؒ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دعا کی قبولیت میں کبھی تاخیر ہو تو نا امید نہ ہونا چاہیئے ۔ اور دعا جاری رکھنا چاہیئے کہ اس بہانہ سے مومن کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بہت دن تک حاصل رہتا ہے ۔ جیساکہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ فرماتے ہیں ؎ امید نہ بر آنا امید بر آنا ہے
یہ عرضِ مسلسل کا کیا خوب بہانہ ہے

مولانا رومی رح فرماتے ہیں کہ ندامت کے آنسوؤں سے اور استغفار وتوبہ کی برکتوں سے بندہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے نوازا جاتا ہے ۔ ؎

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا چاہئے کہ گنہگار اپنے نالوں اور اشکِ ندامت سے ایک ہی پرواز میں قرب کی اس

منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ زاہدانِ خشک تو کیا اس قربِ توبہ وندامت کے مقام سے ملائک بھی بے خبر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم اسی مضمون کو اپنے اس شعر میں بیان فرماتے ہیں۔

؎ کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اسی کو حضرت رومیؒ فرماتے ہیں ؎

مرکبِ توبہ عجائب مرکب است
بر فلک تازد بیک لحظہ ز پست

ترجمہ :۔ توبہ کی سواری عجیب وغریب سواری ہے جو گنہگاروں کو گناہوں کی ظلمت اور پستی سے نکال کر سیکنڈوں میں عالمِ قرب اور عالمِ انوارِ حق میں پہنچاتی ہے۔ اور فُجّار ابرار بن جاتے ہیں۔ اور گنہگار کا تاریک عالم، عالمِ انوار سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

حضرت پرتاب گڈھی کا شعر ہے

؎ اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اشکبار آنکھیں اور خشیت والا دل عطا فرمائیں اور اس مقالہ کو شرفِ قبول عطا فرمادیں۔ اور اس کا نفع اپنے بندوں کے لئے عام وتام فرمائیں۔ اور اس ناکارہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۸۵ء

اسمِ اعظم کی تحقیق

قرآن وحدیث کی روشنی میں

نوٹ :- اسم اعظم کے ذریعہ جو بھی دعا مانگی جاتی ہے فوراً قبول ہوتی ہے۔

نمبر (۱) ملا علی القاریؒ مرقاۃ جلد ۱ ص۵ پر فرماتے ہیں :-

لقد قال القطب الربانی الشیخ السید عبد القادر جیلانی الاسم الاعظم ھو اللہ بشرط ان تقول اللہ ولیس فی قلبک سوی اللہ۔

یعنی فرمایا قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے کہ اسم اعظم اللہ ہی ہے بشرطیکہ تو اللہ اس طرح کہے کہ قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔

جیسا کہ بزرگ شاعر خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں :-

دل مرا ہو جائے اک میدان ہُو

تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

غیر سے اٹھ جائے بالکل ہی نظر

تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

اور مرے دل میں بجائے آب دگل

دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

یہ اشعار خواجہ صاحب حالتِ ذکر میں نہایت کیف کے ساتھ پڑھا کرتے تھے ۔ مطلب یہ کہ تمام موجودات کی فنائیت کے استحضار

کے ساتھ یعنی تمام موجودات کو کالمعدوم سمجھتے ہوئے اللہ کا نام لو جیسا کہ آفتاب کے نکلنے کے بعد ستارے کالمعدوم ہو جاتے ہیں۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے
مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے
پھر اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

یہی حقیقت وحدۃ الوجود کی بھی ہے کہ جب سالک کے قلب میں اللہ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس سلطان حقیقی کی کبریائی اور عظمتوں کا جھنڈا لہرا جاتا ہے تو ساری کائنات اس کی نظر سے گر جاتی ہے۔ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے خواجہ صاحب کے اس آخری شعر پہ

فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں خواجہ صاحب کو انعام میں دے دیتا۔

اصغر گونڈوی فرماتے ہیں ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں
ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

نمبر (۲) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا کَرَبَہٗ اَمْرٌ یَقُوْلُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔

ترجمہ حضرت انس رضہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بے چینی و پریشانی ہوتی تھی تو آپ کثرت سے پڑھتے تھے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ الخ

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ ج ۵ ص ۲۲۱ پر ان کلمات کے اندر اثر اسم اعظم کا تحریر فرمایا ہے۔ اور علامہ نووی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سے حاکم اور ابن السنی نے نقل کی ہے اور امام نسائی نے حضرت علی سے مرفوعًا روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ حالتِ سجدہ میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کو بار بار پڑھتے تھے۔

نمبر ۳۱ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْوَۃُ ذِی النُّوْنِ اِذْ دَعَا رَبَّہٗ وَھُوَ فِیْ بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ لَمْ یَدْعُ بِھَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اِسْتَجَابَ لَہٗ رواہ احمد والترمذی۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اپنے رب سے دعا مانگی درآنحالیکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے لا الہ الا انت الخ نہیں مانگا کسی مومن نے اس کلمہ کے ذریعہ کسی حاجت کو مگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمالیا۔

تشریح ملا علی قاری رح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص۱۰۳ پر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ مؤید ہے فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ہ پس ہم نے ان کی دعا قبول

کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ بغدادی نے پارہ ۱۷ صـ۸۵ پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الخ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی اسی روایت مذکورہ کو تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے۔ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ ذَالِکَ اِسْمُ اللّٰہِ تَعَالَی الْاَعْظَمُ یعنی یہ آیت مذکورہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے، اور فرماتے ہیں وَقَدْ شَاھَدْتُّ اَثَرَ الدُّعَاءِ بِہٖ وَ لِلّٰہِ تَعَالَی الْحَمْدُ حِیْنَ اَمَرَنِیْ بِذٰلِکَ مَنْ اَظُنُّ وِلَایَتَہٗ وَکَانَ قَدْ اَصَابَنِیْ مِنَ الْبَلَاءِ مَا اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِہٖ وَفِیْ شَرْحِہٖ طُوْلٌ وَاَنْتَ مَلُوْلٌ

(روح المعانی پ۱۷)

ترجمہ | مفسر عظیم علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے اس کلمہ کے ذریعہ دعا کی قبولیت کے اثر کو خود مشاہدہ کیا اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اس کلمہ سے دعا مانگنے کا حکم مجھے ایک ایسے بزرگ نے کیا جن کو میں اللہ تعالیٰ کا ولی گمان کرتا ہوں اور میں ایک ایسی بلاء میں مبتلا تھا جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جس کی شرح میں طول ہے اور اے مخاطب تو ملول ہے۔

نمبر (۴) | علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی پ۲۷ صـ۹۶ سورۃ قمر میں عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں وَلِھٰذَیْنِ الْاِسْمَیْنِ الْجَلِیْلَیْنِ شَانٌ فِیْ اسْتِجَابَۃِ الدُّعَاءِ عَلٰی مَا فِیْ بَعْضِ الْاٰثَارِ۔ یعنی مَلِیْکٌ

اور مُقتَدِر ان دونوں ناموں میں قبولیت دعا کا اثر ہے۔

مَلِیکٌ اَیْ مَلِكٌ عَظِیْمُ الْمُلْكِ وَ هُوَ صِیْغَةٌ مُبَالَغَةٌ۔ یعنی ملک عظیم کا مالک۔

مُقْتَدِرٌ ای قَادِرٌ عَظِیْمُ الْقُدْرَةِ۔ عظیم طاقت والا قادر

ایک عجیب واقعہ اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَ اَنَا اَرٰی اَنِّیْ اَصْبَحْتُ فَاِذَا عَلَیَّ لَیْلٌ طَوِیْلٌ وَ لَیْسَ فِیْهِ اَحَدٌ غَیْرِیْ فَنِمْتُ فَسَمِعْتُ حَرَکَةً خَلْفِیْ فَفَزِعْتُ فَقَالَ یَا اَیُّهَا الْمُمْتَلِیُٔ قَلْبُهٗ فَرِقًا لَا تَفْرَقْ اَوْ لَا تَفْزَعْ وَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِیْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ ثُمَّ سَلْ مَا بَدَا لَكَ قَالَ فَمَا سَئَلْتُ اللّٰهَ شَیْئًا اِلَّا اسْتَجَابَ لِیْ۔

ترجمہ حضرت سعید بن مسیب تابعی فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور یہ سمجھا کہ صبح ہو گئی ہے لیکن پتہ چلا کہ ابھی بہت رات باقی ہے اور مسجد میں میرے علاوہ کوئی نہ تھا پس میں سو گیا۔ پس میں نے اپنے پیچھے کوئی حرکت محسوس کی جس سے میں ڈر گیا ہاتفِ غیبی نے کہا کہ اے وہ شخص جس کا دل خوف سے بھرا ہوا ہے مت ڈر اور پڑھ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِیْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ - اس کے بعد تجھے جو حاجت بھی ہو اللہ تعالےٰ سے مانگ لے۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ان ناموں کے ذریعہ میں نے

اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حضرت علامہ آلوسیؒ نے اسی مقام پر حضرت سعید بن مسیبؒ کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوتے اپنے لئے یہ دعا مانگی اور ھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا کی سنت ادا کی یعنی جب کسی مقبول بندہ پر کوئی نعمت دیکھے تو اپنے لئے بھی دعا مانگ لے۔ حضرت آلوسیؒ کی دعا کی عبارت یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لِّیْ وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ وَاَعِذْنِیْ مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ وَصَلِّ اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ:- اے اللہ! آپ ملیک اور مقتدر (مالک عظیم الملک اور قادر عظیم القدرت) ہیں۔ آپ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ پس دونوں جہان میں مجھ کو نیک بخت بنا دیجئے اور آپ میرے خاص ہو جائیے اور آپ میرے خلاف نہ ہوں اور میری مدد فرمائیے آپ ان لوگوں پر جو مجھ پر ظلم و زیادتی کریں اور پناہ نصیب فرمائیے قرض کے غم سے اور لوگوں کے غلبہ پا لینے سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے اور اے اللہ رحمت اور سلام نازل فرما ہمارے آقا اور سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں اسم اعظم ملیک اور مقتدر کے صدقہ میں

علامہ آلوسیؒ کی یہ دعا ہم سب کے لئے بھی قبول فرما دیں۔ آمین

نمبر (۵۱) کلمات مندرجہ ذیل وہ اسم اعظم ہے کہ جس کے اسم اعظم ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے۔

علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی سورۃ الرحمٰن پ ۲۷ ص ۱۱۰ پر یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ کی تفسیر فرماتے ہوئے بروایت ترمذی وابوداؤد ونسائی حضرت انسؓ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّہٗ کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ یُّصَلِّیْ ثُمَّ دَعَا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِہٖٓ اَتَدْرُوْنَ بِمَا دَعَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَعْلَمُ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ دَعَا اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْٓ اِذَا دُعِیَ بِہٖٓ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِہٖٓ اَعْطٰی۔

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ (حضرت انسؓ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا پھر اس نے دعا کی اور کہا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں بوجہ اس کے کہ تمام تعریفیں صرف آپ ہی کے لئے ہیں۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے۔ آپ بہت احسان کرنے والے ہیں خالق ہیں آسمان وزمین کے۔

ذو الجلال والاکرام ہیں ۔یعنی تمام موجودات سے مطلق مستغنی اور تمام مخلوقات پر فضلِ تام فرمانے والے ہیں ۔ اے حقیقی زندہ اے سنبھالنے والے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا جانتے ہو اس شخص نے کن کلمات کے ذریعہ دعا مانگی ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ و رسول زیادہ جانتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ تحقیق اس شخص نے دعا کی ہے اللہ کے اس اسم اعظم کے ساتھ کہ جس کے ذریعہ جب بھی دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں ۔

ذُوالْجَلَالِ اَیْ صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ
یعنی وہ ذات جو تمام موجودات سے مطلق مستغنی ہو ۔

وَالْاِکْرَامِ اَیْ صَاحِبُ الْفَضْلِ التَّامِ
یعنی وہ ذات جو تمام موجودات و مخلوقات پر فضلِ تام فرمانے والی ہو ۔ (کذا فی الروح)

نمبر ۶ علامہ آلوسیؒ نے سورۃ اخلاص کی تفسیر کرتے ہوئے پ ۳۰ ص ۲۶۷ پر یہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اسم اعظم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے ۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ

يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ
لَقَدْ سَئَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ اِذَا دُعِيَ بِهٖ
اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الخ (ترجمہ۔ اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی اللہ ہیں۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے آپ کے۔ آپ وہ ذات ہیں جو ایک ہے اور بے نیاز ہے اور جس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تحقیق اس شخص نے اللہ سے سوال کیا اللہ کے اُس اسم اعظم کے ذریعہ سے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دُعا مانگی جاتے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتے ہیں۔ اور جو سوال کیا جاتے اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں۔

صمد کی تعریف

حضرت ابوہریرہ رضؓ نے صمد کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ كُلِّ اَحَدٍ اَلْمُحْتَاجُ اِلَيْهِ كُلُّ اَحَدٍ۔ صمد وہ ذات ہے جو ہر ایک سے مستغنی ہو اور ہر ایک اس ذات کا محتاج ہو۔ (روح المعانی ص۳ سورۃ اخلاص)

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کے چند اشعار

کسی کی یاد میں اب آنکھ میری پُرنم ہے + کسی کا نام مرے زخمِ دل کا مرہم ہے
ضرور لے کے ہم اٹھیں گے گوہرِ مقصود + کہ آستانِ کرم پہ ہمارا سر خم ہے

خوشی ہے انکی خوشی انکا غم مرا غم ہے ؎ بہ فیض عشق مرے دل کا اب یہ عالم ہے
خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو ؎ ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسم اعظم ہے
(عرفانِ محبت ص۹۶)

نمبر ۷ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں اسم اعظم ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ وَالٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

مشکوٰۃ ص۲۰۰

نمبر ۸ | ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سورۃ حشر کی آخری آیات میں اسم اعظم ہے۔ وَقَدْ قَالُوْا اٰخِرُ سُوْرَةِ الْحَشْرِ مُشْتَمِلٌ عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ (مرقاۃ جلد ۵ ص۷۹)

قبولیتِ دعا کی عظیم الشان تدبیر

علامہ شامیؒ ابن عابدین رحؒ شامی ج ۱ ص۳۸۴ (مطبوعہ کوئٹہ پاکستان) پر تحریر فرماتے ہیں۔ اِنَّ تَقْدِيْمَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّعَاءِ اَقْرَبُ اِلَى الْاِجَابَةِ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الدُّعَاءِ۔ فَاِنَّ الْكَرِيْمَ لَا يَسْتَجِيْبُ بَعْضَ الدُّعَاءِ وَيَرُدُّ بَعْضَهٗ ۔

ترجمہ:۔ دعا سے پہلے درود شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ دعا کے بعض حصہ کو قبول کرلے اور بعض کو رد کرے۔

الشیخ ابو اسحاق الشاطبی فرماتے ہیں اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُجَابَۃٌ عَلَی الْقَطْعِ وَاِذَا اقْتَرَنَ بِھَا السُّؤَالُ شَفَعَتْ بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْہِ فَقُبِلَ۔

ترجمہ :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اللہ تعالیٰ کے یہاں قطعی قبول ہے پس جب کوئی دعا اس مقبول عمل کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے تو یہ درود شریف اس شخص کی حاجت کے بارے میں شفاعت کرتا ہے پس وہ درخواست مقبول ہو جاتی ہے ۔

شیخ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْئَلَ اللّٰہَ حَاجَتَہٗ فَلْیُکْثِرْ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ یَسْئَلُ اللّٰہَ حَاجَتَہٗ وَلْیَخْتِمْ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ الصَّلٰوتَیْنِ وَھُوَ اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یَّدَعَ مَا بَیْنَھُمَا۔

ترجمہ :۔ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے اس کو چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت کرے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے کیونکہ اللہ تعالیٰ اول وآخر کے دونوں درود کو قبول فرماتے ہیں اور اس کریم سے یہ بعید ہے کہ اول وآخر کے درود کو قبول فرمالیں اور درمیان کی دعا کو رد کر دیں ۔

نیز ابو سلیمان دارانی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ :۔

کُلُّ الْاَعْمَالِ فِیْھَا الْمَقْبُوْلُ وَالْمَرْدُوْدُ اِلَّا الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّھَا مَقْبُوْلَۃٌ غَیْرُ مَرْدُوْدَۃٍ۔

یعنی ہر اعمال میں امکان ہوتا ہے کہ وہ مقبول ہوں یا غیر مقبول ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا تحقیق کہ یہ عمل مقبول ہے کبھی غیر مقبول نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ :۔

اِذَا دَعَوْتَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ فَاجْعَلْ فِیْ دُعَائِکَ الصَّلٰوۃَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ عَلَیْہِ مَقْبُوْلَۃٌ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یَّقْبَلَ بَعْضًا وَیَرُدَّ بَعْضًا۔

ترجمہ :۔ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا عند اللہ مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول فرمالیں اور بعض کو رد کردیں۔

درود شریف کی قبولیت کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صیغہ مضارع کے ساتھ جس میں شان تجدد استمراری کی ہے اور جملہ اسمیہ کے ساتھ جس میں دوام اور ثبوت ہوتا ہے اور انَّ کی تاکید ساتھ ارشاد فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (الآیۃ) جس سے معلوم ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ لَا یَزَالُ مُصَلِّیًا عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرماتے رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر احسان فرمایا کہ ان کو درود شریف کا حکم فرمایا تاکہ ان کو

الصَّلٰوۃ علی النبی کا شرف اور فضیلت حاصل ہو جائے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے دوامًا نزول رحمت کے سبب تمام ماسوی اللہ کی جانب سے مستغنی ہیں۔
پس مومن کا اللہ تعالیٰ سے نزولِ رحمت کی دعا مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ (یعنی درود شریف پڑھنا) قطعی قبول ہے۔

فاغتنم هذا التحرير العظيم الذی هو من فيض الفتاح العليم۔

(شامی جلد ۱ صـ۳۸۴ مطبوعہ کوئٹہ)

ہر پریشانی میں نمازِ حاجت کا معمول

جب کوئی خاص ضرورت پیش آئے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے ہو تو سب سے پہلے وضو سنت کے موافق کرے۔ پھر دو رکعت نماز خوب اطمینان سے اور سکون سے پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ پھر درود شریف پڑھے پھر دعائے ذیل کم از کم ایک مرتبہ یا زیادہ جس قدر پڑھنا چاہے پڑھے اور اپنی خاص حاجت کے لئے دعا کرے۔

وہ دُعا یہ ہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ

بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَ لَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَ لَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥

تعریف حلیم وکریم | حلیم کے معنٰی محدث عظیم ملا علی قاریؒ نے یہ بیان فرمائے ہیں اَلَّذِیْ لَا یُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَۃِ حلیم وہ ذات ہے جو سزا میں جلدی نہ کرے - اور کریم کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِغَیْرِ اِسْتِحْقَاقٍ وَّ بِدُوْنِ الْمِنَّۃِ کریم وہ ذات ہے جو بدون استحقاق عطا فرماوے - مرقاۃ جلد۳ صہ۲۱۲

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دعا آپ کی نبوت کی دلیل ہیں کہ جس موقع پر اللہ تعالیٰ کی جس صفت کے ظہور کی ضرورت ہوتی ہے اسی نام سے اللہ کو ادعیہ احادیث میں پکارا گیا ہے - اور یہ ادائے بندگی صرف نبی ہی سکھا سکتا ہے - پس حلیم وکریم ان دونوں ناموں سے گنہگاروں کا حجاب رفع ہو گیا اور امید بندھ گئی کہ خطاکاروں کی دعا بھی ضرور قبول ہو گی - کیونکہ اللہ تعالیٰ نالائقوں کو بھی بدون استحقاق عطا فرما دیتے ہیں - جیسا کہ کریم کی تعریف بیان کی گئی -

نوٹ:- بہتر یہ ہے کہ نماز حاجت پڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز توبہ کی پڑھ کر گناہوں سے خوب توبہ واستغفار کرے کیونکہ جس کریم سے کوئی نعمت لینا ہوتی ہے پہلے اس کو راضی کرنا ضروری ہے اس کے بعد پھر دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر مندرجہ بالا دعا پڑھے اور اپنی حاجت کے لئے دعا کرے -

دعا مانگنے کا مسنون طریقہ | سینہ کے سامنے ہاتھ اٹھائیں اور

ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں کیونکہ دعا کا قبلہ آسمان ہے دونوں ہاتھوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہو۔ (شامی ج ۱ صہ ۳۴۳)
اور دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر مل لیں۔ (مشکوٰۃ صہ ۱۹۰)
یہ نیک فال ہے گویا شاہی عطیہ مل گیا اور سر آنکھوں پر رکھ لیا اور سر آنکھوں پر لگالیا۔ یہ ادائے بندگی عجیب ہے اور کیا ہی محبوب ہے
دعا کی ابتداء اپنے نفس سے کریں پھر والدین کو پھر تمام مسلمانوں کو شامل کریں۔ (مشکوٰۃ) اول وآخر درود شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی۔ (شامی ج ۱ صہ ۳۸۴)
دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر صلوٰۃ حاجت کی دعا پڑھنا بھی جلد حاجت روائی کا ذریعہ ہے (شامی ج ۱ صہ ۵۰۸) دعا کا آہستہ مانگنا اور تضرع سے یعنی گڑگڑا کر مانگنا۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (القرآن)

چلتے پھرتے نعرۂ مغفرت

چلتے پھرتے تھوڑی تھوڑی دیر میں یہ نعرہ ہلکی آواز سے لگالیا کرے

يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ۔ صفتِ حلیم کی تجلی سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انشاء اللہ محفوظ رہیگا۔ اور صفت کریم کی تجلی سے نااہلیت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا۔ اور وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ کی صفت کے ظہور سے ہماری محدود خطاؤں پر ان کی غیر محدود شانِ مغفرت کا ظہور اس طرح گناہوں کو اڑا دے گا جیسے تھوڑا سا بارود پہاڑوں کو اڑا دیتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سہ
تیرا اک جھونکا نسیم لطف کا ✓ دم کے دم میں کردے ان سب کو ہوا

یہ جو کھڑا پہاڑ ہے سر پہ مِرے گناہ کا ٭ وہ جو اگر کرم کریں ہے مری اک آہ کا

گنہگاروں کے دعا مانگنے میں حجاب اور اس کا علاج

بعض لوگ غالبؔ کا یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس شعر نے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا اور وہ مایوس ہو گئے کہ جب ہم سے ایسے بڑے بڑے گناہ ہو گئے تو اب کس منہ سے کعبہ جائیں کہ اب توبہ کرتے ہوتے شرم آتی ہے یہ سخت نادانی ہے کیونکہ حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ اَنْ لَا یَرَاکَ مَوْلَاکَ حَیْثُ نَھَاکَ ۔ (کذا فی المرقاۃ جلد ۱ ص۷)

حیا یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے اس حالت میں نہ دیکھے جس سے تجھے اس نے منع کیا ہے ۔ یہ نادانی قابلِ تعجب ہے کہ گناہ کے وقت تو حیا نہ آئی اور اب توبہ کرتے ہوئے حیا آ رہی ہے ۔ یعنی جہاں حیا آنی چاہئے تھی وہاں تو نہ آئی اور جہاں نہیں آنی چاہئے تھی وہاں حیا آ رہی ہے ۔ حالانکہ حالتِ توبہ میں بندوں کو دیکھنا حق تعالیٰ کو محبوب ہے ۔ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے ۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڈھی دامت برکاتہم نے غالب کے اس شعر کی اصلاح فرمائی ہے ۔ فرماتے ہیں ؎

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وہ دعا جس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھایا تھا

تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کردیا اور لاتثریب علیکم الیوم کا اعلان کردیا تو بھائیوں نے کہا اے ابا جان اور اے ہمارے بھائی آپ لوگوں نے تو معاف کردیا لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو معاف نہ فرمایا تو آپ حضرات کا عفو ہم کو کچھ مفید نہوگا۔ اس لئے آپ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہماری خطاؤں کی معافی بذریعہ وحی نازل فرمادیں۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام ارحم البریۃ یعنی ارحم الخلائق ہوتے ہیں اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔ ..... حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سوف تاخیر کے لئے آتا ہے پس وقت قبولیت یعنی تہجد کے وقت کا انتظار فرمایا۔ حضرت آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ :۔ فَقَامَ الشیخ علیہ السلام واستقبل القبلۃ وقام یوسف علیہ السلام خلفہ وقاموا خلفھما اذلۃ خاشعین فدعا وأمّن یوسف علیہ السلام

پس حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو دعا کے لئے کھڑے ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پیچھے اور ان کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور نہایت ذلت اور خشوع کے ساتھ دعا کی لیکن بیس سال تک دعا قبول نہ ہوئی پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ دعا سکھائی۔

یَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا۔

یَا غِیَاثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنَا۔

یَا مُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا

یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا۔

یہ دعائیں جب بوقت سحر کیں تو توبہ قبول ہو گئی۔ (روح المعانی پ ۱۳ ص ۵۶)

ترجمہ دعائے یعقوبی اے ایمان والوں کی امید ہماری امیدوں کو قطع نہ فرمائیے۔ اے ایمان والوں کے فریاد رس ہماری فریاد کو سن لیجئے۔ اے ایمان والوں کے مددگار ہماری مدد کیجئے۔ اے توبہ کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہمارے اوپر توجہ فرمائیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پورے مضمون کو شرفِ قبول عطا فرما کر امت مسلمہ کے لئے اس کا نفع عام و تام فرمائیں۔ آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۸ محرم ۱۴۰۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بزمِ اشرف کا چراغ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ اجل حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رح

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مقامِ عارف باللہ

اے خیالِ دوست لے بیگانہ سازِ ما سوا
اس بھری محفل میں تو نے مجھ کو تنہا کر دیا

حضرت عارف باللہ کا یہ شعر آپ کے مقام تعلق مع اللہ کا غماز ہے۔ (عارفی)

بقول حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ ؎

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

مقامِ تبتّل کی تفسیر

خلق سے انقطاعِ تعلق یعنی مقام تبتل کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ تعلقاتِ ضروریہ سے کنارہ کش اور حقوقِ واجبہ مخلوقات سے دستبردار ہو جائے۔ یہ راہبانہ تصوف محض جاہلانہ ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت نے بیان القرآن میں مقام تبتل کی جو تفسیر تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ "تبتل نام ہے تعلقات

ماسوی اللہ پر اللہ تعالیٰ کا تعلق غالب ہو جائے،، جیسا کہ جگرؔ صاحب فرماتے ہیں ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

اور اصغر گونڈوی صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

حُسنِ اخلاق کی تعریف

مداراة الخلق مع مراعاة الحق ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحؒ کی تیس ۳۰ سالہ صحبت کے فیضان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایسا ہی غلبہ تھا۔ اس نسبت مع اللہ کی برکت سے حضرت خلق خدا پر جہاں سراپا شفیق اور محسن تھے وہاں اتنا ہی درجہ اپنے معمولات خلوت پر جبلِ استقامت تھے۔ حضرت کی مجلس میں یہ بات محسوس ہوتی تھی کہ آپ بیک وقت حقوق خلق اور حقوق خالق کا پورا پورا استحضار رکھتے تھے۔ احباب کے ساتھ شفقت اور رحمت کا ایسا رنگ تھا جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحؒ سے ملتا جلتا تھا جیسا کہ حضرت حکیم الامتؒ حضرت حاجی صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ :۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب سراپا رحمت و شفقت تھے خفا ہونا اور ڈانٹنا تو جانتے ہی نہ تھے لیکن آپ کا فیض عام اور تام تھا آپ کے فیضانِ صحبت سے کوئی محروم نہ ہوتا تھا۔

علماء عصر کا رجوع جس طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہوا تقریباً اسی طرح پاکستان کے جلیل القدر علماء کافی تعداد میں اصلاح و تربیت کے لئے آپ سے منسلک تھے۔ حضرت نے کبھی اپنے کو مخدوم نہیں سمجھا اور ارشاد فرمایا کہ سند اجازت دراصل سندِ خادمیت ہے سند مخدومیت نہیں اور فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں رہنما ہوں مگر بھائی ایک شعر سنو ؎

ہم سفر مجھ کو سمجھتا تھا کہ میں ہوں رہنما
اور خود اس کے سہارے پر چلا جاتا ہوں میں عارفیؔ

روحانی طاقت کا استعمال نفس کے ساتھ جہاد میں ہے

حضرت فرماتے کہ نوافل اور اذکار اور اوراد سے قلب میں جو انوار پیدا ہوتے ہیں اس سے ایک روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے لیکن اس طاقت کا استعمال بارگاہ خلوتِ حق میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا، بے جا غصہ کو ضبط کرنا، بدنظری سے آنکھوں کو محفوظ رکھنا، مخلوق کی خطاؤں کو معاف کرنا، شہوت اور غضب سے مغلوب نہ ہونا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، انتقام نہ لینا، اپنے کو مخلوق خدا کا خادم سمجھنا، اکرام مومن کرنا، اپنے کو بڑا نہ سمجھنا وغیرہ وغیرہ میں ہے اگر خلوت میں ذاکر و شاغل ہے اور مخلوق خدا پر ظالم اور مغلوب الغضب ہے تو اس شخص نے روحانی طاقت کا صحیح استعمال نہیں کیا۔

شانِ رحمتِ حق

حضرت عارف باللہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ پوری کراچی کا پیشاب پاخانہ سمندر میں گرتا ہے اور سمندر کی ایک موج سب پاک کر دیتی ہے پس اپنے معاصی کی غلاظتوں اور نجاستوں سے مایوس نہ ہونا چاہئے دل سے توبہ و استغفار ندامت اور اشکبار

آنکھوں سے کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غیر محدود سمندر کی ایک موج ہماری مغفرت کے لئے کافی ہے۔ اور فرماتے کہ اگر گناہ تم سے نہیں چھوٹتے تو استغفار و توبہ کا سلسلہ مت چھوڑو۔

شیطان محبت سے محروم تھا

حضرت فرماتے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیطان کے اندر تین عین تھے۔ عارف، عابد، عالم، مگر عاشق کا عین نہ تھا اس لئے برباد ہو گیا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ چوتھا عین عاشق کا نہ ہونے سے اس کا عین غین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی نعمت ہے جو اہل محبت ہی کی صحبت سے عطا ہوتی ہے، عابد ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ ہزاروں سال عبادت کی تھی، عالم ہونا بھی ظاہر ہے کہ تمام نبیوں کی شریعتوں کی جزئیات و کلیات سے باخبر ہے اور عارف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عین عتاب کے وقت اس نے مہلت حیات مانگی کیونکہ جانتا تھا اللہ تعالیٰ تاثرات سے پاک ہیں۔

کیا سلوک صرف بزرگوں کی نظر سے تکمیل پاتا ہے؟

ایک دفعہ فرمایا کہ حافظ شیرازیؒ نے اپنے مرشد سے جو عرض کیا تھا ؎

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

یعنی کیا ممکن ہے کہ میرے اوپر آپ ایک نگاہِ کرم ڈال دیں۔ تو کیا اس آرزو سے تکمیل سلوک ہو گئی تھی۔ اس کا جواب حافظ شیرازیؒ نے دوسرے شعر میں دیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

کیمیا ایست عجب بندگی پیر مغاں
خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

یعنی شیخ کی صحبت میں رہ کر اس کے مشوروں کے مطابق ذکر و شغل کرنا اور نفس کے رذائل کی اصلاح کرانا اور عجب وکبر کو خاک میں ملانے سے سلوک کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ والوں سے راہ و رسم پیدا کرو، پھر یہ شعر فرمایا

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اس کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈھتے ہیں جو ہیں پانے والے

ہر پریشانی کا علاج فرمایا کہ اگر کوئی سخت مرض یا پریشانی ہو تو پانچ سو بار یا ارحم الراحمین پڑھ کر دعا کرنا چاہئے۔

علاج بلا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک سخت بلا آنے والی ہے یعنی آسمان سے چاندگاڑی گرنے والی ہے فرمایا کہ ۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آیت الکرسی پڑھ کر یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کی جان ومال کو اس سے بچالیں اور تمام عالم کے مسلمانوں کے گھروں کا حصار کر لو۔

تدبیر مغفرت فرمایا کہ جب خطا ہو جائے فوراً استغفر اللہ کہو۔ تمام زندگی استغفر اللہ کہتے رہو اور معافی مانگتے رہو اور رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ الخ کہتے رہو۔ یہ سرکاری مضمون معافی کا ہے

ہماری خطائیں محدود اور ان کی مغفرت لامحدود، استغفار کی طاقت کو معمولی مت سمجھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آخری عمر میں پاک و صاف ہو کر مرو گے جب رب اغفر وارحم پڑھو تو یہ تصور کرو کہ غیر محدود مغفرت و رحمت کی ہمارے اوپر بارش ہو گئی اور ہماری سب خطائیں معاف ہو گئیں یہ تریاق ہے گناہ کے زہر کا۔ جب گناہ کا زہر کھایا تو تریاق کھانے میں کیوں دیر کرتے ہو فوراً استغفار کا تریاق کھاؤ یہ ان کا عطا فرمودہ تریاق ہے ان کی طاقت کے سامنے گناہوں کی کیا طاقت ہے۔ استغفار کے بعد اپنی مغفرت کا سو فیصد امیدوار رہنا چاہئے۔

انعام اتباعِ سُنّت

فرمایا کہ اتباع سنت کا اہتمام کیا کرو۔ کیا آپ کے باپ دادا میز کرسی پر کھاتے تھے۔ اب کیا ہو گیا ہے کہ آپ کو فرش پر سنت کے مطابق کھانے میں عار ہے۔ محمد علی جناح مرحوم کی انگریزی تقریر سے انگریز بھی شرماتے تھے کہ ہم ایسی نہیں بول سکتے مگر آخر میں شیروانی پاجامہ ٹوپی پہنتے تھے اور ہمارے نوجوانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوٹ پتلون ٹائی اور ڈاڑھی صاف۔ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا عیسائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب قیامت کے دن حاضری دو گے تو کیا پسند کرتے ہو کہ بابو بن کر کوٹ، ٹائی پتلون، ڈاڑھی مونچھ صاف۔ اس طرح سے پیش ہو کر کہو گے کہ یا رسول اللہ میں آپ کا امتی ہوں۔ ارے کس منہ سے کہو گے جلدی اصلاح کر لو۔ اور فرمایا کہ کھانے پینے سونے جاگنے استنجا کرنے اور ہر کام میں سنت کا خیال رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہماری کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرو۔

ایک ایک سنت کو اپناؤ۔ اتباعِ سنت کو معمولی عمل نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ کا اتباعِ سنت پر وعدہ ہے "یحببکم اللہ" اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے عجیب انعام ہے۔ ہماری اتباع سنت ناقص ہوگی مگر اللہ تعالیٰ جب محبت فرمائیں گے تو کامل فرمائیں گے کیونکہ وہ نقص سے پاک ہیں ان کا کوئی کام ناقص نہیں ہوسکتا۔

دعا مانگنے کا عجیب مضمون فرمایا کہ جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو یوں عرض کرو کہ اب آپ بدون مانگے ہم کو سب دے دیجئے کیونکہ ہم تو تھک گئے اب مانگنے کی طاقت نہیں۔

فائدہ:۔ جامع کہتا ہے کہ یہ مضمون آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے

تربیت روحانی اور ذکر فرمایا کہ جسمانی غذا نگلنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ تمام بدن میں غذا بن کر پہنچ جاتی ہے۔ سفید بالوں کو سفید غذا کالے بالوں کو کالی غذا اسی طرح ذکر کرنے کے بعد یہ غذا تے روحانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے روح کو تربیت دے گی آپ سے کچھ مطلب نہیں جس طرح غذا تے جسمانی کھانے کے بعد آپ سے کچھ مطلب نہیں۔

فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ آپ تو شیخ بن گئے اور مسندِ خلافت پر فائز ہوگئے۔ میں نے ان کو لکھا اور فی البدیہہ یہ شعر موزوں ہوگیا۔

دیکھ کر میرا مذاق خدمت جام وسبو
میکدہ والے مجھے پیر مغاں کہنے لگے

قدر نعمتِ الٰہیہ فرمایا کہ حضرت تھانوی رحؒ نے فرمایا کہ جس نعمت کے

اجزائے کثیرہ سے ہم اپنی حاجت پوری کرتے ہیں اس نعمت کے اجزائے قلیلہ کو ضایع کرتے ہوتے دیکھ کر دل لرز جاتا ہے۔

ایک وظیفہ

ایک صاحب نے کہا کہ میرا تبادلہ بہت تکلیف دہ جگہ پر ہو رہا ہے تو فرمایا ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا

حضرت سید سلیمان ندویؒ کا واقعہ

فرمایا کہ سید سلیمان ندویؒ نے حضرت تھانویؒ سے جب پہلی ملاقات کی اور اس وقت میں بھی حاضر تھا تو سید صاحبؒ نے عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمائیے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو کیا نصیحت کروں لیکن اپنے بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے اسی کا تکرار کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمام تصوف کا حاصل اپنے کو مٹا دینا ہے۔ بس سید صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔ میں نے اسی وقت یہ شعر کہا۔

بہت چاہا نہ ظاہر ہو کسی پر رازِ ضبطِ غم
دو آنسو کہہ گئے لیکن شکستِ دل کا فسانہ عارفی

اس کے بعد یہ اشعار سنائے۔

نہ چھوڑا شائبہ تک دل میں احساسِ دو عالم کا
معاذ اللہ محبت کا یہ اندازِ حریفانہ
خبر کیا تھی، بنا تے گی محبت ایسا دیوانہ
مجھے بننا پڑے گا خود محبت ہی کا افسانہ (عارفی)

پھر سید صاحب تھانہ بھون گئے تین دن مجلس میں شریک ہوتے

تیسرے دن کھڑے ہوکر سہ دری پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔ فرمایا تمام عمر جس کو علم سمجھا تا اب معلوم ہوا کہ سب جہل تھا علم تو ان بڑے میاں کے پاس ہے۔ اور سید صاحب رحؒ نے فرمایا

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن میں
جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا

علماء کی تربیت کے لئے عجیب اور مفید مثال

حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ علماء کے علوم کی مثال ایسی ہے جیسے بریانی کے اجزاء سب دیگ میں ہوتے ہیں مگر خوشبودار کھانے کے قابل نہیں۔ دم کی ضرورت ہے ماہر فن آنچ کم کر کے دم دیتا ہے۔ ایک منٹ قبل یہ دیگ کالعدم خاموش بے نام ونشان تھی دم کے بعد ایک ہی منٹ میں خوشبوئے بریانی نے محلہ بھر میں ہلچل مچادی۔ علماء کے سینوں میں یہ علوم مثل اجزاء بریانی ہیں کسی اہل اللہ کی صحبت سے جب اس کو دم دے دیا جاتا ہے پھر ان کے سینوں سے ایسے علوم ومعارف بیان ہوتے ہیں کہ علماء ظاہر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ اسی کو حضرت عارف رومیؒ نے کہا ہے ؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیشِ مرد کاملے پامال شو
بینی اندر خود علوم انبیاؑ
بے کتاب وبے معید واوستا

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
گر بصاحبدل رسی گوہر شوی

تاثیرِ صحبتِ اہلِ دِل

اور فرمایا کہ لوہا پارس پتھر کی خاصیت سے جس طرح سونا بن جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں منجانب اللہ ایسی خاصیت ہوتی ہے کہ انسان رفتہ رفتہ حقیقی معنوں میں انسان بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک بار مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحؒ نے فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے اس کو کیسے سمجھادوں پھر یہ شعر پڑھا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الفور بصورت طلا شد

ترجمہ :۔ لوہا جب پارس پتھر سے متصل ہوتا ہے فوراً سونا بن جاتا ہے۔ اب یہ بات کیسے سمجھادوں کہ لوہا سونا کیوں بن جاتا ہے اور کیسے بن جاتا ہے لوہے کو چاہیئے کہ بیٹھ کر تجربہ کر لے۔

پھر حضرت ڈاکٹر صاحب رحؒ نے فرمایا کہ آگ کے متعلق پانچ سو صفحات پر لکھی ہوئی کتاب پڑھ ڈالئے گرمی نہیں ملے گی لیکن انگیٹھی کے پاس بیٹھ جائیے تو آگ کی گرمی بھی ملے گی اور آگ کی کتاب بھی سمجھ میں آجائیگی

دولتِ عشق

فرمایا کہ دولتِ عشق ہر ایک کو عطا نہیں فرماتے اور یہ شعر پڑھا ؎

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ غمِ پروانہ مگس را نہ دہند

ترجمہ :۔ اے سرمد اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا غم اہل ہوس حریص دنیا کو

نہیں عطا فرماتے اور پروانے کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں عطا فرماتے۔

اور فرمایا کہ حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ راہ عشق سے سلوک طے کرنا آسان ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر میں فرمایا گیا ہے ؎

صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

ترجمہ:۔ اے محبوب مرشد مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھایئے کہ یہ راستہ مجھے بہت محبوب ہے اور خشک راستہ بدون محبت کے بہت دراز معلوم ہوتا ہے۔

پھر فرمایا لیکن راہِ عشق سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہم راہِ شریعت سے بے پرواہ ہو جائیں بلکہ عشق سے راہِ شریعت پر چلنا آسان ہو جاتے گا بدون عشق شریعت پر چلنا مشکل ہوتا ہے۔

حاصل تصوف

فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کر کے طاعت کو بجالائے اور معصیت کے تقاضہ کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رک جائے اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔

دورِ حاضر کی ترقی کا مفہوم

فرمایا کہ دور حاضر کی ترقی یہ ہے۔ ایجادات اور اسباب تعیش کی فراوانی اور اخلاق سور و کتوں سے بدتر۔ حسد، بغض، کینہ، جہازوں کا اغوار آدمیوں کا اغوار، ڈاکہ، چوری ہر اشتہار اور ہر سائن بورڈ پر عورت کی تصویر عورتوں کا پیٹ کھلا، بازو کھلے، اس بے حیائی اور بے شرمی کا نام ترقی

و تہذیب ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکی کا مخلوط تعلیم حاصل کرنا حد ہے اس بے حیائی کی۔

کثرت مصافحہ سے عجب کا علاج حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار لوگوں کے مصافحہ کی کثرت سے نفس میں عجب کے آثار محسوس ہوئے تو میں نے مصافحہ کی یہ نیت نفس کی اصلاح کے لئے کی کہ یا اللہ میں ان لوگوں سے اس لئے مصافحہ کرتا ہوں کہ شاید آپ کے کسی نیک بندہ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ آجائے اور وہ سبب میری نجات اور مغفرت کا بن جائے۔

عبرتناک واقعہ فرمایا کہ نواب مولوی محسن الملک علی گڑھ کالج کے سیکرٹری تھے۔ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی منظوری کے لئے لارڈ کرزن وائسرائے کے محل میں گئے، ساتھ دو بیرسٹر لے گئے مغرب کا وقت ہوا۔ تنہا وائسرائے لاج میں نماز پڑھی۔ ان بیرسٹروں نے وائسرائے سے کہا حضور یہ مولوی صاحب دقیانوسی آدمی ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں ہم لوگ بہت شرمندہ اور معافی کے خواستگار ہیں کہ انہوں نے یہاں نماز شروع کر دی۔ وائسرائے سگریٹ پیتا رہا اور خاموش رہا۔ جب محسن الملک صاحب نماز پڑھ کر آئے تو وائسرائے کھڑا ہو گیا اور مولوی صاحب کو کرسی پر بٹھا کر پھر خود بیٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ سے دل بہت خوش ہوا۔ وائسرائے لاج کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خدا کا نام لیا گیا۔ یہ بیرسٹر مسلمان ہیں یا منافق ہیں اگر آپ کی خاطر ملحوظ نہ ہوتی تو ان کو کان پکڑ کر نکال دیتا جو خدا کی عبادت سے معافی طلب کر رہے ہیں

ہم کو خوش کرنے کے لئے۔

تلافی مافات فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ اور استغفر اللہ سے شیطان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ شیطان نے ایمان کو نقصان پہنچایا اس کی تلافی لا الٰہ الا اللہ سے ہو گئی پھر اس نے اعمال کو نقصان پہنچایا اس کی تلافی استغفر اللہ سے ہو گئی۔

تعمیر باطن کی اہمیّت مولانا محمد رفیع صاحب مہتمم دار العلوم کراچی نے ایک دفعہ دعا کی درخواست کی کہ تحفیظ القرآن کی چھت پڑنی ہے فرمایا دعا کرتا ہوں لیکن اس تعمیر کی تکمیل تو دوسرے بھی کر سکتے ہیں مگر تعمیر باطنی کی تکمیل کا اہتمام ضروری ہے کیونکہ اس کام کو دوسرا نہیں کر سکتا۔

استغراق اور اختیار فرمایا کہ ایک صاحب نے حکیم الامت رح کو لکھا کہ میرے لئے استغراق دائمی کی دعا کر دیجئے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ میں تو اس سے حفاظت چاہتا ہوں کیونکہ استغراق میں مجبور ہو جاؤں گا اور مختار نہ رہوں گا اور اختیار سے ایک بار سبحان اللہ کہنا استغراق اور غلبۂ حضوری بے اختیاری والی سے بہتر سمجھتا ہوں۔

بعض مشہور مصرعہ کا تکملہ فرمایا کہ بعض وقت ایک مصرع مشہور ہو جاتا ہے اور دوسرا مشہور نہیں ہوتا جیسے کہ

مے خانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے

مستی کے لئے بو تے مئے تند ہے کافی

اسی طرح یہ مصرعہ بہت مشہور ہے

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

آں دم کہ دل بعشق دہی خوش دمے بود

حق عظمت اور حق محبت

فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ فرائض وواجبات حق عظمت الٰہیہ ہیں اور مستحبات حق محبت الٰہیہ ہیں۔ یہ سن کر ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے فرمایا کہ مستحبات کا مادہ بھی محبت ہے اور باب استفعال طلب کے لئے ہوتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کا راستہ جان کی بازی لگانے کا ہے میرا شعر ہے۔

جائز نہیں اندیشۂ جاں عشق میں اے دل

ہشیار کہ یہ مسلکِ تسلیم ورضا ہے (عارفی)

بزرگوں سے تعلق

فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہمیشہ اپنے بڑوں سے وابستہ رہے اور اپنے کو کبھی مستقل بالذات نہ سمجھے جو اپنے کو مستقل بالذات سمجھتا ہے وہ مستقل بدذات ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں نے تین کتابیں درسیات کے علاوہ پڑھی ہیں حاجی امداد اللہ صاحبؒ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ۔

حکیم الامتؒ کی جانب سے

جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج

فرمایا کہ میں نے جونپور سے حضرت حکیم الامتؒ کو خط لکھا کہ بیمار ہوں، مقروض ہوں تمام خط پریشانیوں سے بھرا تھا اس خط کا جواب مشفق سے مشفق معالج یہی لکھتا کہ صدمہ ہوا دل سے دعا کرتا ہوں یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو مگر ہمارے حضرت حکیم الامتؒ نے ایسا جواب لکھا کہ سبحان اللہ! رخ بدل دیا۔ حضرت نے لکھا کہ حالات موجودہ میں بدون استحقاق جو نعمتیں آپ کو حاصل ہیں آپ نے اس خط میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا اگر وہ بھی سلب ہو جائیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہو اس جواب نے میرا رخ بدل دیا تمام پریشانیاں سکون سے تبدیل ہوگئیں۔

فرمایا کہ ہر نعمت پر شکر کی عادت ڈالئے اس پر ترقیٔ نعمت کا وعدہ ہے اور معاصی سے بھی حفاظت رہے گی۔ شکر کی چار صورت ہے۔

۱۔ احساسِ شکر یعنی دل میں یہ خیال کرنا کہ بدون استحقاق عطا ہوا ہے یہ احساس شکر ہے۔

۲۔ زبان سے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ کہنا۔

۳۔ نعمت کا استعمال صحیح ہو مثلاً بینائی کو اچھے کاموں میں لگاتے کسی کو حسد کی نظر سے حقارت کی نظر سے شہوت کی نظر سے اگر دیکھا تو یہ ناشکری ہوگی کیونکہ استعمال غلط ہو گیا۔

۴۔ نعمت جس واسطہ سے حاصل ہو اس کا بھی شکر ادا کرنا اور زبان سے جزاک اللہ کہنا۔ جو شخص شکر کے یہ چار اعمال کرے گا معاصی سے بھی محفوظ رہے گا۔

تکرار نصائح کا افادہ

فرمایا کہ اللہ والوں کے نصائح کا اگر تکرار ہو تو یہ تکرار بھی نافع ہے۔ تکرار نصائح سے گھبرانا یا تکرار علوم نافعہ سے متوحش ہونا اس کی فطرت کا نقص ہے اس کا قلب سقیم ہے اسکو علاج کرانا چاہیے کیونکہ خالق فطرت انسانیت نے اپنے کلام کو تکرار آیات کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ پس فطرت انسانیت کے لئے پندو نصائح کا بار بار ہونے کا نافع ہونا ظاہر ہے۔

بطرز سیاست اصلاح پر ضروری تنبیہ

فرمایا کہ اشرف السوانح حصہ دوم میں حضرت والا تھانوی رحؒ کے اس طریق اصلاح بطرز سیاست کے متعلق ایک ضروری تنبیہ منقول ہے وہ یہ کہ ہر شخص اس طرز کے اختیار کا ہرگز اہل نہیں لہذا عام مُصلحین اس کے اختیار کرنے کی ہرگز جرآت نہ کریں ورنہ کورانہ تقلید کر کے اپنا اور طالبین اصلاح کا بھی ناس کریں گے۔

مشایخ بھی اپنی اصلاح سے مستثنیٰ نہیں

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحؒ نے فرمایا کہ جو شیخ صاحب نظر صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی شیخ کو تجویز کر لے اپنے احوال خاصہ میں اس کی رائے پر عمل کیا کرے اپنی رائے سے عمل نہ کرے کیونکہ اپنی رائے میں ایک پہلو پر نظر ہوتی ہے اور دوسرے کی ہر پہلو پر نظر رہتی ہے

اگر کسی کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کر لیا کرے حب مشایخ کے لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اپنا بڑا کسی کو بنا لیں تو غیر مشایخ کے لئے تو بہت ہی زیادہ ضرورت ہے۔

صحبتِ اہل اللہ اس زمانے میں فرض عین ہے

فرمایا کہ حضرت تھانوی رح فرماتے تھے کہ اس زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو میں فرض عین کہتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ اس زمانے میں اہل اللہ اور خاصانِ حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنے کے فرض عین ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ آج کل ایمان کی سلامتی کا ذریعہ صرف اہل اللہ کی صحبت ہے اس تعلق کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ کسی جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ (بصائر ص ۱۴۶)

یہ چند باتیں احقر نے حضرت کی زبان مبارک سے جو سُنی تھیں امت مسلمہ کے لئے مفید سمجھ کر ضبط کر دیں۔

حضرت کی رحلت سے ہم سب خدّام کے قلوب میں لوڈشیڈنگ کی طرح اچانک نور کی کمی محسوس ہوئی۔ اہل اللہ کے انتقال سے شعوری اور غیر شعوری طور پر ہر خاص و عام کا قلب متاثر ہوتا ہے۔

حضرت والا رح سے احقر کا تعلق ۱۹۵۰ء سے تھا حضرت جونپور سے پھولپور تشریف لایا کرتے تھے اور اپنے اشعار عارفانہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کیف سے سنایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو ساعۃً فساعۃً متزایدًا متبارکًا متصاعدًا بلند فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

تمام زندگی حضرت کی سراپا اس سوال کا جواب تھی کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے۔ حضرت کے خلفاء کی خاصی تعداد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مجالس ارشاد سے مخلوق کو استفادہ کی توفیق بخشیں اور شرف قبول عطا فرمائیں۔

جنازہ میں تقریباً تمام اکابر علماء اور طلباء اور صلحاء نیز عمائد شہر۔ بادشاہ سے لے کر فقیر تک تقریباً ہر طبقہ کا آدمی شریک تھا۔ حضرت عارف باللہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتے ہوئے منزل آخرت کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔

ؔ شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

حضرت شاہ مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ انتقال سے قبل اپنے پسماندگان کی تسلی کے لئے اپنے روزنامچہ میں یہ شعر تحریر فرما گئے تھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر درحقیقت گھر گیا

حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ کا یہ قطعہ بھی ایسے موقع پر یاد آتا ہے جو نہایت باعث عبرت ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

اور اسی حقیقت کے ترجمان حضرت کے یہ دو شعر ہیں ؎

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں
ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگِ صبح و شام
عمرِ فسانہ ساز گذرتی چلی گئی

حضرت عارف باللہ کی حسب ذیل تصانیف امت کیلئے باعث ہدایت اور حضرت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ صدقہ جاریہ ہیں۔

(۱) اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) مآثر حکیم الامت رح
(۳) بصائر حکیم الامت رح (۴) معارف حکیم الامت رح
(۵) معمولات یومیہ (۶) احکام میّت

اللہ تعالیٰ خلق کو ان کتب سے استفادہ کی توفیق بخشیں۔ یہ تمام کتابیں دراصل حضرت حکیم الامت کی تمام تر تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔
اللہ تعالیٰ احقر کے اس مقالہ کو شرف قبول بخشیں۔

العارض

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳ رجب سنہ ۱۴۰۶ھ

گلشن اقبال کراچی

خبردار!
آنے والا وقت قریب آرہا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

(ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے)

ہر انسان اپنی مدت معینہ تک زندہ رہنے کے بعد بالآخر مرے گا یہ نظام فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے۔ ہم روز بروز اپنی موت کے قریب آتے جا رہے ہیں آج کا دن بھی جو گذرا وہ ہماری زندگی سے کم ہوگیا اور ہم ایک دن اور موت کے قریب پہنچ گئے۔ اسی طرح جب ایک ایک دن اپنی زندگی کا پورا ہو جائے گا تو موت آجائے گی اور ہم قبروں میں پہنچ جائیں گے۔ قبر، حیاتِ انسانی کے بعد موت کی پہلی سخت ترین منزل ہے۔ وہ برابر نوع انسانی کا انتظار کر رہی ہے۔ چنانچہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر اس کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے، خون چوس لیتی ہے۔ گوشت کو کھا لیتی ہے بدن کے ٹکڑے کر دیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ کو الگ کر دیتی ہے

دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکا بہت ہی زیادہ ہے۔ اس کا زندہ بہت ہی جلد مرجائے گا۔ دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکے میں نہ ڈال دے۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے ناسمجھ وہ ہے جو اس کے دھوکے میں پھنس جائے۔ کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے۔ بڑی بڑی نہریں نکالیں اور باغات

بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے، وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکے میں پڑ گئے۔ صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہو گیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس سے بڑا بدنصیب کون ہو گا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہیں۔ جو دنیا کو سب کچھ دے جاتے اور ساتھ کچھ نہ لے جاتے۔ جو انسانوں کے درمیان خوش حال رہا ہو مگر جب خدا کے حضور میں حاضر ہو تو اس کو بھوکے ننگے بھکاریوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔

خدا کی قسم وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے، ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھو کہ مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا۔ وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے، عزیز و اقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے؟ آواز دے کر ان سے پوچھو کہ کیا گذر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں مال داروں کو ان کے مال نے کیا دیا؟ غریبوں کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا؟ ان کی زبان جو بہت چہکتی تھی اس کا حال پوچھ! ان کی روشن آنکھیں جو ہر طرف دیکھتی تھیں کیا ہوئیں؟ ان کے خوبصورت چہرے کا حال پوچھ کیا ہوا۔ ان کی نرم کھال والے جسم کہاں چلے گئے کیڑوں نے ان کا کیا حشر بنا دیا؟

آہ! کہاں گئے ان کے وہ خدام (نوکر چاکر) جو ہر وقت حاضر رہتے

تھے۔ کہاں ہیں ان کے وہ خیمے اور کمرے، کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جمع کر کے رکھتے تھے۔ ان کی شان و شوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا۔ ان کی قبر میں کوئی بستر اور تکیہ بھی نہ بچھا دیا۔ قبر پر سایہ کے لئے کوئی درخت اور پھلواری بھی نہ لگادی

آہ! اب وہ بالکل اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں اب ان کے لئے رات دن برابر ہیں نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں۔ کتنے نازک بدن مرد اور عورتیں تھیں۔ آج ان کے بدن سڑ گئے اعضاً ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ آنکھیں نکل کر گر پڑیں منہ میں پانی پیپ اور لہو بھرا ہوا ہے۔ سارے بدن میں کیڑے رینگ رہے ہیں۔ ادھر یہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارثان مزے اڑا رہے ہیں۔ بیٹوں نے مکان اور جائیداد پر قبضہ کر لیا اور وارثوں نے مال تقسیم کیا۔

ہاں مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لئے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا۔ وہ اپنی قبروں میں مزے اڑا رہے ہیں تروتازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام کے ساتھ۔

زندگی کی جس رگ و پے میں دنیا پرستی رچی ہوئی ہو، بسی ہوئی ہو کیا اس سے اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ بستر جان کنی پر ہونٹ سے نکلے ہوئے آخری الفاظ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

اے وہ شخص جو کل قبر میں جائے گا تجھے آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کمبخت دنیا تیرے ساتھ

رہے گی۔ تیرے یہ وسیع مکان اور باغ، تیرے یہ نرم بستر اور گرمی سردی کے کپڑے تیرے ساتھ جائیں گے۔ یاد رکھ جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا۔ کوئی چیز اس کو ٹال نہ سکے گی۔ افسوس صد افسوس! اے وہ شخص جو آج اپنے مرنے والے باپ، بھائی اور بیٹے کے کفن کا انتظام کر رہا ہے کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جُز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

یوں تو دنیا دیکھنے میں فتنہ ساماں تھی مگر
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم
دفعتہً اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دنیا کیا ہے؟

دنیا کی فنائیت اور بے ثباتی کا فسانہ اور اردو اشعار عارفانہ کا تازیانہ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں
ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگِ صبح و شام
عمر فسانہ ساز گذرتی چلی گئی!

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی دامت برکاتہم

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم ——— رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بہ دم
رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل ——— یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی — بلند اپنا تخیّل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی — بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا — کسی کو فکر گوناگوں سے ہردم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا — بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

نظیر اکبر آبادی

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا — مُشیّن بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا — نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

اکبر الٰہ آبادی

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

احقر کے اشعار

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی!

یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

دھوکہ نہ دے مجھے کہیں دنیائے بے ثبات
آئی خزاں ہے رنگ بہاراں لئے ہوئے

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

چند عبرتناک اشعار

(مگر صاحب کلام کے نام یاد نہیں)

جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

افسردگیٔ گل پہ ہنسی جب کوئی کلی
آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے

دبا کے چل دیئے سب قبر میں دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل گور میں کوئی بھی ترا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں
رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے
آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے ، تہمتیں چند اپنے سر پر دھر چلے
واں سے پر جیہ بھی نہ لائے ساتھ میں یاں سے سمجھانے کو لے دفتر چلے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی اک دن گذرنی ہے ضرور قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

درس مثنوی حضرت جلال الدین رومیؒ

شعر ۱
سوئے آہوئے بصیدی تافتی
خویش را در صید خوکے یافتی

ترجمہ:۔ اے سالک! توکبھی ہرن کے شکار کے لیے دوڑا اور تو تکبر اور ناز میں تھا کہ آج میں ہرن کا شکار کروں گا لیکن اچانک ہرن کے شکاری کو ایک جنگلی سور جھاڑی سے نکل کر اپنے منہ میں دبا کر اپنے نوکیلے دانتوں سے چبانے لگتا ہے۔ اس کا سارا ناز دھرا رہ جاتا ہے اور حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔

یعنی جو سالک نسبت مع اللہ اور حصول دولت تعلق مع اللہ کے لئے شیخ سے وابستہ ہو کر ذکر و عبادت میں مشغول ہوتا ہے کبھی نفس و شیطان اس کو جنگلی سور کی طرح صورت پرستی کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں یعنی کسی عورت یا نوجوان مرد کی محبت میں مبتلا ہو کر انتہائی ذلت اور پستی کے ساتھ پیشاب اور پائخانہ کے مقام پر اپنی زندگی کے ایام ولیالی (دن رات) ضایع کر کے خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے لیکن توبہ کی سواری پر بیٹھ کر یہ شخص پھر پستی سے بلندی کی طرف اڑ سکتا ہے۔ فنعم ما قال الرومی رحؒ ؎

مرکب توبہ عجائب مرکب است
تا فلک تازد بیک لحظہ ز پست

ترجمہ :۔ توبہ کی سواری عجیب بابرکت سواری ہے جو گنہگار کو آنِ واحد میں گناہ کی ذلت کے غار سے نکال کر حق تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں پہنچا دیتی ہے اور گنہ گار کی آہ وزاری واشکِ ندامت اللہ تعالیٰ کے یہاں نہایت محبوب ہے، گنہگاروں کے آہ و نالہ سے دریائے رحمت میں اس طرح جوش آتا ہے کہ دم میں کافر صد سالہ فخر اولیاء ہو جاتا ہے ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

حدیث قدسی :۔ علامہ آلوسی السید محمود مفتی بغداد اپنی تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سورۃ انا انزلناہ کی تفسیر میں حدیث قدسی نقل کرتے ہیں :۔

لَاَ نِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ

ترجمہ :۔ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے، شاعر جلیل اسی کو کہتا ہے ؎

اے جلیل اشک گنہگار کے یک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

شعر نمبر ۲ :۔

تیر سوئے راست پرّانیدۂ
سوئے چپ رفت است تیرت دیدۂ

ترجمہ :۔ اے شخص تو نے تیر کو داہنی طرف چلایا مگر تو نے

دیکھا کہ تیرا تیر بائیں طرف اڑا جا رہا ہے۔ یعنی اے سالک تجھے اپنی تدبیر پر نازنہ کرنا چاہئے۔ تدبیر کا مفید نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے لہذا تیر چلانے سے پہلے دعا کرنی چاہئے کہ میرا تیر میری منزل تک پہنچا دیجئے یعنی میری تدبیر کو صحیح منزل تک رسائی نصیب فرمائیے۔ عجب اور کبر کی نحوست سے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت ہٹ جاتی ہے تو تدبیر کا اثر الٹا ہو جاتا ہے ؎

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود

روغن بادام خشکی می نمود

ترجمہ :- سکنجبین جو باعتبار تدبیر کے قاطع صفراء ہے قضائے حق سے باعتبار انجام زیادتی صفراء کا سبب بن جاتی ہے۔

شعر ۳ گہ نماید روضہ قعر چاہ را

گہ چو کابوسے نماید ماہ را

ترجمہ :- خود بینی اور تکبر کی نحوست سے قلب کی بصیرت میں فساد آجاتا ہے جس کی وجہ سے بصارت فاسد ہو جاتی ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ اہل اللہ اور مقبولانِ بارگاہ کے چہرۂ انور بدبختوں کو منحوس اور برے نظر آتے ہیں اور اہل باطل کے چہرے ان کو محبوب اور منور معلوم ہوتے ہیں۔ اس ابتلاء کا سبب اس کے باطن کا کبر اور اعراض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قہر انبیاء اور اولیاء کے چاند جیسے چہروں کو کابوس (ڈراؤنی شکل) دکھاتا ہے۔ اور کنوئیں کی تاریکی کو خوشنما باغ دکھاتا ہے۔

اشقیا را دیدۂ بینا نہ بود
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

ترجمہ:۔ بدبخت لوگوں کی چشم بصیرت خراب تھی اور ظاہری بصارت باطنی بصارت کے تابع ہے پس فسادِ باطن اور فساد قلب کے سبب ان کی آنکھوں میں نیک و بد کی پہچان نہ تھی اور بروں کو نیک اور نیکوں کو برا سمجھنے لگے۔

ہمسری با انبیا برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

ترجمہ:۔ اپنی شقاوت اور کور باطنی اور قلبی فساد یعنی عجب و تکبر کے سبب انبیاء کی برابری کرنے لگے اور اولیاء اللہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان کو اپنی طرح قیاس کیا۔

جیسا کہ حکایت ہے کہ ایک حبشی نے جنگل میں ایک آئینہ کسی مسافر کا گرا ہوا دیکھا اور اس کے اندر اپنی کالی صورت لانبے لانبے دانت اور موٹے موٹے ہونٹوں کو دیکھ کر آئینہ کو گالی دے کر کہا کہ کمبخت، بدصورت، منحوس ایسی بدشکل تیری ہے۔ جبھی تو جنگل کے ویرانے میں کسی نے پھینک دیا ہے اگر حسین ہوتا تو گھروں میں لوگ تجھ کو آراستہ کر کے رکھتے۔ اس ظالم کو خبر نہ تھی کہ اس آئینہ میں خرابی نہ تھی بلکہ یہ ہماری ہی صورت کا عکس ہے۔

چنانچہ ابوجہل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرۂ مبارک نہایت برا نظر آتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر مجھ کو آفتاب چلتا ہوا نظر

آتا ہے۔

شعر ۴ چوں مُقَلِّب بود حق اَبْصَار را
او بگرداند دل و افکار را

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقلب الابصار بھی ہے اور مقلب قلوب و افکار بھی ہے لہذا کثرت سے یہ دعا مانگنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ ۔ (حدیث)

ترجمہ:۔ اے اللہ ہم کو حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل دکھا اور حق کے اتباع کی اور باطل سے بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

شعر ۵ از شراب قہر چوں مستی دہی
نیستہا را صورت ہستی دہی

ترجمہ:۔ اے خدا جب آپ کسی پر اس کی کسی شامت عمل کے سبب عذاب نازل فرمانا چاہتے ہیں تو فانی صورتیں اس کو نہایت مہتم بالشان معلوم ہوتی ہیں اور ایسے شخص کی مٹی مٹی کی صورتوں پر مٹی ہو جاتی ہے اور فانی اجسام قبروں میں بے نام ونشاں ہو کر عاشقوں کے لئے باعث حسرت وندامت اور ضیاع سرمایۂ زندگانی بن جاتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر دیا جس نے جوانی کو

شعر ۶ گر ز صورت بگذری اے دوستاں
گلستاں است گلستاں است گلستاں

ترجمہ:۔ اے سالکینِ کرام! اگر صورت پرستی کے عذاب سے تم نجات پا جاؤ تو تمہاری روح کے سامنے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قرب کا باغ ہی باغ نظر آئے گا۔

شعر ۷ الغیاث از ابتلایت الغیاث
شد ذکور از ابتلایت چوں اناث

ترجمہ:۔ اے خدا میں فریاد کرتا ہوں۔ اپنی رحمت سے میرا امتحان نہ لیجئے۔ آپ کے امتحان سے پناہ چاہتا ہوں۔ بڑے بڑے مرد جب آپ کے امتحان میں مبتلا ہوئے تو مؤنث ثابت ہوتے۔ یعنی فیل ہو گئے۔

شعر ۸ یا غیاث المستغیثین اھدنا
لا افتخار بالعلوم والغناءٔ

ترجمہ:۔ اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچنے والے مجھ کو اپنے علوم پہ کوئی فخر نہیں اور آپ کی رحمت سے بوجہ علم کے کوئی استغنار نہیں۔ کیونکہ اگر آپ کا فضل شامل حال نہ ہو تو علم اور عمل میں فاصلے ہو جاتے ہیں اور علم کے باوجود آدمی بدعمل رہتا ہے اور کبر و عناد سے مغلوب ہو کر حق کو قبول نہیں کرتا اور حرص و طمع اور جاہ کی خاطر حقائق سے اعراض کرتا ہے۔ اس لئے آپ اپنی رحمت اور اپنی ہدایت کو ہر نفس میرے شامل حال رکھئے اور مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ فرمائیے۔

علاجِ عشقِ مجازی سے متعلق خصوصی ہدایات

دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بالحاح وزاری اپنی
(۱) اصلاح واستقامت طلب کرنا اور یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ
ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ ۔ کثرت سے پڑھنا ۔ یَا حَیُّ
یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ کا ورد کثرت سے معمول
رہے ۔ اس کے علاوہ ذکر لا الٰہ الا اللہ پانچ سو بار عطر
لگا کر نہایت مجرب ہے ۔

(۲) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا الخ بعد نماز فرض تین بار پڑھنا ۔

(۳) اس مرض کا علاج معشوق سے دور رہنے کے سوا اور کچھ نہیں
جس شخص سے عشق ہو اس سے سلام و
کلام، خط و کتابت، اس کو دیکھنا ۔ اس کا قلب میں خیال
قصداً لانا سب ترک کر دے اور اس کی موت اور اس کی لاش
کے سڑنے پھٹنے اور شکل بگڑ جانے کا خیال جمائے اور اپنی موت
و شکل کے بگڑنے اور قبر و میدان حشر کے سوال و جواب کو
سوچا کرے ۔

جو محبت عارضی شکل سے ہے اور عاشق و معشوق دونوں مست
(۴) ہیں ۔ عاشق لذتِ حرام سے اور معشوق لذت حرام اور مالی

منفعت سے۔ لیکن یہ بالکل عارضی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ جو محبت آپس میں نفس کے لئے یعنی شہوت کے لئے ہوتی ہے اس کا انجام نفرت اور عداوت ہوتا ہے۔ کچھ ہی دن بعد دونوں عاشق و معشوق ایک دوسرے کی نگاہ میں نہایت ذلیل معلوم ہوں گے۔

اور بقول حضرت حکیم الامت تھانویؒ ہمیشہ کے لئے فاعل اور مفعول ایک دوسرے کی نظر میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ پھر چند دن اور چند لمحات کی لذت کے لئے عمر بھر کی عزت کو ضایع کرنا سخت حماقت ہے۔ مالی منفعت کے عوض آبرو دینا بھی نہایت نادانی ہے کیونکہ چند دن کے بعد نفرت ہو جاوے گی۔ پھر حرام لذت اور مالی منفعت دونوں سے محرومی ہو جاوے گی اور اگر تقویٰ سے رہے اور ایسی صورت سے دوری اختیار کرے اور صبر کرے اس معشوق سے جس کو دیکھنے سے مغلوب ہو جاتا ہے پس چند دن کی عارضی مشقت اٹھا لینے سے نہایت سکون کی اور عزت کی حیات ملتی ہے اس طرح سے تمام عمر ایک دوسرے کیلئے مفید اور معین ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کی مالی مدد بھی کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے اور قلب میں ایک دوسرے کے لئے عزت رہتی ہے تو اعانت کی بھی توفیق ہوتی ہے اور نفسانی محبت سے جب عزت ختم ہو جاتی ہے تو مالی اعانت کو بھی جی نہ چاہیگا

(۵) صالحین کی صحبت کا اہتمام رہے۔ اگر ممکن ہو تو ایک دینی دوست بنا لو۔ اور اس کو اپنے اوپر نگران رکھو اور اسی طرح سے برعکس۔ یعنی ایک دوسرے کو بھلی بات سکھائے اور برائی سے روک ٹوک کرے۔

⑥ اکابر سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

علاج عشق مجازی منظوم

دل کو دے کے حسنِ فانی پہ نہ اجڑا جائے گا۔
حسن کا اجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائے گا۔
یہ حسین تم کو کبھی آباد کر سکتے نہیں
تیرے دل کو جز اَلَم کچھ شاد کر سکتے نہیں
عشقِ صورت ہے عذابِ نار عاشق کے لئے
زندگی کس درجہ ہے پُرخار فاسق کے لئے
صورتِ گل ہیں مگر خاروں سے بڑھ کر پُر الم
صورۃً ان کا کرم عاشق پہ ہے صدہا ستم
اے خدا کشتی میری طوفانِ شہوت سے بچا
ان حسینوں کے عذابِ نارِ الفت سے بچا
چند دن کی چاندنی پر میر مت جانا کبھی
آفتابِ حق سے ظلمت میں نہ تم جانا کبھی
عارض و گیسو کی ہیں یہ عارضی گلکاریاں
چند دن میں ہوں گی یہ ننگِ خزاں پھلواریاں
ان کے چہروں سے نمک کچھ دن میں جب جھڑ جائے گا۔
میر ان کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا۔
ایک دن بگڑا ہوا جغرافیہ ہوگا صنم
دیکھ کر تو جس کو ہوگا محوِ حسرت محوِ غم

مال و دولت، دین و ایماں، آبرو چین و وقار
سب لٹا کے ایک دن ہو گا یقیناً شرمسار
بار ہا دیکھا کہ کیسے تھے جو خورشید و قمر
چند دن گذرے تھے کہ آئے خمیدہ سی کمر
آہ جن آنکھوں سے شربت رُوح افزاء تھا عیاں
چند دن گذرے کہ ان آنکھوں سے اٹھتا تھا دھُواں
سُرخیِ رُخسار جو تھی آہ گل برگ گلاب
عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثلِ کباب
چند دن گذرے کہ وہ چہرے ہو نق ہو گئے
عاشقوں کے چہرۂ الفت بھی احمق ہو گئے
ڈھونڈھتا ہے میر اب ان کے لبوں کی سُرخیاں
پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کے جھُرّیاں
ان کی زُلفِ سیاہ پر جب سے سفیدی چھا گئی
ہر کلی اختر غم حسرت سے پھر مرجھا گئی۔

نفس کی تعریف اور اقسام قرآن پاک کی روشنی میں

حقیقتِ نفس

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ان النفس بطبعها کثیرۃ المیل الی الشہوات، نفس اپنی طبیعت کے اعتبار سے شہوات کی طرف کثرت سے مائل ہونے والا ہے اور علامہ ابوحسن کا قول نقل کرتے ہیں۔ النفس کلها ظلمۃ و سراجها التوفیق، نفس اپنی ذات کے اعتبار سے سراپا ظلمت ہے اور اس کا چراغ اور نور توفیق الٰہی ہے۔ (روح المعانی پ ۱۳ ص ۸)

شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں الجسد کثیف والروح لطیف والنفس بینهما متوسطۃ فهی بالاعمال الصالحۃ تکون لطیفۃً و بالاعمال السیئۃ تکون کثیفۃً، جسم کثیف ہے اور روح لطیف ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان ہے پس اعمال صالحہ سے لطیف اور نافرمانیوں سے کثیف ہو جاتا ہے یعنی اس میں لطافت روحانی اور کثافت جسمانی دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۲۵)

اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں۔ النفس هی المرغوبات الطبعیۃ غیر شرعیۃ۔ نفس مرغوبات طبعیہ غیر شرعیہ کا نام ہے۔

قرآن پاک میں نفس کی پانچ قسمیں بیان فرمائی گئی ہیں:۔

۱۔ امّارہ ۔ ۲۔ لوّامہ ۔ ۳۔ مطمئنہ ۔ ۴۔ راضیہ ۔ ۵۔ مرضیہ

نفس امّارہ بالسوء

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں، نفس امّارہ یعنی کثیر الامر، برائی کی طرف بہت حکم کرنے والا۔ السوء پر الف لام جنس کا ہے پس قیامت تک جتنی قسمیں برائی کی پیدا ہوں گی اس میں داخل ہیں (کیونکہ جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو)

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ مَا مصدریہ ظرفیہ زمانیہ ہے ۔ای فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ ، مطلب یہ ہے کہ نفس کی ذاتی خاصیت یہی ہے کہ وہ برائی کا کثرت سے حکم دینے والا ہے لیکن جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا سایہ ہوتا ہے وہ مستثنیٰ ہیں چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ معصوم ہیں۔ (از بیان القرآن)

اولیائے کرام کے تحفظ کا سبب

اور چونکہ اولیاء اللہ پر بھی حق تعالیٰ کی رحمت کا خاص سایہ ہوتا ہے اس لیے وہ نفس کے شرور سے محفوظ رہتے ہیں اور احیاناً صدور خطاء پر ان کو فوراً توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے ۔ نفس امارہ کی اصلاح کا صحبت اہل اللہ سے خاص تعلق ہے۔

ارشاد امام غزالیؒ

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو اہل علم حضرات اللہ والوں سے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کراتے ان کا نفس حُبِّ جاہ سے پھول کر کُپّا ہو جاتا ہے۔حضرت تھانویؒ اپنے مواعظ میں اکثر اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر نہایت وجد سے پڑھا کرتے تھے۔

؎ نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ارشاد حضرت پھولپوریؒ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے تقویٰ اور دین کا راستہ سہل اور لذیذ ہو جاتا ہے۔ احقر کو ایک شعر یاد آیا جس میں اللہ والوں کی صحبت کا نافع ہونا بیان ہوا ہے ؎

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

انا کو فنا کرنے پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

نفس لوّامہ نفس لوّامہ وہ نفس ہے جس کو اپنی خطاؤں پر ندامت اور خود کو ملامت کی توفیق ہو جاوے

علامہ آلوسی رحمہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ نفس امارہ نفس مطمئنہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نادم ہو کر پہلے لوّامہ نہ ہو۔ صوفیاء کا ارشاد ہے کہ نفس لوّامہ نفس امّارہ کے اوپر ہے اور نفس مطمئنہ سے نیچے ہے اور لوّامہ کا نام تائبہ بھی ہے کہ وہ ندامت اور اپنی ملامت کے نور سے اس قابل ہے کہ اب وہ آگے ترقی کر کے نفس مطمئنہ ہو سکتا ہے۔ پس نفس امارہ کا نفس لوّامہ ہونا گویا حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف رجوع اور انابت اور حق تعالیٰ کی محبوبیت کا نقطۂ آغاز ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس ابتدائی درجہ انابت کی بھی اس درجہ قدر فرمائی کہ اس کی قسم اٹھائی۔ ولا اقسم بالنفس اللوّامۃ اور قسم ہے نفس لوّامہ کی۔ کیونکہ حق تعالیٰ شکور ہیں۔ جس کی شرح حضرت ملا علی قاریؒ نے یہ فرمائی ہے۔ الذی یعطی الاجر الجزیل علی العمل القلیل

شکور وہ ہے جو تھوڑے عمل پر کثیر جزاء عطا فرماوے ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک شکور بھی ہے ۔ (مرقاۃ ج ۵)

نفس لوّامہ وہ ہے جو ندامت کے نور قلب سے منور ہوا ور جب بھی اس سے خطا ہوتی ہے تو اپنے اوپر انتہائی ملامت کرتا ہے اور آہ وزاری اور استغفار و توبہ سے تدارک کرتا ہے ۔

اور نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جو اخلاق رذیلہ سے تزکیہ اور تصفیہ پاکر اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو اور گناہوں کے تقاضوں کی کشمکش سے نجات پاکر سکون و اطمینان کی سانس لے ۔ برعکس لوّامہ میں نفس اور روح میں جنگ جاری رہتی ہے ۔ جیسا کہ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ۔

ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کئے ہوئے (مجذوبؒ)

صاحب تفسیر مظہری ج ۹ - ۱۰ - ص ۲۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :-
نفس امّارہ نفس مطمئنہ اس وقت ہوتا ہے جب اخلاق رذیلہ غصہ، کبر شہوت کو مغلوب کیا جاوے اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہوجاوے

كَمَا اَنَّ الْكَلْبَ لَا يُمْكِنُ طَهَارَتُهٗ اِلَّا بِوُقُوْعِهٖ فِي الْمِلْحِ وَفَنَائِهٖ فِيْهَا وَبَقَائِهٖ بِصِفَاتِ الْمِلْحِ حَتّٰى يَصِيْرَ حَلَالًا طَيِّبًا ۔

ترجمہ :- جیسا کہ کتا پاک نہیں ہوسکتا جب تک کہ نمک کی کان میں نہ گرے اور پھر مرکر فنا ہو کر نمک نہ بن جاوے اور جب نمک بن جاوے گا پھر حلال و طیب ہوجائے گا ۔

اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

نفسِ خود را کُش جہانے زندہ کن
خواجہ کشتہ است اورا بندہ کن

ترجمہ:۔ اپنے نفس کو مغلوب اور کشتہ کرو، اس فنائے نفس سے تم فنا نہ ہو گے بلکہ اس فنائے نفس کی بدولت ایسی حیاتِ قلبی عطا ہوگی جس کی برکت سے ایک جہان تمہارے فیضانِ صحبت سے حیاتِ ایمانی سے مشرف ہوگا۔ اس نفس غلام نے اپنے آقا یعنی روح کو غلام بنا رکھا ہے اس کو اپنی حقیقت پر لانے کی ہمت کرو یعنی اس کو غلام بناؤ۔

؎ وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے
ویرانۂ حیات کی تعمیر کر گئی
روئیداد زندگی کسی خانہ خراب کی
ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں (اختر)

نفسِ لوّامہ

جب اپنی خطاؤں پر ندامت سے توبہ کرتا ہے تو مومن گنہگار کے استغفار و توبہ اور اس کے آہ و نالوں کا کیا مقام ہے علامہ آلوسیؒ پ۳۰ سورۃ انا انزلنا کی تفسیر میں یہ حدیث قدسی تحریر فرماتے ہیں لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ ۔ اس حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کے آہ و نالے اور ان کا گریہ مجھے تسبیح کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے ؎

اے جلیل اشکِ گنہگار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

جب فلک نے مجھ کو محروم گلستاں کر دیا
اشکہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کردیا (مجذوبؔ)

تفسیر نفس مطمئنہ

علامہ قرطبی نے ج ۲۰ ص ۵۷ پر اس کی تین تفسیریں کی ہیں

پہلی تفسیر الاٰمنۃ من عذاب اللّٰہِ نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں ہو جس کی تفصیل یہ ہے کہ گناہوں سے قلب میں عذاب اور بے چینی رہتی ہے۔ جیساکہ مولانا رومیؒ کا ارشاد ہے ؎

گر گرفتار صفات بد شدی
ہم تو دوزخ ہم عذاب سرمدی

ترجمہ:۔ اگر تم کسی گناہ کی عادت میں مبتلا ہو تو سمجھ لو کہ تمہاری ذات خود جہنم ہے۔

اور ہر نافرمانی کا اثر یہی ہوتا ہے کہ دل پر عذاب اور کلفت کی مار ہوتی ہے، اور یہ دنیا ہی میں دوزخ والی زندگی گذارتا ہے۔

بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو بادشاہ کو گرفتار کرتا ہے چھوٹوں کو پکڑنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، پس احکم الحاکمین اپنے نافرمانوں کے اس حصہ سے عذاب کا آغاز فرماتے ہیں جو جسم کے تمام اعضاء کا بادشاہ ہے یعنی قلب کو بے چین اور پریشان رکھتے ہیں۔ چنانچہ مثال کے لئے ایک واقعہ ہے کہ ایک عشق مجازی کے مریض اور غیر اللہ سے دل

لگانے والے نے بیان کیا کہ ہر وقت دل پریشان رہتا ہے نیند بھی نہیں آتی ہر وقت اسی مردار کا خیال ستاتا ہے۔ احقر نے ان کو اپنا یہ شعر سنایا جو عشق مجازی کے انجام کا ترجمان ہے ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

اس عارضی صورت سے دل لگانا سخت حماقت ہے۔ احقر کا اسی مضمون پر یہ شعر ہے ؎

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو
کہیں مطلب نہ عارضی نکلے۔

چہرہ کا جغرافیہ ایک دن بدل جاتا ہے جس کے ساتھ اہل محبت کی تاریخ بھی بدل جاتی ہے، احقر کا ایک عجیب شعر اس حقیقت کا ترجمان ہے ؎

اُدھر جغرافیہ بدلا ادھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

دوسری تفسیر | النفس المطمئنۃ ای العارفۃ التی لا تصبر عن اللہ تعالیٰ طرفۃ عین۔ (تفسیر قرطبی)

نفس مطمئنہ وہ نفس ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی معرفت کا وہ مقام عالی عطا ہو جس سے حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی شدید محبت (جو کہ لوازم معرفت سے ہے) ہو جاوے کہ بدون ان کی یاد کے ایک پل کو چین نہ آوے۔ ملا علی قاری حق تعالیٰ کے عاشقین کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں الذین لا تلذ لھم الا بذکرہٖ۔ جن کو کائنات میں ذکر اللہ کے بغیر چین حاصل نہ ہو۔

ؔ ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا
گذرتے دن مری جانِ حزیں کے (اختر)

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں
(مجذوبؒ)

تیسری تفسیر اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ بِذِكْرِ اللهِ تعالىٰ وَطَاعَتِهٖ۔

نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جس کو صرف حق تعالیٰ کی یاد اور اطاعت ہی سے چین ملتا ہو ؎

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

اطمینان کی لغوی تحقیق علامہ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المفردات میں لکھا ہے کہ اطمینان نام ہے سکون وثبات اور استقرار بعد الاضطراب کا۔

یعنی نفس امارہ اور لوّامہ میں جو بے سکونی اور پریشانی تھی وہ چین اور سکون سے بدل گئی۔ جس طرح قطب نما کی سوئی جب قطب شمالی سے منحرف ہوتی ہے تو بے چین اور متحرک رہتی ہے اور جب رخ صحیح قطب شمالی کی طرف ہو جاتا ہے تو ٹھہر جاتی ہے، اسی کا نام استقرار بعد الاضطراب ہے۔

نفس مطمئنہ کی ایک عارفانہ تفسیر

از تفسیر مظہری ج ۹-۱۰ - ص ۲۶۱

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحؒ جن کو شاہ عبدالعزیز دہلویؒ وقت کا امام بیہقی فرمایا کرتے تھے اور جو حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں اپنی تفسیر مظہری میں نفس مطمئنہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں

النفس المطمئنۃ فی ذکر اللہ تعالیٰ و طاعتہ۔

یعنی نفس مطمئنہ وہ ہے جو ذکر اللہ میں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اطمینان پاوے کما تطمئن السمکۃ فی الماء جیسا کہ مچھلیاں پانی میں اطمینان پاتی ہیں نہ کہ پانی سے یا پانی کے ساتھ۔ مثلاً اگر کسی مچھلی کا تمام جسم پانی میں ہو صرف سر یا صرف ایک اعشاریہ حصہ جسم کا پانی سے کھلا ہے تو اس کو موت معلوم ہو گی اور اس کی حیات خطرہ میں ہو گی۔ اسی طرح سر سے پیر تک مومن جب ذکر اللہ کے نور میں غرق ہو گا تو حیاتِ حقیقی اور حیات ایمانی اور حیات روحانی سے مشرف ہو گا۔ اگر ایک عضو بھی ذکر سے غافل یا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہے تو اس کی حیات ایمانی خطرہ میں ہو گی۔

صاحب تفسیر مظہری اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بذکر اللہ معنی میں فی ذکر اللہ کے ہے یعنی اتنا کثرت سے ذکر کرے کہ ذکر میں غرق ہو جاوے۔ اور کثرت ذکر متعدد آیات سے منصوص ہے، واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون، وغیرھا اور قلیل ذکر کو منافقین کی علامت قرار دیا گیا ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً۔

اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ منافقین کے رجسٹر سے اس کا نام خارج ہو جائے تو وہ

کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

اسی لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والے دریائے جلال کی گہرائیوں میں رہنے والی مچھلیاں ہیں۔ ؎

؎ ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

جو مچھلیاں تھوڑے پانی میں رہتی ہیں وہ گرمیوں میں جب سورج کی شعاعوں سے پانی شدید گرم ہو جاتا ہے تو بے ہوش ہو جاتی ہیں اور لوگ ان کو شکار کر کے کھا جاتے ہیں اسی طرح جو لوگ ذِکر کم کرتے ہیں اور ان کا دریائے نور گہرا نہیں ہوتا ان کو معاشرے کے زہریلے اثرات تباہ کر دیتے ہیں۔ اور جو مچھلیاں گہرے پانی میں رہتی ہیں تو آفتاب کی گرمی سے جب اوپر کا پانی گرم ہو جاتا ہے تو دریا کی گہرائی کے ٹھنڈے پانی میں پناہ لے لیتی ہیں، یہی حال ان سالکین کا ہے جو کہ قلباً اور قالباً سراپا خدا تعالیٰ پر فدا ہیں۔ ان کے سینہ میں دریائے نور بہت گہرا ہوتا ہے، ہر وقت وہ اس کی ٹھنڈک میں پر سکون ہیں ؎

وہ گرمیِ ہجراں وہ تری یاد کی خنکی
جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے

اور کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

نفسِ مطمئنہ کو وہ راحت قلب میں عطا ہوتی ہے جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کے قلوب کو یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ روح المعانی

میں ہے ۔ فَاِنَّ السَّكِيْنَةَ لَا تَنْزِلُ اِلَّا عَلٰى قُلُوْبِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ۔

ترجمہ :۔ پس تحقیق کہ سکینہ نازل ہوتا ہے انبیاء اور اولیاء کے قلوب پر۔

سکینہ کی تعریف

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ :۔ اَلسَّكِيْنَةُ نُوْرٌ يَسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ وَصَاحِبُهٗ يَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ۔

ترجمہ :۔ سکینہ ایک نور ہے جو دل میں مستقر ہو جاتا ہے اور اس نور کی برکت سے ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف توجہ قائم رہتی ہے اور جمعیت قلب عطا ہوتی ہے۔

اس کیفیت کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم پرتاب گڈھی نے خوب بیان فرمایا ہے ؎

نشکر ہے درد دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

اور حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے۔

احقر کے دو شعر

احقر نے اس نعمت کو اس طرح عرض کیا ہے جو تعلق مع اللہ کی دولت کا عجیب ترجمان ہے

دشمنوں کو عیش آب و گل دیا — دوستوں کو اپنا درد دل دیا
ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی — مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

(اختر)

بذکر اللہ سے مراد فی ذکر اللہ ہے جس کا حاصل غرق فی النور ہونا ہے

صاحب تفسیر مظہری نے فی ذکر اللہ سے نہایت معرفت کی بات پیش فرمائی ہے جو عاشقوں کے لئے قابل وجد ہے جس کی اس حدیث سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّلَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ عطا فرما میرے دل میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میری داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے پیچھے نور اور میرے سامنے نور اور عطا فرما میرے لئے ایک خاص نور اور میرے اعصاب میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور کر دے میری جان میں نور اور مجھے نور عظیم عطا فرما اور مجھے سراپا نور بنا دے اور کر دے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور۔ یا اللہ مجھے نور عطا فرما۔

اسی کو حضرت عارف رومی اپنی مثنوی میں بیان کرتے ہیں ؎

نور او در یمن و لیسر و تحت و فوق
بر سرم بر گردنم مانند طوق

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ کا نور میرے داہنے بائیں نیچے اوپر ہے اور میرے سر پر اور میری گردن میں مانند طوق ہے۔

ؔ ہر چیز میں عکس رُخِ زیبا نظر آیا
عالم مجھے بس جلوہ ہی جلوہ نظر آیا (مجذوبؒ)

ؔ یہاں تو ایک پیغام جنوں پہنچا ہے مستوں کو
انہیں سے پوچھئے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں (اصغرؔ)

نفسِ مطمئنہ کو لوٹنے کا حکم "اِلٰی رَبِّکِ" کے عنوان سے کیوں ہے؟

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ الآية

اے نفس مطمئنہ لوٹ تو اپنے رب کی طرف۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ الی ربک فرمایا الی اللہ نہیں فرمایا تاکہ مزید لطف، لذت اور فرحت کے ساتھ لوٹنا ہو کیونکہ اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ تم کسی اجنبی ذات کی طرف نہیں جا رہے ہو بلکہ تم اپنے جسم و روح دونوں کی تربیت کرنے والے اور پالنے والے کے پاس جا رہے ہو لہٰذا شاداں و فرحاں لوٹ آؤ کیونکہ پالنے والے سے طبعی محبت ہوتی ہے اور اس سے طبیعت بھی خوب مانوس ہوتی ہے۔

| اِلٰی رَبِّکِ | ای الی محل عنایتہ تعالیٰ وموقف کرامتہ عزّ وجل لک لان للسعداء قبل الحساب کما |

يُفهم من الاخبار موقفًا في المحشر مخصوصًا يكرمهم الله تعالىٰ به ۔ روح پ ۳۰ ص ۱۳۰

ترجمہ :۔ اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے رب کی طرف یعنی حق تعالیٰ کی عنایات کے مقام کی طرف اور مقام تکریم وعزت کی طرف کیونکہ نیک بندوں کو قبل حساب جیسا کہ احادیث سے سمجھا جاتا ہے میدان محشر میں مقام عزت واکرام دیا جائے گا جو دوسروں کو نہ ملے گا۔

رَاضِيَةً اور یہ نفس مطمئنہ نہایت مسرور ہوگا اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی انعامات کو دیکھ کر اور آسان حساب اور قبول اعمال سے۔ (جس طرح کسٹم سے چھوٹ کر آدمی اپنے اندر فرحت محسوس کرتا ہے)

مَرْضِيَّةً اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔ تفسیر روح المعانی میں اس مقام پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ بندہ کی رضا کو کیوں مقدم کیا گیا؟ تو جواب یہ دیا ہے کہ یہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے اور یہ آیت تحریر فرمائی ہے ورضوان من الله اكبر، اللہ تعالیٰ کی رضا ہر شے سے بڑی نعمت ہے۔

احقر کے قلب میں بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ایک بات اور آئی ہے وہ یہ کہ جنت کی تمام نعمتوں سے بھی زیادہ عاشقوں کو اس بات سے زیادہ خوشی ہوگی کہ ہمارا مالک بھی ہم سے راضی اور خوش ہے کیونکہ کریم مالک کبھی کسی درجہ ناراضگی کے باوجود اپنے کرم سے کچھ دے دیا کرتا ہے لیکن عشاق کو یہ غم کھا جاتا کہ نہ جانے ہمارا مالک خوش بھی ہے یا نہیں بس اپنی رضا سے مطلع فرما کر جنت کو سو جنت بنا دیا۔

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

داخل ہوجا میرے خاص بندوں میں فِیْ زُمْرَۃِ عِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ لِیْ۔

اس آیت میں اشارہ ہے روحانی سرور اور سعادتِ روحانی کی طرف کیونکہ نیک ساتھی سے روح کو کمال اُنس اور فرحت عطا ہوتی ہے اور جسمانی فرحت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جنت میں داخل ہوجا اور نعمتوں سے استفادہ کر۔ (روح)

میرے مرشد شاہ عبد الغنی پھولپوری فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اور معیت جنت سے بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ صالحین کے ساتھ الحاق کو پہلے بیان فرمایا اور جنت کو بعد میں۔ اور عقلاً بھی یہ بات واضح ہے کہ مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔

اس موقع پر احقر کو اپنا ایک شعر فارسی کا یاد آیا ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

ترجمہ:۔ جب کسی عاشقِ حق اللہ والے کی صحبت مل جاتی ہے تو ایسا لطف محسوس ہوتا ہے کہ گویا جنت آسمان سے زمین پر اتر آئی ہے۔

اللہ والوں کی شان میں احقر کے دو شعر!

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ جب سے یہ خبر ملی ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی تو جنت کا شوق اور بڑھ گیا۔ جب محبت ہوتی ہے تو ملاقات کا لطف یہ ہوتا ہے جس کو حضرت رومیؒ فرماتے ہیں

؎ پیش ما باشی کہ بخت ما بود
جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

ترجمہ:۔ اے دوست آپ میرے سامنے رہیں تو میری خوش قسمتی ہوگی کہ آپ کی ملاقات سے میری جان خوشی سے سو جان معلوم ہوتی ہے،

کوئی جلا بھُنا سوختہ جان اللہ تعالیٰ کا سچا عاشق اگر مل جاوے تو اس کی صحبت میں کیا مزہ ملتا ہے ؎

عشق مولےٰ در بیانت یافتم
جانِ صد مجنوں بجانت یافتم (اخترؔ)

الحمدللہ قرآن پاک میں نفس کے پانچ اقسام امّارہ، لوّامہ، مطمئنہ راضیہ، مرضیہ، کی تفسیر حق تعالیٰ کے فضل سے مختصر انداز میں ہوگئی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مقالہ کو شرف قبول عطا فرمائیں۔ آمین

محمد اختر — ۴؍محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

وَصِیَّت نَامَہ

بَرَائے

اولادِ نسبی و احبابِ خصوصی

اَزْ

محمد اختر ——— عفا اللہ عنہ

(۱) دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھئے اور پردیس کی کمائی وطنِ آخرت بذریعہ عبادات بھیجتے رہیئے۔

(۲) ہر روز موت کا استحضار اور دھیان رکھئے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

(۳) نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام رکھئے اور حالتِ نماز میں نماز کی سنتوں کی پابندی کیجئے اور خارج صلوٰۃ بھی سننِ عادیہ اور ادعیہ مسنونہ کا اہتمام رکھئے۔

(۴) بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ ناس تین تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنا لیجیے۔ بشارت حدیث کے مطابق

تمام مخلوق کے شر سے حفاظت رہے گی۔

۵ گاہ گاہ قبرستان میں حاضر ہو کر دل میں آخرت کی یاد بٹھایئے اور دنیائے فانی کا تماشہ دیکھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
مشتق بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبرِ کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ تارِ کفن تھا نہ عضوِ بدن تھا۔

۶ ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجئے۔ قرآن شریف کے چار حقوق ہمیشہ یاد رکھیں۔ محبت، عظمت، تلاوت مع الصحت، احکام کی متابعت۔

۷ اپنے گھروں میں بے پردگی، تصویر، ٹیلیویژن، گانا بجانا ہرگز قریب نہ آنے دیں۔

۸ اکابر میں سے جس سے مناسبت ہو ان سے اصلاحِ نفس کا تعلق بھی کر لیں اور گاہ گاہ ان کی صحبت میں حاضری دینے کا اہتمام بھی رکھیں اور ان سے پوچھ کر تھوڑی دیر ہر روز ذکر اللہ بھی کر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہایت محبت سے لیں۔

۹ تمام گناہوں سے حفاظت کا اہتمام رکھیں بالخصوص بدنظری، غیبت اور بدگمانی سے۔ اگر کبھی خطا ہو جائے تو دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر نہایت ندامت اور اشکبار آنکھوں سے استغفار اور توبہ کریں۔

روح المعانی ۳۰پ تفسیر سورۃ قدر میں حدیث قدسی منقول ہے

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ
یعنی گناہ گاروں کا گریۂ ندامت تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

(۱۰) حقوق العباد کی کوتاہیوں کو اہلِ حقوق سے معاف کرالیں اور اگر مالی حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کریں۔

(۱۱) کوئی بھی پریشانی یا حاجت پیش آتے دن میں کئی بار صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے الحاح سے مانگنے کا معمول بنائیں اور احباب صالحین سے بھی دعا کی گذارش کریں اور کبھی کبھی دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی درخواست کریں اور اس کی محبت طلب کریں اور یہ شعر پڑھیں۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

(۱۲) کسی کا قرض یا کسی کی امانت ہو، تاریخ کے ساتھ نوٹ بک پر تحریر کرلیں اور اپنے حافظہ پر بھروسہ نہ کریں اور اس مقام پر اپنے دستخط بھی کردیں۔

(۱۳) ہر روز تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف اور سورۃ یٰسین پڑھ کر اپنے والدین اساتذہ اور مشایخ اور تمام امت مسلمہ کو ایصالِ ثواب کریں۔ اور تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف اور اول وآخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصال ثواب کریں۔

(۱۴) اپنی ذات سے کسی مخلوق کو اذیت نہ پہنچائیں یہاں تک کہ چیونٹی پر بھی پاؤں جان بوجھ کر نہ رکھیں، چیونٹی پر پاؤں رکھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان پر ہاتھی پاؤں رکھ دے۔ مخلوق کو اذیت دینے والا رجسٹر ابرار سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ نے ابرار کی تفسیر میں فرمایا۔ ابرار وہ ہیں جو نہیں دیتے ہیں اذیت چیونٹیوں کو بھی اور نہیں راضی ہوتے شر سے۔ یہ بات علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے۔

(۱۵) مخلوق خدا کی تکلیف کو دیکھ کر اگر کچھ مدد نہ کر سکیں تو دُعا ضرور کریں۔ اور ہمیشہ مخلوق خدا پر رقیق القلب، رحیم المزاج، حلیم الطبع رہیں۔ اور اولاد کی تربیت میں اکابر سے مشورہ لیتے رہیں اور تدبیر سے زیادہ دعا کا اہتمام رکھیں اور اکابر سے بھی دعا کراتے رہیں۔

(۱۶) ایک مشت شرعی ڈاڑھی کا اہتمام نہایت ضروری ہے اس سے کم رکھنے والا دائرۂ فسق سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پائجامہ یا لنگی ٹخنہ سے نیچے ہرگز نہ کریں۔ سر پر انگریزی بال ہرگز نہ رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:۔

کل امتی معافًا الا المجاھرین ؏۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا ہر امتی قابل معافی ہے سوائے اُن لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ مذکورہ وضع شرعی کے خلاف رہنا اپنے گناہوں کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

؏ مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۶

(۱۷) جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو اسی شہر یا گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ غسل دیتے وقت ناف سے

گھٹنے تک پردہ کا اہتمام کیا جائے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف سے دو آدمی چادر کو کھینچ کر جسم سے ذرا اونچا پکڑے رہیں۔

(۱۸) جنازہ میں شرکت کے لئے کسی کا انتظار نہ کیا جائے۔ جتنے افراد آسانی سے موجود ہوں نماز جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔

(۱۹) منہ دکھانے کی رسم سے احتیاط کریں

(۲۰) قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹا دیا جائے اس طرح کہ پورا سینہ قبلہ کی طرف ہو، میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

(۲۱) ایصال ثواب کیلئے کوئی اجتماع نہ کیا جائے۔ احباب اپنی اپنی جگہ پر حسب توفیق ایصال ثواب کریں (بدنی طور پر یا مالی طور پر)

(۲۲) ہر روز میرے لئے میرے جملہ احباب کم از کم تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر احقر کو بخش دیا کریں۔

فجزاھم اللہ خیر الجزاء

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

مؤمن کی استقامت پر انعاماتِ الٰہیّہ

قرآن کی روشنی میں

از افادات

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ترتیب و تحریر

محمد اسماعیل (فرانسیسی ری یونین) فاضل جامعہ اسلامیہ
ڈابھیل۔ ضلع سورت، (ہند)
متعلم تخصص فی التفسیر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲۔ کراچی

مومن کی استقامت پر انعاماتِ الٰہیہ قرآن کی روشنی میں

ترجمہ:۔ جن لوگوں نے دل سے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب حقیقی صرف اللہ	اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔

ہے۔ پھر اس پر مستقیم رہے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی بدحالی و بدمآلی کا ذکر فرمایا اب اس آیت میں مومنین کا حُسن مآل و حسنِ حال کا ذکر فرمایا۔ اور پھر اخلاق و اعمال صالحہ کی ترغیب دی جس سے ان کی خوشحالی و نیک مآلی میں ترقی ہو۔

(بیان القرآن)

میرے استاذ محترم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو جملہ اسمیہ سے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں اشارہ فرمایا کہ مومنین کی شان یہ ہے کہ اس جملہ کو کہنے کے بعد اس پر قائم و دائم رہیں۔ یعنی اسلوب بیان کی بلاغت میں ترغیب استقامت موجود ہے

اِسْتَقَامُوْا کی تفسیر

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحؒ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ استقامت سے مراد اَلْاِعْتِدَالُ وَعَدَمُ التَّزَیُّغِ وَالْاِنْحِرَافِ عَنِ الْحَقِّ۔

یعنی میانہ روی اختیار کرنا اور حق سے انحراف نہ ہو خواہ اعتقاد میں یا اخلاق میں یا اعمال میں۔ اسی وجہ سے حق کے راستہ کو صراط مستقیم

کہتے ہیں کہ وہ ایسا راستہ ہے جو اپنے سالک کو مطلوب تک پہنچاتا ہے پس اس لفظ مختصر میں جمیع شرائع شامل ہیں یعنی امتثال اوامر واجتناب عن المعصیات علی سبیل الدوام والثبات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کا بجالانا اور معاصی سے پرہیز کرنا دائمی طور پر اور گناہ کے صادر ہونے کے بعد استغفار وتوبہ کرنے کا التزام دوام کے خلاف نہیں ہے یعنی خطاؤں کی تلافی کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے جب سفیان بن عبداللہ الثقفی رضؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْئَلُ عَنْہُ اَحَدًا بَعْدَکَ» یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اسلام کے بارے میں ایک ایسی بات بتادیجئے کہ کبھی بھی آپ کے بعد کسی سے سوال نہ کروں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ :۔

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ یعنی کہو کہ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر پھر اس پر مستقیم رہو۔

اس حدیث کے ذیل میں حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ھذا الحدیث من جوامع الکلم الشامل لاصول الاسلام التی ھی التوحید والطاعۃ۔ یعنی یہ حدیث جوامعِ کلِم ہے جو اسلام کے اصول کو مشتمل ہے اور اسلام کے اصول توحید وطاعت ہیں۔ پس اس حدیث میں اعمال قلوب اور قوالب دونوں داخل ہیں۔

صوفیہ فرماتے ہیں اَلْاِسْتِقَامَۃُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ کَرَامَۃٍ یعنی استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ (مرقاۃ ج ا صہ۱)

امام غزالیؒ نے فرمایا :۔ الاستقامۃ علی الصراط فی الدنیا

صعب کالمرور علیٰ صراط جہنم و کل واحد منہما ادقُ من الشَّعْرِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّیْفِ، یعنی استقامت دنیا میں ایسا مشکل امر ہے جیسے کہ پل صراط پر گذرنا اور یہ دونوں بال سے بھی باریک اور تلوار سے بھی تیز ہیں۔ تو جو بھی اس دنیا میں اس پر چلے گا تو بدرجہ اولیٰ وہ پل صراط پر چل سکے گا کیونکہ مشق کرنے کے بعد کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ (بحوالہ بالا)

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ :-

الاستقامۃ لا تتصور بدون فناء القلب والنفس وحصول المعرفۃ باللہِ۔ یعنی استقامت کا تصور نہیں ہو سکتا جب تک قلب اور نفس کی خواہشاتِ ممنوعہ غیر شرعیہ کو فنا نہ کرے اور معرفت الہٰی حاصل نہ کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَۃَ یعنی اے اللہ تو ہمارا رب ہے مجھے استقامت نصیب فرمادے حضرت حسن بصریؒ رئیس الصوفیہ تھے، ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ یا مولانا الحسن سے خطاب فرماتے تھے۔ ان کا تابعین میں بہت اونچا مقام تھا ۱۲۰ صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

ترجمہ:۔ فرشتے ان پر اتریں گے اور خوشخبری دیں گے کہ نہ اندیشہ کرو

اور نہ رنج کرو

ملائکہ کب اترتے ہیں ؟ علامہ آلوسی رحؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے حضرت زید بن اسلم کے حوالہ سے کہ تین وقتوں میں فرشتے اترتے ہیں، مرتے وقت ۔ پھر قبر میں ۔ پھر بعث کے وقت ، آگے علامہ آلوسی رحؒ فرماتے ہیں کہ ان تین مواقع کے علاوہ دوسرے مواقع میں بھی اترتے ہیں ۔ ملائکہ ان مواقع میں مومنین سے فرمائیں گے لا تخافوا ولا تحزنوا ۔ یعنی نہ اندلیشہ کرو مستقبل کا اور نہ غم کرو ماضی کا ۔

خوف اور حزن کی تعریف

علامہ فخرالدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ :۔

الخوف عبارة عن تألم القلب بسبب توقع حصول مضرة فی المستقبل ۔ یعنی خوف نام ہے کہ دل کو تکلیف ہو آئندہ کے مضرات کے اندیشے سے ۔

الحزن عبارة عن تألم القلب بسبب فوت نفع کان موجوداً فی الماضی ۔ یعنی حزن قلب کی اس بے چینی کا نام ہے جو کسی نفع کے فوت ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ۔ یعنی چونکہ مال اور اولاد سے آدمی کو بہت خوشی ہوتی ہے اب اس کے چھوٹنے کا غم ہوتا ہے ۔

اب اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم آخرت کی آنے والی ہولناکیوں سے اندلیشہ نہ کرو ۔ اور نہ دنیا کے مال و اولاد کے چھوٹنے پر رنج کرو ، کیونکہ آگے تمہارے لئے امن ہے مستقبل کے خطرات سے اور نعم البدل ہے ماضی کے تمام مافات سے ۔

نعم البدل کیا ہے ؟ ارشاد فرمایا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون ۔ یعنی تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا

جاتا تھا دنیا میں رسولوں کی زبان پر (بیان القرآن)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مومن موت کے وقت اور قبر میں اور بعث کے وقت اہوال اور فزعِ شدید سے نہیں گھبرائے گا بلکہ آمن القلب اور ساکن الصدر رہے گا۔ یعنی اطمینان اور سکون سے رہے گا۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لا تخافوا کو مقدم فرمایا اور لا تحزنوا کو مؤخر، یعنی مستقبل کی مصیبت سے نجات کو مقدم فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ مستقبل کے خطرات کی زیادہ فکر رہتی ہے تو اس ترتیب میں رعایت فطرتِ انسانیہ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں جہنم کا بھی ذکر نہیں فرمایا حالانکہ نعم البدل جنت کا ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کبھی ایک لفظ سے بھی گھبرا جاتا ہے باوجود اس کے کہ اُس کو امن کی خوشخبری دی گئی۔ جیسے کہ کوئی میزبان کہے مہمان سے کہ آپ تشریف لائیے اچھے اچھے کھانے کھلائیں گے اور آپ کی سابقہ خطاؤں پر آپ کی پٹائی نہ کریں گے تو اس عنوان سے وحشت اور کلفت ہوگی۔ چونکہ حق تعالیٰ کریم میزبان ہیں اس لئے لا تخافوا من جہنم نہیں فرمایا۔ سزا کا ذکر ہی نہیں فرمایا اور جنت سے مسرور فرمایا۔ قرآن پاک کی اس بلاغت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

نَحْنُ اَوْلِيَاۤؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ

ترجمہ:۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا میں اور آخرت میں بھی رہیں گے (بیان القرآن)

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ اولیاء کم فی الدُّنیا یعنی دنیا میں دوستی سے

مراد اعوانکم فی امورکم و نلهمکم الحق و نرشدکم الیٰ مافیه خیرکم وصلاحکم ۔ ہم تمہارے مددگار تھے دنیا میں اور حق کا الہام کرتے تھے اور تمہاری رہنمائی کرتے تھے ان چیزوں کی طرف جن میں تمہارے لئے خیر اور بھلائی تھی۔ اور اولیاء کم فی الاٰخرۃ یعنی آخرت میں دوستی سے مراد نمدکم بالشفاعۃ کہ ہم تمہارے لئے شفاعت کریں گے اور یدخلون علیھم من کل باب الخ یعنی فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو جائیں گے اور سلام کہیں گے"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملائکہ مومنین کی حفاظت کرتے رہتے ہیں جیسے کہ حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر انسان کی حفاظت پر فرشتے مقرر نہ ہوتے تو انسان ختم ہو گیا ہوتا جنات وغیرہ کے شرور سے اور ان کی ایذا رسانی سے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ مصائب اور حوادث میں مومن کو صبر کی طاقت اور سکینہ کا محسوس ہونا ملائکہ ہی کا فیض ہے۔ آج کل پوری دنیا میں ہم سنتے رہتے ہیں کہ امریکہ فرانس وغیرہ میں جب لوگ زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں یا حوادث عظیمہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو خودکشی کرتے ہیں لیکن ان ظالموں کو خبر نہیں کہ ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور عجیب بات یہ ہے کہ اب تک کسی نے نہیں سنا کہ کسی بزرگ یا متقی نے مایوسی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے خودکشی کر لی ہو۔ راز اس میں یہ ہے کہ مصائب اور حوادث کے وقت میں ملائکہ ان بزرگوں کے دلوں کو سہارا دیکر ان کو

دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر سکینہ نازل فرماتا ہے جس کی وجہ سے ان کو اس حالت میں بھی سکون رہتا ہے جس طرح واٹر پروف گھڑی پانی میں ڈالدی جائے تو پانی اس کے اندر نہیں جاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے اولیاً کے قلوب کو غم پروف کر دیتا ہے اور خودکشی کے جرم عظیم سے محفوظ ہو جاتے ہیں سکینہ کا نزول اور ملائکہ کا فیض اس وقت ہو گا جب کہ آسمان کے مالک کو خوش رکھا جائے اس لئے کہ یہ دونوں نعمتیں آسمان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی سکینہ سکینہ آسمان سے اترتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ سکینہ نہیں اترتا مگر انبیاء اور اولیاء کے قلوب پر، یہ مضمون اس آیت کی تفسیر میں ہے ھوالذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین (روح المعانی)

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝

ترجمہ:۔ تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ (بیان القرآن)

تَشْتَهِي اور تَدَّعُونَ میں فرق ــــــ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں

بینھما عموم وخصوص من وجہ اذ قد یشتھی المرء مالا یطلبہ کالمریض یشتھی مایضرہ ولا یریدہ۔ یعنی ان دونوں کے درمیان میں عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے کبھی آدمی کسی چیز کی خواہش کرتا ہے لیکن طلب نہیں کرتا ہے جیسے کہ مریض خواہش کرتا ہے اس چیز کی جو اس کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن طلب نہیں کرتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جنت میں طلب اضطراری ہو یا اختیاری دونوں علی السواء پوری ہوں گی۔ (بیان القرآن)

یعنی قلب کی خواہش پوری ہوگی اور زبان سے درخواست والی خواہش بھی پوری ہوگی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اِنَّكَ لَتَنْظُرُ اِلَى الطَّیْرِ فِی الْجَنَّةِ فَتَشْتَهِیْهِ فَیَخِرُّ بَیْنَ یَدَیْكَ مَشْوِیًّا

آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں اگر کسی پرندہ کو اڑتے ہوئے دیکھو گے اور تمہارا جی چاہتا ہے کہ اس کو کھالوں تو فوراً تمہارے سامنے بھنا ہوا اور گرما گرم گر جائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

عن ابی سعید ن الخدری رض قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ یَتَمَنَّى الْوَلَدَ فَیَكُوْنُ حَمْلُهٗ وَرِضَاعُهٗ وَفِطَامُهٗ وَشَبَابُهٗ فِیْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ نے فرمایا کہ اہل جنت ولد کی تمنا کرے گا تو ایک ہی وقت میں حمل پھر وضع حمل پھر دودھ پینا پھر دودھ چھوڑنا پھر جوان ہونا سب علی الفور ہو جاوے گا۔ (تفسیر مظہری ج ۷-۸ ص ۲۹۴)

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ

ترجمہ:۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔

یعنی یہ نعمتیں اکرام کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمان کو ملتی ہیں۔ غفور کے بعد رحیم لاکر اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نعم البدل تمہارے اعمال کے بدلہ میں نہیں ہے بلکہ شان رحمتِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اور کس طرح ہمارے اعمال جنت کا بدل و جزاء ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اعمال محدود عمر کے ہیں اور جنت میں ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ نعم البدل حقیقت میں

عطاء ہے رب العالمین کی طرف سے جیسے کہ دوسری آیت میں مصرح ہے جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا۔ یہ جزاء تمہارے رب کی طرف سے ہے مگر حقیقتہً یہ عطا ہے۔ ان دو صفت غفور اور رحیم کی شان سے اپنے بندوں کی ندامت بھی دور کرنا ہے تاکہ خوب لطف لے کر جنت کی نعمتیں استعمال کریں اور اپنی خطاؤں کو یاد کرکے غمگین اور شرمندہ نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مقالہ کو شرفِ قبول عطا فرماویں۔ آمین

مجاہدہ کا مفہوم اور اس کے ثمرات

قرآن پاک کی روشنی میں

از افادات اسناذی المحترم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

مرتبہ اسماعیل فرانسیسی

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

ترجمہ :۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے قرب وثواب (یعنی جنت) کے راستے ضرور دکھائیں گے جس سے وہ جنت میں جا پہونچیں گے۔ (بیان القرآن)

مجاہدہ کی تحقیق مجاہدہ جہد سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کوشش کرنا اور اپنی طاقت کو خرچ کرنا

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رح نے مجاہدہ کی یہ تعریف فرمائی ہے ترک معاصی اور تقلیل مباحات۔

خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہو گی

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں لکھا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا کے بارے میں المراد الَّذِیْنَ بَذَلُوْا وُسْعَهُمْ وَطَاقَتَهُمْ فِیْ مُحَارَبَةِ الْكُفَّارِ وَمُخَالَفَةِ النَّفْسِ وَالْهَوٰی

یعنی وہ لوگ ہیں جو اپنی کوشش اور طاقت کو کفار اور نفس اور خواہشات غیر شرعیہ کی مخالفت میں خرچ کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کی دو قسم ہیں۔ ایک قسم کفار کے ساتھ جہاد کرنا۔ اور دوسری قسم اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔ (تفسیر مظہری صـ۲۱۶ ج ۷)

جہادِ اکبر ان دونوں میں سے نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے اور کفار کے ساتھ جہاد جہادِ اصغر ہے، امام بیہقیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے حضرت جابر سے ۔

قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزَاۃٍ فَقَالَ علیہ الصَّلٰوۃ والسلام قَدِمْتُمْ خَیْرَ مَقْدَمٍ وَقَدِمْتُمْ مِنَ الْجِہَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِہَادِ الْاَکْبَرِ، قَالُوْا: وَمَا الْجِہَادُ الْاَکْبَرُ؟ قَالَ مُجَاہَدَۃُ الْعَبْدِ ھَوَاہُ۔

یعنی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کسی غزوہ کی واپسی میں فرمایا کہ آپ لوگ جہاد اصغر سے فارغ ہو کر جہاد اکبر کی طرف آئے ہیں صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ جہاد اکبر سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا بندے کا جہاد کرنا اپنے نفس کے ساتھ۔

جہاد اکبر کہنے کی وجہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر اس لئے فرمایا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی صورت میں تلوار صرف اعضاء پر پڑتی ہے اور یہ جہاد صرف میدان جنگ میں پایا جاتا ہے بخلاف نفس کے ساتھ جہاد میں دل پر تلوار چلتی ہے جو بادشاہ ہے تمام اعضاء کا اور یہ تلوار دل پر ہر وقت چلتی ہے اس لئے کہ نفس انسان

کو لئے ہوتے پھرتا ہے اور گناہ کا تقاضہ ہر وقت انسان کو ہوتا ہے کیا خوب فرمایا ہے عارف باللہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے جس میں مجاہدہ کی حقیقت خوب واضح فرمائی ہے،

ہے شوق وضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کئے ہوئے
نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے۔
جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(خواجہ مجذوبؒ)

نفس کی تین جامع تعریفیں

علامہ آلوسیؒ نے اپنی کتاب روح المعانی میں لکھا ہے

(۱) اَلنَّفْسُ کُلُّھَا ظُلْمَۃٌ وَسِرَاجُھَا التَّوْفِیْقُ، یعنی نفس تمام کا تمام ظلمت ہے اور اس کا چراغ توفیق الٰہی ہے۔

اور توفیق کسے کہتے ہیں؟ مولانا اعزاز علی صاحب استاذ فقہ وادب دار العلوم دیوبند نے تین طرح سے فرمائی ہے۔

توفیق کی تین تعریف

۱:- تَوْجِیْہُ الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَیْرِ

یعنی اسباب کو متوجہ کر دینا مطلوب خیر کی طرف

۲ ۔ تَسْهِيلُ طَرِيقِ الْخَيْرِ وَتَسْدِيدُ طَرِيقِ الشَّرِّ یعنی خیر کے راستے کو آسان کر دینا اور شر کے راستے کو بند کر دینا ۔

۳ ۔ خَلْقُ الْقُدْرَةِ عَلَى الطَّاعَةِ یعنی طاعت کی ہمت اور طاقت پیدا کر دینا ۔

(۲) ملا علی قاری ؒ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں لکھا ہے اَلْجَسَدُ كَثِيفٌ وَالرُّوحُ لَطِيفٌ وَالنَّفْسُ مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَهُمَا وَتَكُونُ النَّفْسُ لَطِيفَةً بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ ۔ یعنی انسان کا جسم کثیف ہے اور روح لطیف ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان ہے اور نفس اعمال صالحہ کی وجہ سے لطیف ہو جاتا ہے ۔

(۳) سب سے آسان اور بہترین تعریف حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے کی ہے ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ نفس مرغوبات طبعیہ غیر شرعیہ کو کہتے ہیں ۔

فِينَا کی تفسیر

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں اس کی چار عمدہ تفسیریں تحریر فرمائی ہیں

۱ ۔ فِي اِبْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا ۔ یعنی وہ لوگ کفار اور نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اخلاص کے ساتھ ، نہ کہ دوسروں کو دکھانے کے لئے ۔

۲ ۔ فِي نُصْرَةِ دِينِنَا ۔ یعنی ہمارے دین کی نصرت میں مشقت برداشت کرتے ہیں ۔

۳ ۔ فِي اِمْتِثَالِ اَوَامِرِنَا ۔ یعنی ہمارے حکموں کو بجالانے میں کوشش

کرتے ہیں۔

۴۔ فِی الْاِنْتِہَاءِ عَنْ مَنَا ھِیْنَا ۔ یعنی ہمارے حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنے کی کلفت برداشت کرتے ہیں۔

ان چار ستونوں پر جہاد فی سبیل اللہ کی عمارت ہے سہ

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر

علامہ آلوسی رحؒ نے لکھا ہے کہ اَیْ سُبُلَ السَّیْرِ اِلَیْنَا وَالْوُصُوْلِ اِلٰی جَا نِبِنَا بِلَا کَیْفٍ ، یعنی ہم ان کو ایسا راستہ دکھائیں گے جو ہم تک پہنچاتا ہے اور ہماری بارگاہ تک ، لیکن یہ ایسا راستہ ہے جس کی تول ناپ ممکن نہیں ہے یعنی بلاکیف وکم ہے اور صرف اہل بصائر کی بصیرت ہی اس کا ادراک کر سکتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْ مَاعَلِمُوْا لَنَھْدِیَنَّھُمْ اِلٰی مَا لَمْ یَعْلَمُوْا یعنی وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ان چیزوں میں جو وہ جانتے ہیں تو ہم ان کو وہ چیزیں دکھائیں گے جن کا ان کو پتہ نہیں ہے۔

حدیث شریف میں بھی اسی قسم کا مضمون وارد ہے کہ :۔

مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَہُ اللّٰہُ عِلْمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۔ یعنی جو اپنے علم پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسا علم عطا کرے گا جس کو اس نے سیکھا نہیں۔

وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت

ایسے خلوص والوں کے ساتھ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔

(بیان القرآن)

معیتِ الٰہی سے مراد نصرت اور معونت ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ مَنْ جَاهَدَ بِكُلِّيَّتِهٖ وَشَرَاشِرِهٖ فِيْ ذَاتِهٖ عَزَّ وَجَلَّ تَجَلّٰى لَهُ الرَّبُّ عَزَّ اِسْمُهُ الْجَامِعَ فِيْ صِفَةِ النُّصْرَةِ وَالْاِعَانَةِ تَجَلِّيًا تَامًّا۔ یعنی جو کلی طور پر مجاہدہ کرتا ہے اور مجاہدہ کرتے کرتے جان کی بازی لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تجلی تامہ اسکو ڈھانپ لیتی ہے

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ۔ قَالَتِ الصُّوْفِيَّةُ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ مَعِيَّةً غَيْرَ مُتَكَيِّفَةٍ يُدْرِكُهَا بَصَائِرُ اَهْلِ الْبَصَارَةِ یعنی صوفیاء کرام رحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ایسی چیز ہے جو غیر متکیفہ ہے (یعنی جس کی ناپ تول ممکن نہیں ہے) جس کا صرف اہل بصیرت ہی ادراک کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

انصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناسؒ با جانِ ناس

فائدہ مجاہدہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلصین کا درجہ دیا ہے اور نفس کے ساتھ اپنی معیت اور نصرت کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ میں وارد ہے۔ پہلے مجاہدہ کا ذکر پھر خوشخبری معیتِ حق کی۔

مُحْسِنِیْنَ۔ کا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مخلصین فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ صرف وظائف پڑھتے ہیں اور گناہ ترک کرنے کا مجاہدہ نہیں کرتے بلکہ مجاہدوں سے بھاگتے ہیں یہ سالکین مخلصین نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ وہی کہلائے گا جو رضاءِ حق کے

لئے تکالیف اٹھائے گا ؎

پہنچنے میں ہو گی جو بیحد مشقت　　تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہو گی

؎ سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پہ مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

(حضرت مولانا پرتابگڈھی دامت برکاتہم)

ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ احقر مؤلف محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے عافیت دارین اور حُسن خاتمہ اور مغفرتِ بے حساب کی دعا فرمادیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التوّاب الرّحيم

العارض
محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
اشرف المدارس وخانقاہ امدادیہ اشرفیہ ص ب ۱۱۱۸۲ گلشن اقبال ۲
کراچی

فیشن پرستی

اور

اُس کا علاج

حسن سعید
لیکچرار شعبۂ کامرس، انوار العلوم ایوننگ کالج حیدرآباد

پیش لفظ و تعارف

مولانا محمد رضوان القاسمی، فاضل دیوبند

شائع کردہ: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲ کراچی

قیمت ۱۵ روپے

مطبوعاتِ کُتب خانہ مظہری ۱۹۸۷ء

معارف مثنوی	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ	۶۰/-
معارفِ شمس تبریز رح	″	۳۹/-
مجالسِ ابرار حصہ اول	″	۲۷/-
″ حصہ دوم	″	۲۴/-
دنیا کی حقیقت	″	۲۴/-
روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج	″	۲۷/-
مودودی صاحب اکابرِ امت کی نظر میں	″	۱۸/-
دستور تزکیہ نفس	″	۳/-
صدائے غیب	″	۱۰/-
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتیں	″	۵/-
کشکول معرفت		۶۰/-
شوقِ وطن	حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی	۷/۵۰
تحفۃ الشیوخ	″	۴/۵۰
تسہیل قصد السبیل	″	۵/۲۵
مواعظِ ثلاثہ		۲۷/-
داڑھی کا وجوب	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رح	۱۲/-
فتنۂ مودودیت		۱۲/-
اُسوۂ رسولِ اکرم قسم اول	حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ	۵۴/-
قسم دوم	″	۳۹/-
منکرات محرم	حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم	۷/۷۵
معرفتِ الٰہیہ کامل جدید	حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رح	۵۴/-
فتاویٰ محمودیہ	مفتی اعظم ہند صدر مفتی دار العلوم دیوبند جلد اول	۶۰/-
	جلد دوم ۶۰/- جلد سوم	۵۰/-
زلزلہ در زلزلہ ۱۲/-	موسیقی اور مسلمان	۱۲/-
ملفوظات حضرت شاہ عبدالغنی رح	خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح	۱۰/-
تبلیغی نصاب	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رح	۴۸/-
اغلاط العوام والخواص	جناب سید محمود حسن صاحب	۱۲/-

فضائلِ حج	حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رح	۱۸/-
دعوتِ اسلام	حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی	۳/-
ارشاد العابد	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ	۷/۵۰
بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا	″	۴/۵۰
فتنۂ انکارِ حدیث	″	۷/۵۰
سیرتِ ابوہریرہ رض	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری	۵/-
سیرت حضرت بلال رض	″	۵/-
سیرت حضرت ابوذر غفاری رض	″	۵/-
فتوحاتِ اسلام (منظوم)	جناب ہما صدیقی صاحب	۱۸/-
اخلاقِ سلف	حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی	۲۷/-
عرفانِ محبت	″	۲۱/-
مسنون دُعائیں	حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم	۵/-
حکیم الامت اکابرین و معاصرین کی نظر میں	جناب سید محمود حسن صاحب	۱۵/-
سینما بینی اور اس کے مہلک اثرات	جناب حسن سعید صاحب	۴/۵۰
موضوعاتِ کبیر (عربی)	علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	۲۴/-
نصیحتیں ابن عربی	علامہ محی الدین ابن عربی	۱/-
سیرت پاک (بچوں کے لئے)	مولانا عمار احمد صاحب	۱۰/-
مودودی صاحب اور ان کی تحریرات کے متعلق چند اہم مضامین	پاک و ہند کے ممتاز علماء کرام کی تحریریں	۳۹/-
مذاکراتِ دکن	مولانا حکیم محمد اختر صاحب	۳/-
کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے	محترمہ پروین رضوی صاحبہ	۱/-
احکام میت	حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب	۳۳/-
التشرف فی احادیث التصوف	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی	۴۲/-
التکشف	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح	۱۰۰/-
روضۃ الصالحین	مولانا محفوظ الحسن صاحب سنبھلی اول	۲۱/-
	دوم	۲۱/-
صحبت اہل اللہ اور اس کے فوائد	مولانا حکیم محمد اختر صاحب و مولانا مفتی رشید احمد صاحب	۶/-
اصلاحی نصاب	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی	۶۰/-
حضرت سلمان فارسی رض		۴/۵۰

کتب خانہ مظہری پوسٹ بکس ۱۱۱۸۳ گلشن اقبال ۲ کراچی فون ۴۶۸۱۱۳

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

احکامِ میّت

پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام مسائل
و احکام مفصّل بیان کئے گئے ہیں

مُصنّفہ
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمّد عبدالحیؒ صاحب عارفی مدّظلہ

ناشر
کتب خانہ مظہری ۔ گلشنِ اقبال ۲ کراچی

تقاریظ

از حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہٗ

عنایت فرمائے مولانا حکیم محمد اختر صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ آپ کی ۲ دو کتابیں **معارف مثنوی** اور **دُنیا کی حقیقت** پہنچکر موجب مسرت ہوئیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کا تعلق اولاً مولانا پھولپوریؒ سے اور آخراً مولانا ابرار الحق صاحب سے ہے اللہ تعالیٰ دونوں کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اللہ تعالےٰ آپ کو اس ہدیہ سنیہ کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ یہ دونوں کتابیں سُن بھی لیں۔ مضامین ماشاء اللہ بہت اچھے ہیں۔ دل پر اثر کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ صدقہ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ **معارف شمس تبریز** کی طباعت کا بھی جلد از جلد انتظام فرمائے اور لوگوں کو ان معارف سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔ آپ کی دیگر تالیفات کی قبولیت کے لئے دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنے وقت پر حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔

(حضرت شیخ الحدیث) **محمد زکریا** (دامت برکاتہم)

مدینہ طیبہ ۱۱/۵/۹۶ء

رائے عالی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

(صدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی تالیف لطیف معارف مثنوی پڑھ کر موصوف سے اتنی عقیدت ہوئی جس کا مجھے تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فارسی اردو میں قدرۃ شعر، حسن ذوق پاکیزگی خیالات درد دل کا بہترین مرقع ہے۔ اب موصوف نے دیوان شمس تبریز جو عارف رومی متکلم کے شیخ ہیں ان کے حقائق و معارف کا انتخاب و تشریح و بیان لکھکر اپنے حسن ذوق۔ لطافت طبع سلامت فکر کا ایک اور شاہد عدل پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ارباب ذوق کو انکے شگفتہ تالیفات و انتخابات سے مزید مستفید فرمائے۔ آمین

محمد یوسف بنوری

سہ شنبہ ۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ